

مؤسس

وارث علوم اعلیٰ حضرت نبیرۂ حجۃ الاسلام جانشین مفتی اعظم ہند جگر گوشۂ مفسر اعظم شیخ الاسلام والمسلمین قاضی القضاۃ تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ محمد اختر رضا خان قادری ازہری

مسلک اعلیٰ حضرت کا نقیب و پاسبان

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

MAHNAMA SUNNI DUNIYA, BAREILLY SHAREEF

فائل 1999ء

اپریل و مئی، نومبر

www.muftiakhtarrazakhan.com

پیشکش

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

0092 303 2886671 /makhtarraza1011

وارث علومِ اعلیٰ حضرت، نبیرۂ حجۃ الاسلام، جانشین مفتی اعظم ہند، جگر گوشہ مفسر اعظم، شیخ الاسلام والمسلمین، قاضی القضاۃ، تاج الشریعہ

حضرت علامہ مفتی الشاہ **محمد اختر رضا خان قادری ازہری** رحمۃ اللہ علیہ

اور خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے دیگر علمائے کرام کی تصنیفات اور حیات و خدمات کے مطالعہ کے لئے وزٹ کریں

Waris e Uloom e Alahazrat, Nabirah e Hujjat ul Islam, Janasheen e Mufti e Azam Hind, Jigar Gosha e Mufassir e Azam Hind, Shaikh ul Islam Wal Muslimeen, Qazi ul Quzzat, Taj ush Shariah Mufti

Muhammad Akhtar Raza Khan

Qadiri Azhari Rahmatullahi Alihi

Or Khaanwada e Alahazrat k Deegar Ulama e Kiram Ki Tasneefat Or Hayaat o Khidmaat k Mutaluah k Liyae Visit Karen.

To discover about writings, services and relical life of the sacred heir of Imam Ahmed Raza, the grandson of Hujut-ul-Islam, the successor of Grand Mufti of India, his Holiness, Tajush-Shariah, Mufti

Muhammd Akhter Raza Khan

Qadri Azhari Rahmatullahi Alihi

the Chief Islamic Justice of India, and other Scholars and Imams of golden Razavi ancestry, visit

www.muftiakhtarrazakhan.com

تاج الشریعہ فاؤنڈیشن

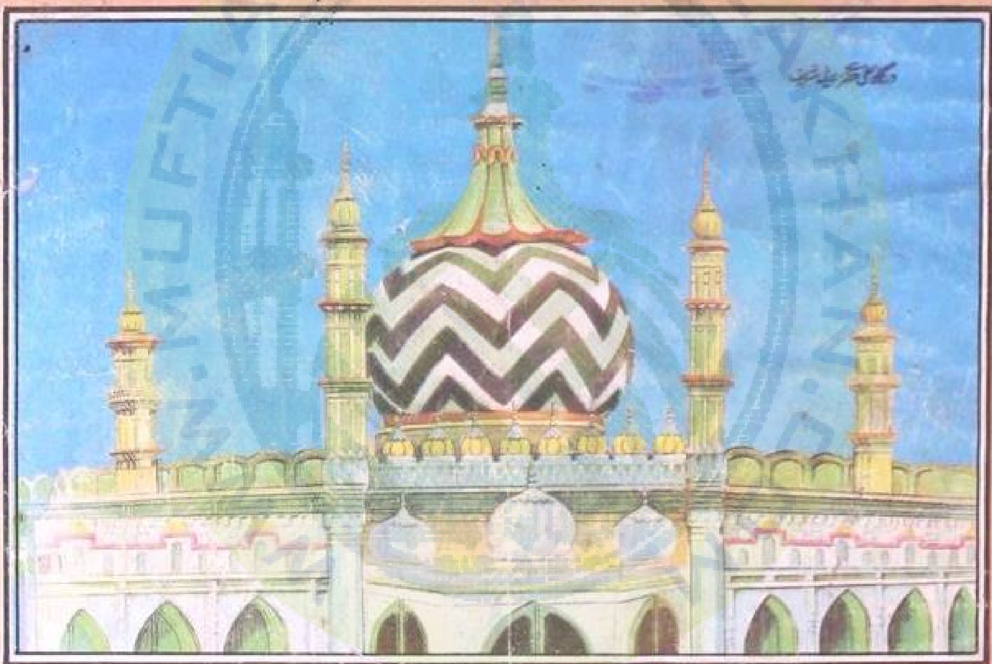
0092 303 2886671 /makhtarraza1011

ماہنامہ سنی دنیا بریلی شریف

مالک ونگراں

جانشین حضور مفتی اعظم علامہ مفتی

محمد اختر رضا خاں قادری ازہری مدظلہ



جاری کردہ

مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف

مرکزی سواد اعظم اہلسنت وجماعۃ آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا

علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

سنی دنیا

بریلی شریف

جلد۔ ۱۳
شمارہ۔ ۴۔۵

اپریل۔ مئی
۱۹۹۹ء

مالک ونگراں

جانشین مفتی اعظم فقیہ اسلام حضرت علامہ الحاج الشاہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں
محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر
محمد شہاب الدین رضوی

زر سالانہ ۷۰ روپے — فی شمارہ ۷ روپے

رابطہ کا پتہ: ۸۲۔ سوداگران رضا نگر بریلی شریف (یوپی) فون ۰ ۴/۷۲۱۶۶ ۴/۲۵۸۵۴۳

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں قدس سرہ'

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا خاں فاضل بریلوی

حضرت حجۃ الاسلام علیہ الرحمہ

حضور مفتی اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

بظل عاطفت

حضرت مفسر اعظم ہند رحمۃ اللہ علیہ

مجلس مشاورت

علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ

مولانا حبیب رضا خاں صاحب نوری

مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی

مولانا شوکت حسین رضوی کراچی

مولانا منان رضا خاں صاحب منانی

حاجی قربان علی رضوی بیسلپوری

مولانا مظفر حسین رضوی کٹیہاری

مجلس ادارت

حضرت ڈاکٹر سید امین برکاتی مارہروی

علامہ سبطین رضا خاں قادری

معمار ملت علامہ شبیہ القادری سیوان

مفتی سید شاہد علی رضوی رام پوری

مفتی محمد مطیع الرحمٰن رضوی مضطر پٹنہ

مولانا یٰسین اختر مصباحی، دہلی

مولانا عبدالمبین نعمانی، چریاکوٹ

ہمدرد ملت الحاج محمد سعید نوری، ممبئی

اشاریات

نوٹ

☆استفتاء کیلئے جوابی لفافہ ضرور رکھیں ☆رسالہ نہ ملنے کی صورت میں ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ مطلع کریں ☆منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوش خط تحریر کریں ☆ مراسلات و مضامین ضرور ارسال کریں ☆ مگر چھاپنے کے لئے مجبور نہ کریں ڈرافٹ پر صرف 'اختر رضا خاں' ہی تحریر فرمائیں۔ (ادارہ)

اداریہ

اسلامیانِ ہند کو درپیش چیلنج اور ان کا حل

مولانا شہاب الدین رضوی

دنیا کے مختلف ممالک میں اپنے اپنے الگ تناظر میں ملت اسلامیہ کو طرح طرح کے چیلنج درپیش ہیں۔ چاہے امریکہ ہو چاہے برطانیہ چاہے روس کی مسلم جمہوریاتیں ہو یا جاپان چین کا مسئلہ ہویا بوسنیا مسئلہ افغانستان ہو یا عراق الغرض پوری دنیا میں مسلمان اپنے مسائل سے جوجھ رہے ہیں۔ ان کے حل کیلئے تدبیریں اختیار کر رہے ہیں۔ اور کہیں پہ دست بہ گریباں ہیں۔ پاکستان میں ملت اسلامیہ آپسی چپقلش کا شکار ہے۔ وہاں مسجدیں درگاہیں اور گھر نہ ہی مقامات مقدسہ اور علماء دین غیر معمولی طور پر تشدد کا شکار ہیں۔ بنگلہ دیش دو بیگموں کی لڑائی میں الجھا ہوا ہے۔ اور فلاحملتے بجائے فلاح بیگمات کے پروجیکٹ کو عملی جامہ پہنایا جاتا ہے۔ روزانہ ہڑتال آتش زنی معمول بن گئی ہے۔

ہندوستان کو لے لیجئے یہاں قانون ہے لیکن قانون کی حکمرانی نہیں یہاں کمزور طبقات اور عورتوں کے ریزرویشن کا غلغلہ تو ہے مگر ان پر ظلم و زیادتی استحصال کی کھلی چھوٹ بھی ہے۔ قتل و غارت گری عام ہے مذہب کے نام پر نوجوان مسلم لڑکیوں کو قتل کیا جا رہا ہے دن دہاڑے ان کو گولی ماردی جاتی ہے۔ سیاسی اور مذہبی مسلم رہنما کو جیل کی سلاخوں کے پیچھے ڈھکیل دیا جاتا ہے۔ اس پر راسو کا لگا دی جاتی ہے۔ یہاں پر جنگی ہتھیاروں اور ایٹمی دھماکوں پر دولت پانی کی طرح بہائی جاتی ہے۔ مگر انسانی فلاح و بہبود اور ملکی ترقیاتی رفتار تو کجا، آلو، پیاز، نمک، اور آٹا کے لالے پڑ گئے ہیں۔

☆ تعلیمی چیلنج

پورے ملک میں آر ایس ایس اور نام نہاد سیکولر حکومت نے مسلمانوں کے خلاف فساد و قتل کی لو تو قدرے دھیمی کر دی ہے۔ مگر نئے تہذیبی و ثقافتی چیلنج کی لو کو جدید تعلیمی پالیسی کے نفاذ کے ساتھ تیز تر کر دیا ہے۔ جو قتل و فساد سے بہت زیادہ تباہ کن ہے۔ اس سلسہ کی ایک تازہ مثال یہ ہے کہ گزشتہ دنوں وزراء تعلیم کی میٹنگ میں ہندوا ایجنڈا نافذ کرنے کی کوشش کی گئی جسکا پر زور انداز میں بائیکاٹ ہوا اور وہ منصوبہ دھرا کا دھرا رہ گیا اور حکومت کا چہرہ بے نقاب ہو گیا۔

حال ہی میں یوپی گورنمنٹ نے نئی تعلیم پالیسی جاری کی ہے۔ بھارتی ودیا بھون کی تیار کردہ تعلیمی ایجنڈہ کی رو سے حکومت کے تعلیمی اداروں میں سنسکرت، سرسوتی وندنا اور وندے ماترم وغیرہ کو لازم قرار دیا گیا ہے۔ اس کے جواز کے لیے تین باتیں بنیادیں بتائی گئیں ہیں۔ (۱) بھارتیہ کرن (۲) راشٹریہ یہ کرن (۳) ادھیاتمی کرن ۔۔۔۔۔ ان بنیادوں کے بارے میں عوام کو یہ باور کرایا جا رہا ہے کہ یہ تحریک حب الوطنی پر مبنی ہے کہ جو بچہ اسکول میں تعلیم حاصل کریگا محب وطن ہو گا۔ گویا یہ کہ ایک تیر سے کئی نشانے سادھے گئے ہیں۔ اور اس تحریک سے یہ

ثابت کرنے کی کوشش کی جارہی ہے کہ مسلمان محب وطن نہیں۔ اور دوسری طرف مسلمانوں کے بچے ان اسکولوں میں پڑھتے ہیں تو ان کے ذہن و دماغ میں ہندو تہذیب و تمدن رچ بس جائیگا پھر آگے چلکر ہو سکتا ہے کہ ہندو تہذیب کو فروغ دینے کے لیے سرگرداں ہو جائیں اگر وہ ایسا نہیں کر سکتےہیں تو اتنا ضرور کریں گے کہ اصل اسلامی روح سے جزبۂ عشق کو ختم کر دیں گے۔

کچھ دنوں پہلے کی بات ہے کہ تمام اسکولوں میں ہندو مالیائی تہذیب کو تھوپنے کی ناکام کوشش ہوئی جس کپاداش میں وزیر تعلیم اتر پردیش کو استعفاء دینا پڑا اور وزیر اعظم کو سبکی اٹھانی پڑی۔ قابل غور بات یہ ہے کہ عیسائی اسکولوں میں بھی یہ سب کچھ ہو رہا ہے جو ہندو تحریکیں کر رہیں ہیں۔ اسکولوں کے آغاز کے وقت صلیب رکھکر دعا کرائی جاتی ہے تاکہ بچے کے ذہن و دماغ میں صلیب کی عظمت و اہمیت چ بس جائے۔ یہ وہی کام ہو رہا ہے جو آر ایس ایس اپنے سر سوتی ششو مندر اسکولوں میں کر رہی ہے۔ دونوں اپنے مذہب کی تبلیغ و فروغ کے لیے کوشاں ہیں اور مسلمان ہیں کہ ان کو خواب غفلت کی نیند ستائے ہوئے ہے۔ ڈاکٹر محمد اقبال نے اس کی منظر کشی کی ہے۔

تعلیم کے تیزاب میں ڈال اسکی خودی کو ہو جائے ملائم تو جدھر چاہے ادھر پھیر
تاثیر میں اکسیر سے بڑھکر ہے یہ تیزاب سونے کا ہمالہ ہو تو مٹی کا ہے ایک ڈھیر

یہ ملکیتناظر میں تعلیمی چیلنج کا صرف ایک پہلو ہے۔ اسکا دوسرا پہلو اس سے کم گمبھیر نہیں ہے، کمپیوٹر اور انٹرنیٹ کے ذریعہ اس رواں صدی کے آخر میں جو دھماکہ برپا ہوا ہے۔ اس علمی انقلاب نے صرف عالمی ذرائع ابلاغ کے ذریعہ ایک گاؤں کی شکل میں تبدیل کر دیا ہے۔ بلکہ ہاتھوں کی ہتھیلی پر امریکہ اور سعودیہ عربیہ وغیرہ میں وقوع پذیر ہو رہے مسائل کو آپ اپنے گھر میں بیٹھے ہوئے مطالعہ کر یئے اور اگر ان معاملات میں کچھ حصہ لینے کے خواہش مند ہیں تو اس میں بھی آپکو کامیابی مل سکتی ہے۔

ایک جانب تکنیکی و پیشہ ورانہ ترقی اس قدر تیز رفتار ہے کہ ہر شعبہ علم و ہنر کچھ دنوں میں پرانا ہو جاتا ہے۔ لہٰذا خوشحالی اور برتری کی برقراری کے لیے ریفریشر کورسیز، اور مسلسل ٹریننگ کمپنیوں کی باربار ضرورت پڑتی ہے۔ ۱۰۔۲۰ سال کے مختصر عرصہ میں کمپیوٹر کی تین چار نسلیں گزر گئیں مگر اس کی مانگ اور بازار ہر اور بڑھتا پھیلتا جارہا ہے۔ انسانی تاریخ میں آج کے دور میں انٹرنیٹ اور کمپیوٹر کو سب سے بڑی ایجاد تسلیم کیا جانے لگا ہے۔ اسکی خصوصیتوں میں سرعت، لطافت، وسعت، منفعت، جدت قابل ذکر ہیں یہ چیزیں ملت اسلامیہ کیلئے لمحۂ فکر یہ پیش کرتی ہیں۔

اس جدید علم و ٹکنالوجی کے نتیجے میں پوری دنیا کی طرح ہمارے ملک کی آبادی بھی تین خیموں میں بنٹ جائیگی۔ ۱ ترقی یافتہ ۲ ترقی پذیر ۳ غیر ترقی یافتہ۔۔۔۔۔۔ ان میں سے ہر اونچا طبقہ اپنے سے نیچے والے کا دیدہ دلیری کے ساتھ بری طرح استحصال کرنے پر تلا ہوا ہے۔ یہی وجہ ہے کہ ہر طرح کی نعمتوں کی فراوانی کے باوجود بہتر ماحول، بہتر رہائش، بہتر صحت اور قابل اعتماد کردار کا فقدان نظر آرہا ہے۔

لہٰذا ملت اسلامیہ کو اپنے تعلیمی مسائل کا حل ڈھونڈھنے کیلئے فی الوقت چیلینجوں کا سامنا کرتے ہوئے کچھ کر گزرنے کی طرف بڑھنا چاہئے۔ مدارس اسلامیہ کو قال اللہ تعالیٰ و قال الرسول ﷺ کے ساتھ ساتھ جدید علوم سے آراستہ کرنیکی طرف توجہ دینی ہوگی۔

نظام تعلیم و تربیت بدلتا رہتا ہے۔ نصاب میں بھی نظر ثانی کرنے کی ضرورت ہے۔ اگر ہم فوری طور پر ایسا نہیں کرتے ہیں تو دنیا میں آباد دیگر قومیں آگے نکلتی چلی جائیں گی اور ہم دیکھتے ہی رہ جائینگے پھر ہمارے پاس کف افسوس کے سوا کچھ نہ بچیگا۔ ازیں سبب ضرورت ہے کہ تمام

چیلنجوں کا سامنا کرتے ہوئے اپنے آپ کو مقابلہ کے میدان میں اتار دیں۔ اور کسی دوسرے سے پیچھے نہ رہیں۔ عزت اور ذلت اللہ کے ہاتھ میں ہے کامیابی وکامرانی اسی کے ہاتھ میں ہے۔

☆ معاشی چیلنج

ملک کے معاشی چیلنجوں میں عالم کاری اور لبرائزیشن کو امریکہ نے اپنے سرمایہ دارانہ مفاد میں اقوام متحدہ کی مالی وکاروباری ذیلی اداروں مثلا WTO-IMF وغیرہ کے ذریعہ پوری دنیا پر اس طرح تھوپا اور عالمی خوش حالی کے جھوٹے خواب دکھلائے جا رہے ہیں کہ اس کی بدترین سزا بالخصوص دکھنی ایشیا کے ملکوں جیسے انڈونیشیا، ملیشیا، تھائی لینڈ اور جنوبی کوریا کے بعد ہندوستان وپاکستان کو بری طرح بھگتنا پڑ رہا ہے۔ نظام حیدر آباد اور عرب شیوخ کا بھاری سرمایہ غیر ممالک میں لگا ہوا ہے اور وہ اس سے بے بہرہ ہیں۔ چنانچہ امیر اور غریب کے درمیان کی کھائی تیزی سے بڑھتی جا رہی ہے۔ یہ کھائی مختلف ملکوں سے نہیں بلکہ ایک ہی ملک کے مختلف علاقوں، طبقوں، برادریوں فرقوں اور خاندانوں تک میں بڑھتی جا رہی ہے۔ محض دس سالوں کے اندر مغربی سرمایہ دارانہ سامراجیت نے ساری دنیا کو معاشی انتشار میں مبتلا کر کے خود کو اکنمکس میں قلعہ بند لوٹ کھسوٹ کا بازار گرم کر رکھا ہے۔ جس کا سب سے بدترین نشانہ دنیا کے مسلم ممالک مسلم تحریکات مسلم ادارے اور مسلم تجارتی مراکز ہیں۔ اس کی خاص وجہ یہی ہے کہ مسلم سرمایہ دار ممالک اپنا سرمایا ممالک غیر میں صرف کر رہے ہیں۔ اور ان کی خود کی کوئی مسلم تجارتی منڈی نہیں ہے اور نہ ہی ان کا کوئی اجتماعی نظم ہے کہ اس کا صحیح طور پر استعمال ہوتا کہ مسلم کام کو فروغ ہو سکے۔ سبھی مسلم ممالک کسی نہ کسی طرح سامراجیت کا شکار ہیں چاہے وہ دانستہ طور پر ہو یا غیر دانستہ طور پر ہندستان میں مسلمانوں کی معاشی حالت کا جتنا رونا رویا جائے وہ کم ہے۔ ملک کے اندر کرپشن اور فرقہ وارانہ ذہنیت کے نتیجے میں ملکی معیشت ٹھپ پڑ گئی ہے۔ اور جو گورنمنٹ کی معاشی فلاح وبہبود کی اسکیمیں ہیں وہاں تک مسلمانوں کی رسائی نہیں ہو پا رہی ہے مثلا پنج سالہ منصوبہ میں ۲۰ نکاتی معاشی پروگرام جواہر روزگار یوجنا، پردھان منتری روزگار یوجنا، وین دیال اپادھیائے یوجنا، سماج کلیاڑ یوجنا وغیرہ۔ ہر طرح کی مالی ومعاشی سہولتوں سے مسلمانوں کو محروم ہونا پڑ رہا ہے۔ بعض اہم تعلیمی وفلاحی اداروں کو بیرون ملک کے اداروں کو جزوی طور پر مالی امداد دنیا بھی چاہتے مگر حکومتیں چینی کی وجہ سے دقتیں کھڑی ہو جاتی ہیں۔ وہ اس لیے کے مسلم اداروں کے سوتے خوشک ہو جائیں اور یہ ادارے اپنی موت آپ مر جائیں۔

اس لیے مسلمان کو معاشی میدان میں بڑے غور وفکر کر کے بعد محتاط اور منظم انداز میں اقدامات کرنے ہوں گے مسلمانوں کی ہنر مند بعض پیشوں میں ان کی مخصوص مہارت اور فاضل سرمایہ کے محفوظ مگر سود مند استعمال سے برلائزیشن کا معاشی فائدہ اٹھایا جا سکتا ہے۔ ورنہ نئی معاشی غلامی اور بند ہوا مزدور بنا دینے کے جلے بچھائے جا چکے ہیں۔

ملک کے بڑے مسلم سرمایہ دار اپنے اندر ایک نظام اجتماعی پیدا کریں اور وہ ایسی تدبیریں اختیار کریں جس سے چھوٹے سرمایہ داروں کو فروغ مل سکے۔ غلامی کی زنجیروں کو توڑتے ہوئے پیش رفت کی پوزیشن میں ہوں کسی کے پیچھے رہنے کے بجائے اپنے پیچھے لوگوں کو کریں۔

☆ سیاسی چیلنج

مذکورہ تعلیمی اور معاشی چیلنجوں کے علاوہ سیاسی چیلنج کو اب نظر انداز نہیں کیا جا سکتا ہے۔ سماجی فرق کے بعد اسیاست کو اب فرقہ پرستی کے زہر میں گھول دیا ہے۔ مگر طاقت وتغیر کا سب سے بڑا ذریعہ سیاست ہی ہے اس لئے بڑی مذہبی اکائیوں کو جانے دیجئے ملک کی چھوٹی چھوٹی ہندو

برادریوں نے سیاسی بیداری اور یک جہتی سے کام لیکر بڑی بڑی ریاستوں اور قوت و اقتدار کے سرچشموں پر قبضہ جمار کھا ہے۔

۱۹۴۷ سے قبل تک مسلمانوں کی جذباتی اور ناعاقبت اندیشانہ سیاست نے انھیں جو دھکا لگایا اس کی بدترین سزا ۵۰ برسوں سے ہندستانی مسلمان بھگت رہے ہیں۔ ۱۹۴۷ء کی غلطی اور ملکی اور غیر ملکی سازشوں کے نتیجے میں مسلمان ۵۰ برسوں تک سیاسی خوف میں مبتلا رہے۔ ادھر چند برسوں میں ملک کے سیاسی منظر نامہ میں قدرے تبدیلی آئی ہے مگر پھر طالع آزما سیاست باز اور جذباتی نوجوانوں نے ناعاقبت اندیشانہ نعرے بازی شروع کر دی ہے۔ چنانچہ ملی سطح پر سیاسی انتشار اور مچھلی بازار کا سماں بندھا ہوا ہے۔ بعض بڑی مسلم جماعتیں اور تنظیمیں اس صورت حال کو نظری و فکری سطح پر خوب سمجھ رہی ہیں۔ مگر اپنے ہمہ جہتی انقلاب کے دعووں کے باوجود آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کر پارہی ہیں۔

اس وقت سیاسی بازی گری میں مسلمان سب سے آگے ہیں اور دو یا دو لیڈروں نے مسلمانوں کو پوری طرح سے جذباتی بنادیا ہے۔ ماضی میں کبھی بھی ایسا نہیں ہوا کہ مسلمانوں پر اس بات کی مہر لگ گئی ہو کہ وہ فلاں پارٹی کے آدمی ہیں مگر ان دو لیڈروں نے مسلمانوں کے اوپر اس بات کی مہر لگوا دی ہے۔ اب اگرچہ مسلمان کسی دوسری پارٹی کو اپنا تعاون دیں مگر وہ لوگ یہ محسوس نہیں کریں گے کہ مسلمانوں نے ہمیں سپورٹ کیا ہے۔ اس سے جو نقصانات سامنے آئے ہیں وہ ہر ایک فرد بخوبی سمجھ سکتا ہے۔

اب وقت آگیا ہے کہ مسلمان سیاسی غلامی کو خیر آباد کہہ کر اپنی تنظیم نو کریں اور ہندستان کی دوسری کمزور ذاتوں سے الائنس کر کے اپنا وجود منوائیں اپنا حق مانگنے کے بجائے چھین لیں۔ اس لیے کہ پچاس سالوں سے حق مانگتے آرہے ہیں مگر کسی نے ہمیں حق دیا نہیں اور بغیر چھینے حق ملنے والا بھی نہیں ہے دریں صورت دست خود دہان خویش کا فارمولہ پر عمل کیا جائے اس اہم شعبہ زندگی پر مسلمانوں کا مخلص دانشور اور علماء کا طبقہ سنجیدگی سے غور و فکر کرے۔ اور پھر بعد مشورہ اقدامات کئے جائیں۔

☆ سماجی چیلنج

ملک کی اخلاقی اور سماجی زندگی کا بحران بہت بڑا چیلنج ہے، بلکہ اندیشہ ہے کہ ۲۱ویں صدی میں یہ چیلنج خاص پیچیدہ تشویش ناک ہو جائیگا۔ کیونکہ دنیا میں بھانت بھانت اور مختلف النوع دھرموں کے کھوکھلے غیر اخلاقی اندیشوں سے تھک کر انفرادی اور گروہی مفاد پرستانہ اصول بلکہ بے اصول پر عمل شروع ہو جائیگا۔ خاندانی اور سماجی زندگی کو عریانیت اور اباحیت پسندی سے معمور ٹی - وی کلچر نے یوں ہی تباہ و برباد کر رکھا ہے۔ دوسری طرف بے روزگاری میں اضافہ غریبی پیدا کر رہی ہے۔ جو ملک کے سماجی و اخلاقی زندگی کو تہ و بالا کرنے کے لئے کافی ہے۔

آج اس دور میں انسانیت کا نجات دہندہ نظریہ بہر حال اسلام ہی ہے اس میں مسلمانوں کے عملی کردار کا زیادہ عمل دخل ہے۔ چونکہ قوموں کی شناخت ان کے افعال و کردار سے ہوتی ہے۔ اسلامی نقطۂ نظر سے اس وقت بے پردگی ہے عریانیت و فحاشی کی جو بہتات ہے وہ قطعا تباہی و بربادی کی نشاندہی کر رہی ہے۔ پورا کا پورا مسلم سماج بے راہ روی کی طرف جارہا ہے اس میں کسی دوسرے کا قصور نہیں ہے قصور ہے تو خود مسلمان کا، اس لئے کہ اس نے شریعت مصطفوی (ﷺ) پر عمل کرنا چھوڑ دیا ہے۔ پھر یہ دعوی کہ ملکی سماج میں مسلمانوں کی کوئی عزت نہیں، یہ بالکل غلط ہے۔ عزت تو تم نے خود گنوائی ہے۔ اس درد کا مداوا ڈھونڈیئے اور ہر ایک فرد خوب خوب غور و فکر کر کے اپنی اصلاح کرے۔

ہر ایک سے آشنا ہوں لیکن جدا جدا رسم و راہ میری
نہ تھا اگر تو شریک محفل قصور میرا یا کہ تیرا

ضیاء قرآن

ترجمہ : اور جو خدا کی راہ میں مارے جائیں انھیں مردہ نہ کہو بلکہ وہ زندہ ہیں ہاں تمہیں خبر نہیں (ترجمۂ اعلحضرت۔ آیت ۱۵۴۔پ۔۲)

جس آیت کا یہ ترجمہ ہے وہ شہدائے بدر کے حق میں نازل ہوئی لوگ شہداء کے حق میں کہتے تھے کہ فلاں کا انتقال ہو گیا وہ دنیوی آسائش سے محروم ہو گیا ان کے حق میں یہ آیت نازل ہوئی۔ موت کے بعد ہی اللہ تعالٰی شہداء کو حیات عطا فرماتا ہے ان کی ارواح پر رزق پیش کئے جاتے ہیں انھیں راحتیں دی جاتی ہیں انکے عمل جاری رہتے ہیں اجر و ثواب بڑھتا رہتا ہے حدیث شریف میں ہے کہ شہداء کی روحیں سبز پرندوں کے قالب میں جنت کی سیر کرتی ہیں اور وہاں کے میوے اور نعمتیں کھاتی ہیں۔ اللہ تعالی کے فرماں بردار بندوں کو قبر میں جنتی نعمتیں ملتی ہیں۔

شہید کون ہے ؟

شہید وہ مسلمان مکلّف ظاہر ہے جو تیز ہتھیار سے ظلماً مارا گیا ہو اور اس کے قتل سے مال بھی واجب نہ ہوا ہو یا معرکۂ جنگ میں مردہ یا زخمی پایا گیا اور اس نے آسائش نہ پائی

دنیا میں شہید کے لئے احکام

شہید کے لئے یہ احکام ہیں کہ نہ اس کو غسل دیا جائے نہ کفن۔ اپنے کپڑوں میں ہی رکھا جائے۔ اس پر نماز پڑھی جائے اور اسی حالت میں دفن کیا جائے آخرت میں شہید کا بڑا رتبہ ہے۔

وہ شہید جن کے لئے یہ احکام نافذ نہیں ہوتے۔

بعض شہداء وہ ہیں کہ ان پر دنیا کے یہ احکام تو جاری نہیں ہوتے لیکن آخرت میں ان کے لئے شہادت کا درجہ ہے جیسے ڈوب کر یا جل کر یا دیوار کے نیچے دب کر مرنے والا۔ طلب علم سفر حج فرض راہ خدا میں مرنے والا اور نفاس میں مرنے والی عورت اور پیٹ کے مرض اور طاعون اور ذات الجنب اور سل میں اور جمعہ کے روز مرنے والے وغیرہ۔ یہ تمام لوگ شہادت کا درجہ تو پائیں گے مگر انھیں غسل و کفن وغیرہ دیا جائیگا۔

(ماخوذ تفسیر خزائن العرفان)

بہار حدیث

حدیث شریف میں ہے کے اللہ تعالی تمام مخلوق کو جمع کرے گا تو ایک منادی اعلان کرے گا کہ اہل فضیلت کہاں ہیں یہ سن کر کچھ لوگ دوڑتے ہوئے بہشت تک پہنچیں گے انھیں ملائکہ کی ملاقات ہوگی فرشتے پوچھیں گے اے لوگوں تم بہشت کی طرف تیز دوڑے جارہے ہو اس کی وجہ کیا ہے وہ کہیں گے ہم اہل فضیلت ہیں وہ پوچھیں گے تمہاری فضیلت کی وجہ کیا ہے کہیں گے کہ ہمارے اوپر ظلم ہوتا تو ہم صبر کرتے جب ہمارے ساتھ زیادتی کی جاتی تو ہم معاف کر دیتے اس پر انھیں کہا جائیگا بہشت میں داخل ہو جاؤ ایسے نیک عمل کرنے والوں کا بہترین اجر یہی ہے اس کے بعد منادی پکاریگا کہاں ہیں اہل صبر اس پر بہت سے لوگ بہشت کی طرف تیز دوڑتے ہوئے جائیں گے ان سے پوچھا جائیگا کون ہو کہیں گے ہم صبر کرنے والے ہیں۔ ان سے پوچھا گیا تم نے کن باتوں پر صبر کیا۔ وہ جوابا کہیں گے ہم اللہ تعالی کی طاعت پر صبر کرتے اور اللہ تعالی کی نافرمانیوں سے دور رہتے تھے۔ اس پر انھیں کہا جائیگا بہشت میں داخل ہو جاؤ اس کے بعد منادی اعلان کریگا۔ کہاں ہیں وہ لوگ جو ایک دوسرے سے اللہ کیلئے محبت کرتے تھے۔ اس پر بہت سے لوگ بہشت کی طرف تیز بھاگتے ہوئے جائیں گے ان کی ملائکہ سے ملاقات ہوگی ان سے فرشتے پوچھیں گے۔ تم کون لوگ ہو وہ کہیں گے ہم ہیں وہ صاحبان جنھوں نے آپس میں صرف اللہ تعالی کے لئے محبت کی تھی اس پر فرشتے کہیں گے تمہاری آپس کی محبت اللہ تعالی کے لئے کیوں تھی وہ کہیں گے ہم اللہ تعالی کے لئے ایک دوسرے سے محبت کرتے اور بہشت کے داخل ہونے کی وجہ بھی یہی ہے۔ (حدیث)

صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب

حضرت حسن مجتبی رضی اللہ تعالی عنہ نے فرمایا کہ میں نے اپنے جد رسول خدا ﷺ سے سنا آپ فرمایا کرتے اے میرے بیٹے قناعت کو لازم پکڑ و لوگوں سے مستغنی ہو جاؤ گے اور فرض کی ادائیگی میں کمی نہ کرو تمام لوگوں سے زیادہ عابد رہو گے۔ اے میرے بیٹے بہشت میں ایک درخت ہے اسے شجرۃ البلوی کہا جاتا ہے اور قیامت میں جب اہل آزمائش کو بلایا جائیگا تو نہ توان کے لئے حساب کا دفتر کھولا جائیگا اور نہ ہی ان کے لئے ترازو رکھا جائیگا ان پر موسلادھار بارش کی طرح اجر و ثواب برسایا جائیگا۔ اس کے بعد یہ آیت پڑھی۔ صبر کرنے والوں کو بے حساب اجر و ثواب عنایت ہوگا۔ (ترجمہ)

کافروں کے لئے جہنم کا دردناک عذاب

حدیث شریف میں ہے کہ دوزخیوں کو دوزخ کی طرف ڈھکیلا جائیگا تو دوزخ ان کے ہر عضو کو چپٹ جائیگی کوئی عضو بھی اس کی گرفت سے نہیں بچ سکے گا ایک طرف دوزخی کو سانپ ڈسیگا دوسری طرف فرشتہ چابک ماریگا تو جہنم کے گڑھے کے اندر چالیس روز کی راہ تک دھنس جائیگا۔ ابھی وہ قرار نہ پائیگا تو پھر فرشتہ چابک ماریگا پھر وہ جہنم میں دھنس جائیگا۔ پھر وہ جہنم سے جب سر باہر نکالے گا تو اسی طرح پھر فرشتہ چابک ماریگا اور جب اسکا چمڑا جہنم کی آگ سے مڑ جائیگا تو از سر نو تیار ہو جائیگا جیسا کہ اللہ تعالی نے فرمایا" جب ان کے چمڑے پک جائیں گے تو پھر ان کے دوسرے چمڑے تبدیل کر دیں گے تاکہ عذاب چکھیں۔ اس پر کوئی کافر پیاسا ہو کر پانی مانگے گا تو اسے گرم پانی دیا جائیگا جب وہ گرم اس کے منہ کے قریب لایا جائیگا تو پانی ایسا گرم ہوگا کہ اس کے چمڑے کو ادھیڑ کر رکھ دیگا اس کے باوجود کافر پانی منہ میں ڈالیگا تو پانی کی گرمی سے اس کی داڑھیں اکھڑ جائیں گی اور چمڑا اکھڑ جائیگا اسی طرح انھیں جہنم کی سزا ملے گی اس پر وہ نہ مریں گے اور نہ ہی انھیں جہنم سے نکالا جائیگا۔

مقتول اللہ تعالی کی بارگاہ میں

حدیث میں ہے کہ " قیامت میں اللہ تعالی کی بارگاہ میں مقتول حاضر ہوگا ایک ہاتھ پر اپنا سر لئے ہوئے اور دوسرے ہاتھ میں قاتل کی گردن میں کپڑا اڈالے ہوگا اور اس کی رگیں خون سے بہہ رہی ہوں گی دونوں اللہ تعالی کے حضور میں ٹھہرے ہوں گے مقتول عرض کریگا یا اللہ اس نے مجھے مار ڈالا تھا اللہ تعالی قاتل کو جھڑک کر فرمائیگا کہ اسے جہنم میں لے جاؤ پھر اسے جہنم میں ڈالا جائیگا۔

کلام اعلیٰ حضرت

مومن وہ ہے جو ان کی عزت پہ مرے دل سے
تعظیم بھی کرتا ہے نجدی تو مرے دل سے

واللہ وہ سن لیں گے فریاد کو پہنچیں گے
اتنا بھی تو ہو کوئی جو آہ کرے دل سے

بچھڑی ہے گلی کیسی بگڑی ہے بنی کیسی
پوچھو کوئی یہ صدمہ ارمان بھرے دل سے

کیا اس کو گرائے دہر جس پر تو نظر رکھے
خاک اس کو اٹھائے حشر جو تیرے گرے دل سے

بھٹکا ہے کہاں مجنوں نے ڈالی ہوس کی خاک
دم بھر نہ کیا خیمہ لیلیٰ نے پرے دل سے

سونے کو تپائیں جب کچھ میل ہو یا کچھ میل ہو
کیا کام جہنم کے دھرے کو کھرے دل سے

آتا ہے در والا یوں ذوق طواف آنا
دل جان سے صدقے ہو سر گرد پھرے دل سے

اے ابرِ کرم فریاد فریاد جلا ڈالا۔
اس سوزشِ غم کو ہے ضد میرے ہرے دل سے

دریا ہے چڑھا تیرا کتنی ہی اڑائیں خاک
اتریں گے کہاں مجرم اے عفو ترے دل سے

کرتا تو ہے یاد ان کی غفلت کو ذرا رو کے
للہ رضا دل سے ہاں دل سے ارے دل سے

کلام نوری

از۔حضور مفتیٔ اعظم ہند رحمتہ اللہ علیہ

پیام لے کے جو آئی صبا مدینے سے
مریض عشق کی لائی دوا مدینے سے

سنو تو غور سے آئی صدا مدینے سے
قریں ہے رحمت و فضل خدا مدینے سے

ملے ہمارے بھی دل کو جلا مدینے سے
کہ مہر و ماہ نے پائی ضیا مدینے سے

تمام شاہ و گدا پل رہے ہیں اس در سے
ملی جہان کو روزی سدا مدینے سے

جو آیا لے کے گیا کون لوٹا خالی ہاتھ
بتادے کوئی سنا ہو جو "لا" مدینے سے

بتادے کوئی کسی اور سے بھی کچھ پایا
جسے ملا جو ملا وہ ملا مدینے سے

وہ آیا خلد میں جو آگیا مدینے میں
گیا وہ خلد سے جو چل دیا مدینے سے

تیرے حبیب کا پیارا چمن کیا برباد
الٰہی نکلے یہ نجدی بلا مدینے سے

ترے نصیب کا نوریؔ ملے گا تجھ کو بھی
لے آئے حصہ یہ شاہ و گدا مدینے سے

باب الاستفتاء

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری قادری

سوال ۱: کیا فرماتے ہیں علمائے کرام اس مسئلہ میں کہ ایک گاؤں ساکن پرنیہ تحصیل بہیڑی میں قبلہ امیر احمد صاحب نے مدرسہ اسلامیہ قائم کیا ایک مدرس کو رکھا بچے پڑھنے لگے مدرسہ ترقی کرنے لگا اور طلباء کی تعداد بڑھنے لگی ایک گاؤں موضع پرنیہ کے قریب ہے وہاں کے مولانا لٹھ نماز جنازہ میلاد و نکاح پڑھادیا کرتے تھے قبلہ امیر احمد صاحب نے جو مدرس رکھ لئے تھے اور مدرسہ قائم کرلیا تھا اس بات پر مولانا لٹھ کو بڑا اعتراض ہوا کہ میرے بغیر مشورہ کے مدرس کو کیوں رکھا مدرسہ اسلامیہ قائم کیوں کیا اور وہاں جھگڑا بھی آپس میں کرادیا مدرسہ قائم کرنے سے پہلے قبلہ امیر احمد صاحب ان کے پاس گئے اور ان سے کوشش کی کہ بچوں کو ہمارے یہاں پڑھنے کو بھیجو ہم نے مدرسہ اسلامیہ قائم کرلیا ہے لہٰذا اب وہ کہہ رہے ہیں کہ میرے بغیر مشورہ مدرس کو کیوں رکھا ہے اب علمائے کرام شریعت و مطہرہ کے بارے میں کیا فرماتے ہیں اور دین کے کاموں میں رخنہ ڈالے اور مدرسہ اسلامیہ کے بارے میں اعتراض کرے۔ نعوذ باللہ من ذالک۔

المستفتی

نثار احمد امیر احمد موضع پرنیہ ضلع بریلی شریف

الجواب: مدرسہ اور مدرس پر اس شخص کو کیا اعتراض ہے تفصیل سے پوچھا جائے انشاء اللہ جواب دیا جائے گا اور سائل نے جو مولانا لٹھ لکھا ہے اس سے احتراز کریں کہ برا لقب کسی کا رکھنا ناجائز ہے و اللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و مفتیان شرع متین مندرجہ ذیل مسئلہ کے بارے میں کہ

(۱) طوائف کے روپے مزار شریف کی تعمیر میں شامل کرسکتے ہیں یا نہیں؟ جب کہ ان کے تقریباً ۳۰ بیگہ زمین بھی ہے اور اس کا ایک لڑکا سروس میں ہے اور دو لڑکے درزی ہیں ایسے حالات میں اگر طوائف مزار شریف کی تعمیر میں روپے دے تو لینا جائز ہے یا ناجائز؟

(۲) زکوٰۃ، صدقہ، فطرہ اور عشرہ کے روپے سے مدرسہ تعمیر کرسکتے ہیں یا نہیں؟

سائل

سید عمران علی مقام کلیا آنولہ ضلع بریلی

۳ر شعبان ۱۴۱۹ھ

الجواب: صورت مسئولہ میں اگر وہ اپنی جائز کمائی سے تعمیر کے لئے دیتی ہے تو اس کا لگانا جائز ہے اور اگر ناجائز آمدنی تعمیر کے لئے دے تو اس کا لینا جائز نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم

(۲) صدقات واجبہ مثل زکوٰۃ و فطرہ، عشر وغیرہ کی ادائیگی کے لئے تملیک فقیر مسلم شرط ہے یعنی اس کی رقم کسی فقیر مسلم مستحق زکوٰۃ کو دے کر اس کا مالک بنادے وہ بعد قبضہ اپنی جانب سے مدرسہ کو دیدے تو اب اس رقم کا مدرسہ کے ہر کام میں صرف کرنا جائز ہے بے حیلہ شرعی مدرسہ میں لگانا جائز نہیں ہے حیلہ شرعی کرکے جائز ہے

واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب و المولی تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

کتبہ محمد ناظم علی قادری بارہ بنکوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۴؍ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان عظام اس مسئلہ میں کہ مؤذن نے اذان میں لفظ اکبر کو یعنی اللہ اکبر کو اللہ اکبار کہا تو کیا ایسا کہنا کفر ہے ؟ اگر یہ کفر ہے تو سننے والے اور پڑھنے والے پر خالی کلمہ توبہ سے ہی حل نکلے گا یا پھر دوبارہ مسلمان ہونا پڑے گا یا امام کی موجودگی میں یہ جملہ کہا گیا تو کیا اس کا (سننے والوں اور پڑھنے والے کا) نکاح ٹوٹ گیا برائے کرم اس سوال کا جواب تفصیلی طور پر قرآن وحدیث کی روشنی میں دے کر مشکور فرمائیں نوازش ہوگی اور سننے والوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کیا۔

الجواب: اللہ اکبار کہنا ناجائز و حرام ہے اگر موذن نے قصداً اکبار کہا تو یہ کفر ہے رد المحتار جلد ۱، صفحہ ۳۸۵ میں ہے و تعمده ای تعمد مد الهمزة من لفظ الجلالة او اکبر کفر اور اسی میں ہے کہ اکبار ابلیس کی اولاد کا نام ہے اکبار اسم ولد ابلیس اس مؤذن پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کرے بعد توبہ تجدید ایمان و تجدید نکاح بھی کرے جب کہ بیوی والا ہو اور جب سننے والوں نے ناپسندیدگی کا اظہار کردیا ہے تو ان لوگوں پر کوئی الزام نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب و اللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۱۰؍ رجب المرجب ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین شرع متین مسئلہ ذین کے بارے میں کہ

(۱) زید کا بکر کے ہمراہ زمین کا مقدمہ چل رہا ہے زید کے بھائی کی دختر نیک اختر کا اچانک صبح صادق آٹھ بجے انتقال ہوگیا جس کا اعلان اہل بستی میں کردیا گیا شام تقریباً چار بجے سپرد خاک کردیا گیا دفعتاً ایک افواہ یہ اٹھی کہ لڑکی اپنی موت سے نہیں بلکہ ماری گئی ہے اس پر بکر اس کے ہم خیال مل کر پولیس میں جاکر انہوں نے یہ مشکوک رپورٹ کی کہ لڑکی کی لاش قبر سے برآمد کی جائے باقاعدہ پوسٹ مارٹم کرایا جائے اور ضابطہ ۳۰۲ کے تحت ان کو گرفتار و حکومت کی تحویل میں دیا جائے پولیس عملہ حرکت میں آکر بکر اور اس کے تمام ہم نواؤں کو لے کر قبرستان گیا ساتھ میں بکر کے بھتیجے کو جبراً و قہراً لے گئے قبرستان میں مہتروں نے ان کے سامنے ہے نوشی کی اور لاش کو قبر سے نکال کر برہنہ کرکے متعدد تصویریں مصور کو بلاکر کھینچی گئیں لاش کو ڈاکٹری کے لئے دوسرے قصبہ لے جایا گیا پھر لاش کو لاکر قبر میں بڑی بے حرمتی سے ٹھونس دیا ڈاکٹری معائنہ میں کوئی وجہ ضرب کاری یا زدوکوب نہیں بتلایا گیا عوام الناس کی یہ بات فضا میں گونج رہی ہے کہ جن لوگوں نے قبر کھودی ہے ان پر کفر عائد ہوگیا برائے کرم ازروئے شرع واردات کی بنا پر ان حضرات پر کیا حکم ہوا مطلع فرمائیں عین کرم ہوگا۔

(۲) زید سے سہواً حضور خواجہ غریب نواز کی درگاہ شریف کا تغریٰ اور بسم اللہ شریف کے عدد ۷۸۶ پاخانہ میں گر گئے یعنی سیٹ ٹینک میں زید اس کو کھدوا کر نکلوانا چاہتا ہے ازروئے شرع اس کے لئے کیا حکم صادر فرمایا جائے۔

(۳) جنون کی حالت میں کلمہ کفر عائد ہونے سے شریعت مطہرہ میں کیا حکم نافذ ہے موت کے قبل دماغی توازن درست ہوگیا تھا توبہ کیا پر کلمہ کفر کا لب پر نام ادا نہ کیا ایسے شخص کی نماز یا دعائے مغفرت کرنا کیسا ہے برائے کرم عوام کو خبردار کرنے کی زحمت گوارہ فرمائے۔

(۴) زید کی منکوحہ کا انتقال ہو گیا اس کے بعد ایک بیوہ سے عقد ثانی کیا پر دونوں میں سے کسی کے کوئی اولاد نہیں زید کے مرنے کے بعد اس کے حقیقی بھائی کے لڑکے زید کی بیوہ کا حق تلف کرنا چاہتے ہیں اور عدالت میں حلف بیان دیا کہ یہ زید کی بیوی نہیں ہے بلکہ ایک نوکرانی کی حیثیت سے تھی بلکہ نکاح کے وقت جو گواہان تھے ایک زندہ ہے زید اور اس کی بیوی ہمیشہ ایک ساتھ رہے حسن و ظن کے ساتھ نباہ ہوا بلکہ کاغذات عقد موجود نہیں ہیں کیا کاغذات عقد کے بغیر وہ منکوحہ نہیں ہے بلکہ الزام تراشی کرنے والا حاجی بھی ہے اور یہ گاہے بگاہے امامت و اقامت بھی کرتا ہے کیا درست ہے بروئے شرع مطلع فرمانے کی مہربانی فرمائیں۔ مضمون طول کی معذرت کی درخواست ہے۔ فقط والسلام۔

المستفتی

محمد عظیم خیرا ضلع شہڈول (ایم پی)

الجواب: بعد دفن میت کا قبر سے نکلوانا ناجائز و حرام ہے در مختار میں ہے لا یخرج منہ بعد اھالۃ التراب جن لوگوں نے پولیس کے ذریعہ لڑکی کو نکلوایا ہے وہ لوگ سخت گنہگار مستحق عذاب نار ہیں ان لوگوں پر فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور ان لوگوں سے معافی بھی چاہیں اور یہ لوگ جب تک حکم مذکور پر عمل نہ کریں ان سے ترک تعلق کا حکم ہے قال اللہ تعالیٰ فلا تقعد بعد الذکریٰ مع القوم الظلمین۔ ہاں بعد توبہ صحیحہ شامل برادری کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) یہ چیزیں پاخانہ میں لے جانا جائز نہیں۔ اگر واقعی سہواً گر گیا ہے تو اس پر توبہ لازم ہے اور اگر قصداً یہ چیزیں پاخانے میں ڈال دی ہیں تو اس پر توبہ فرض ہے بعد توبہ صحیحہ تجدید ایمان کرے بعد تجدید ایمان تجدید نکاح کرے اور ان چیزوں کو نکال لے اور جب تک زید حکم مذکور پر عمل نہ کرے اس سے ترک تعلق کا حکم ہے بعد توبہ صحیحہ، تجدید ایمان وغیرہ شامل برادری کرلیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) مرتد ہونے کیلئے چند شرطیں ہیں عقل نا سمجھ بچہ اور پاگل سے ایسی بات نکلی حکم کفر نہیں۔ ہوش اگر نشے میں کلمۂ کفر بکا تو کافر نہ ہوا۔ اختیار مجبوری اور اکراہ کی صورت میں حکم کفر نہیں۔ اگر واقعی اس وقت جنون کی حالت تھی تو حکم کفر نہ ہوگا پھر اس نے توبہ کی ہے تو اس کی نماز جنازہ پڑھنا جائز ہے اور اس کی دعائے مغفرت جائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) بے ثبوت شرعی کسی مسلمان کی طرف گناہ کبیرہ کی نسبت کرنا ناجائز و حرام ہے احیاء العلوم میں ہے لایجوز نسبۃ کبیرۃ الیٰ مسلم من غیر تحقیق اگر عورت اسے اپنا شوہر بناتی ہے تو کسی کو اعتراض کی ہرگز گنجائش نہیں بلکہ ان کا صرف یہ باہمی اقرار ہی ثبوت نکاح کے لئے کافی ہے اگرچہ کوئی گواہ گواہی نہ دے رد المحتار میں ہے صرحوا ان النکاح یثبت بالتصادق پھر ان کا باہم زن و شوہر کی طرح رہنا دوسرا ثبوت نکاح ہے۔ یہاں تک کہ جتنے لوگ اس حال سے واقف ہیں سب کو ان کے زوج و زوجہ ہونے پر گواہی دینا جائز ہے ہدایہ میں ہے حل لہ یشھد اذ رائی رجلاً و امراۃً یسکنان بیتاً و ینبسط کل واحد منھما الیٰ الآخر انبساط الازواج ملخصاً پھر یہ ہے کہ ایک گواہ موجود ہے لہٰذا ایسا شخص سخت گنہگار ہے اور اس کے پیچھے نماز مکروہ تحریمی واجب الاعادہ ہوگی یعنی پڑھنی گناہ پھیرنی واجب واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب و المولیٰ تعالیٰ اعلم

قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی

مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف

۳۰/ شعبان المعظم ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین و شرع متین مسئلہ ذیل میں کہ سائل و حقائق میں از راہ کرم قرآن و حدیث کیا ارشاد فرماتے ہیں۔

۱۔ تحسین احمد خاں کی ذاتی زمین جو کہ بنجر ہے کچھ لوگوں نے اس زمین پر بغیر اجازت بنا وقف و خریدے من مانے محمد یہ مسجد تعمیر کر ڈالی ہے اس مسجد میں نماز پڑھنا حلال ہے یا حرام۔

۲۔ کیا محمد یہ مسجد کی تعمیر حلال ہے یا حرام۔

۳۔ محمد یہ مسجد کے اطراف میں اور خالی زمین ہے اس لوگوں نے اسے بھی اپنے قبضہ میں لے رکھا ہے اور سرکاری عدالت میں یہ کہہ کر دعویٰ کیا ہے کہ تحسین احمد خاں کی جگہ پر مسجد اور قبرستان کا قبضہ ہے کیا یہ مسجد اور قبرستان کا قبضہ اسلامی نکتہ نظر سے حلال ہے یا حرام۔

۴۔ کیا مسجد دوسروں کی زمیں پر قبضہ کر سکتی ہے۔

۵۔ تحسین احمد خاں کی جگہ پر محمد یہ مسجد بغیر اجازت تعمیر کی گئی ہے لوگ جو اس میں نماز پڑھتے ہیں ان لوگوں کو اس بات کا علم ہے کہ مسجد دوسروں کی جگہ میں بنا اجازت بنی ہے مگر وہ لوگ ڈھٹائی سے نماز ادا کرتے ہیں کیا ان کی نماز ادا کرنا حرام ہے یا حلال۔

۶۔ کیا قبرستان دوسروں کی زمیں پر قبضہ کر سکتا ہے۔

۷۔ کیا تحسین احمد خاں کی ذاتی زمیں میں میت دفنانا حلال ہے یا حرام۔

۸۔ کیا تحسین احمد خاں کو اپنی زمیں واپس لینے کا حق ہے یا نہیں۔

۹۔ قرآن حدیث ان لوگوں کے بارے میں کیا فرماتے ہیں جن لوگوں نے تحسین احمد خاں کی زمیں پر مسجد تعمیر کر لی ہے اور قبرستان کا قبضہ ہے ایسا سرکاری عدالت میں مقدمہ دائر کیا ہے۔

۱۰۔ تحسین احمد خاں کو زمیں واپسی سے باز رکھنا یا حق بردار ہونے کے لئے ڈرانا دھمکانہ اور ان کے خلاف عوام میں غلط فہمی پیدا کرنا حلال ہے یا حرام واضح اور تفصیل احکام میں قرآن و حدیث کی روشنی میں جواباً اپنا فتویٰ تحریر فرما کر ممنون کیجئے احسان ہوگا والسلام۔

فقط محمد تحسین احمد خاں

الجواب: جب وہ زمین تحسین احمد خاں کی ذاتی ہے بغیر خریدے یا اس کے وقف کئے اس زمین پر مسجد کی تعمیر کرنا جائز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے جو کسی کی زمین غصب کر لے یا جبر اً لے لے کل قیامت کے دن ساتوں زمین طوق بنا کر اس کے گلے میں ڈالی جائیں گی۔ **من ظلم قید شبر من الارض طوقه من سبع ارضین** غصب کرنے والے گناہ گار ہیں صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور اگر تحسین احمد خاں اس جگہ کو اب مسجد کے لئے وقف کر دیں یا لوگ قیمت دیکر خرید لیں تو مسجد ہو جائے گی اس منصوبہ زمیں پر لوگوں نے مسجد بنا ڈالی ہے تو اس مسجد میں نماز میں کوئی حرج نہیں ہے۔ ردالمحتار میں ہے **بنی مسجداً فی ارض غصب لاباس بالصلاۃ فیه و اللہ تعالیٰ اعلم**۔

(۳) جب وہ زمیں قبرستان کی نہیں ہے اور مسجد کی بھی نہیں ہے تو اسے قبرستان و مسجد کا بنا کر قبضہ کرنا جائز نہیں اور اس کا دعویٰ بھی غلط اور باطل ہے وہ لوگ اپنے دعویٰ سے باز آئیں اور توبہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) جائز نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) اس کا حکم جواب نمبر ایک میں ملاحظہ فرمائیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۶) جائز نہیں ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۷) میت دفن کرنا ناجائز و حرام ہے مالک زمین میت کو قبر سے نکال سکتا ہے جب کہ اس کی اجازت کے بغیر دفن کیا ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۸) شرعاً حق حاصل ہے جب کہ وہ زمین اس کی ہو واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۹ تا ۱۰) جن لوگوں نے ایسا کیا ہے وہ لوگ گنہگار ہیں وہ لوگ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور اس سے معافی بھی

چاہیں حدیث شریف میں ہے جو کسی مسلمان کو اپنے قول و فعل سے اذیت پہونچائے اس نے اللہ عزوجل و رسول اللہ صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کو اذیت پہنچائی من اذی مسلماً فقد اذانی و من اذانی فقد اذی اللہ و اللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب و المولیٰ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی
کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۱۴؍ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

کیا فرماتے ہیں علمائے دین اس مسئلہ میں کہ

(۱) جس نے ۲۸ روزے رکھ کر بغیر چاند دیکھے ٹی وی و ریڈیو کی خبر سن کر عیدالفطر منائی ایسا کرنا کیسا ہے اور اس کے لئے کیا حکم ہے۔

(۲) جس نے ۲۹ روزے رکھے اور جھوٹی خبر سن کر روزہ توڑ دیا اس کے لئے کیا حکم ہے۔

(۳) جس امام نے اعلان کر کے ساری بستی کے روزے تڑوا دیئے ہوں اس کے بارے میں کیا حکم ہے۔

المستفتی
حراست القادری

الجواب: شرعاً ٹی وی و ریڈیو کی خبر معتبر نہیں ہے اور اس کی خبروں پر عید منانا جائز نہیں ہے حدیث شریف میں ہے کہ چاند دیکھ کر عید کرو اور آسمان میں غبار و ابر ہوں تو تیس روزے پورے کرو وہ لوگ صدق دل سے توبہ و استغفار کریں اور ایک ایک روزہ اور رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) ان پر توبہ لازم ہے بعد توبہ ایک روزہ رکھیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) سخت گنہگار ہے اس پر توبہ فرض ہے کہ صدق دل سے توبہ و استغفار کرے اور ایک روزہ رکھے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب و المولیٰ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی
کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۱۴؍ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

مسئلہ: اگر کسی عالم کا عقیدہ یہ ہے کہ شیطان نبی کے سوا غیر نبی جو بھی ہیں جیسا کہ حضرت صدیق اکبر رضی اللہ تعالیٰ عنہ و عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ غوث اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ یا خواجہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی شکل میں آکر کسی کو دھوکا دے سکتا ہے ایسا عقیدہ رکھنے والے عالم کے پیچھے نماز پڑھنا جائز ہے یا ناجائز؟

دارالعلوم گلشن رضا اہل سنت والجماعت ضلع تمکر

الجواب: حدیث شریف میں ہے کہ انبیاء کرام علیھم الصلاۃ والسلام کی صورت شیطان رجیم نہیں اختیار کر سکتا ہے جامع صغیر میں ہے من رانی فی المنام فقد رانی الحق فان الشیطان لایتمثل بی۔ اس حدیث کے تحت فیض قدیر میں ہے و منہ اخذان جمیع الانبیاء کذلك۔ دوسری حدیث میں ہے من رانی فقد رای الحق فان الشیطان لا یتزی بی۔ جس نے حضور ﷺ کو دیکھا اس نے سچ دیکھا اور شیطان میری صورت میں نہیں آسکتا ان بزرگوں کے نام کی تخصیص کر کے نہیں کہنا چاہئے بلکہ یوں کہے کہ شیطان سو بھیس بنا کر آدمی کو بہکاتا ہے اور اس کے پیچھے نماز جائز ہے جب کہ وہ لائق امامت ہو اور رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی جگہ ؓ لکھنا ناجائز ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

صح الجواب و اللہ تعالیٰ اعلم
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ
کتبہ محمد مظفر حسین قادری رضوی
مرکزی دارالافتاء ۸۲ سوداگران بریلی شریف
۱۳؍ شوال المکرم ۱۴۱۹ھ

اعلیٰ حضرت نے کسی مسلم برادری کو رذیل نہیں کہا

فتویٰ از حضور مفتی اعظم مولانا مصطفیٰ رضا خان بریلوی قدس سرہ

کیا فرماتے ہیں علماء دین ومفتیان شرع متین اس مسئلہ میں کہ ایک شخص کہتا ہے اعلیٰ حضرت قبلہ نور اللہ مرقدہ نے اپنے فتاویٰ کتاب النکاح میں جولاہوں اور وہابیوں وموچیوں وغیرہ ہم کو ذلیل لکھا ہے کہ یہ لوگ ذلیل ہیں تو کیا واقعی یہ لوگ ذلیل ہیں اور یہ کہاں تک سچ ہے اور حضور ان لوگوں کو کیسا سمجھتے ہیں۔ بینوا وتوجروا۔

الجواب:۔ مسلمان ہونا عزت ہے اور کافر ہونا ذلت، بھنگی چمار ہیں وہ جو اپنے آپ کو شریف کہتی ہیں یعنی شیخ مغل پٹھان وغیرہ اور وہ جو ان اقوام مذکورہ سے اپنے آپ کو بھی چھوٹا جانتے ہیں یعنی دھنے جولاہے نائی موچی وغیرہ سب ذلیل جانتے ہیں۔ آج اگر وہ مسلمان ہو جائیں تو وہ اس پٹھان اس شیخ اس مغل بلکہ اس مدعی سیادت سے بہت زیادہ عزت والا ہے جو معاذ اللہ کفر کرے وہابی یا رافضی یا قادیانی وغیرہ ہو جائے۔ بلکہ حقیقۃً وہی عزت والا اور بڑی عزت والا ہے۔ قال اللہ تعالیٰ للّٰہ العزۃ و لرسولہ و للمومنین ان عزیزوں میں داخل جن کو اللہ نے اپنے اور اپنے رسول کے بعد عزت والا فرمایا نص قرآنی عزت کا مسلمانوں میں حصر ہے کسی کافر کو عزت سے کوئی ادنیٰ واسطہ نہیں وہ کافر اصلی ہو یا مرتد کہ اسلام کو مدعی ہو۔ اور کفار ہی ذلیل ہیں قال تعالیٰ اولئك فی الاذلین پھر مسلمانوں میں عزیز و بزرگ وہ ہے جو متقی وپرہیزگار ہو جو جتنا اتقی ہو زیادہ تقویٰ والا ہوگا اسی کا مرتبہ زیادہ بلند و بالا ہوگا قال تعالیٰ ان اکرمکم عند اللہ اتقکم بھنگی چمار مسلمان ہو کر تقویٰ اختیار کرے عالم دین بنے وہ جاہل شیخ مغل پٹھان فاسق مغل شیخ پٹھان سے اللہ و رسول کے نزدیک زیادہ عزت والا ہے اور جاہل فاسق مدعی شرافت اپنے فسق فجور کے سبب ذلیل۔ رہا عرف تو اس میں یہ چار قومیں شریف گنی جاتی ہیں باقی کسی حدیث سے ان سے کمتر اسی پر شریعت نے کفائت کا اعتبار فرمایا۔ شریعت پاک کے بعض مسائل کا مدار عرف پر ہے۔ اگر ہندوستان میں پٹھان اور مغل اور شیخ عالم دین کو حضرات سادات اپنے برابر کا نہ شمار کرتے اور عرفاً ان کی سیدوں کے یہ نسبت کو نسبی کا وزن شرافت ہم سے پورا نہ ہوتا تو ہرگز وہ بھی ان کی کفو نہیں ہو سکتے۔ فتاوی رضویہ میں جہاں جولاہوں وغیرہ کو تحریر فرمایا کہ وہ عالم ہو کر بھی سیدوں کے کفو نہیں ہو سکتے وہاں یہ بھی تحریر فرمایا کہ اس وقت تک ------ جہاں وہ تحریر فرمایا کہ مغل پٹھان، وغیرہ عالم ہو کر ان کے کفو ہوتے ہیں وہاں وجہ بھی لکھ دی کہ اس ملک میں مغل پٹھان وغیرہ علما سادات کو ---- نہیں ہوتی۔ اعلی حضرت پر یہ افترا بحث ہے کہ انہوں نے جولاہوں نائیوں موچیوں کو ذلیل لکھا ہے وقد خاب من افترئ سے مفتری کو ڈرنا چاہئے اور پھر ایسے امام جلیل پر وہ بھی بعد وصال ولاحول و لا قوۃ الا باللہ پشہ کی وفات حقیقۃً مستلزم و نائت شخص نہیں کما ھو ظاہر جدا یہ اس مفتری کذاب کا محض دروغ بے فروغ ہے۔ حضرت نے ان لوگوں کو کہیں ذلیل نہ تحریر فرمایا بلکہ اس مفتری کذاب کی دروغ بانی خود اسی فتاوی مبارکہ کتاب النکاح حصہ سوم سے ظاہر، ص ۱۲۰ ملاحظہ ہو اگر کوئی مسلمان ہوا تو مسلمانوں کے دین میں اسے نظر حقارت سے دیکھنا حرام اور سخت حرام ہے وہ ہمارا دینی بھائی ہو گیا اللہ تعالیٰ فرماتا ہے انما المومنون اخوۃ اور فرمایا فاخوانکم فی الدین پھر اسی صفحہ پر فرمایا ان کے سوا جو قومیں رہ گئیں کہ بادی عرف میں ذلیل سمجھی جاتی ہیں۔ الخ ص ۱۱۸ پر فرمایا مغل پٹھان یا غیر قریشی شیخ مثلاً انصاری کہ اگرچہ یہ قومیں شریف کہی جاتی ہیں ------ صفحہ

۱۱۷ پر جس کی عبارت دکھا کر اس کذاب مفتری نے یہ جتنا بہتان باندھا وہیں تھا پٹھان مغل یہاں اپنے آپ کو شرفائی ـــــ سے شمار کرتے ہیں۔ اس عبارت سے اس کذاب کا کذب واضح ہو گیا اور کھل گیا کہ حضرت قدس سرہ نے کہیں جولاہوں نائیوں وغیرہ کو ذلیل نہیں تحریر فرمایا اور وہ جو ذلیل پیشہ ور تحریر ہوا وہ پیشہ کی عرفی ذلت ہے ان عبارتوں میں ہر ذرا سا پڑھا ہو وہ بغیر تامل جان لے گا کہ عرف پر کلام ہے کیا جگہ جگہ پٹھانوں وغیرہم کو نہ فرمایا کہ وہ اپنے آپ کو شریف شمار کرتے ہیں یہ قومیں شریف گنی جاتی ہیں یو نہیں یہ کہ جولاہے نائی وغیرہ کے پیشہ ذلیل عرفی ہیں۔ رہی عزت حقیقی وہ اسلام اور حسن عمل ہے جو صفحہ ۱۲۰ کی عبارت سے ظاہر ہے۔ صفحہ ۱۲۱ پر فرمایا شرافت قوم پر منحصر نہیں اللہ عزوجل فرماتا ہے ان اکرمکم عنداللہ اتقٰکم تم میں زیادہ بہتر والا اللہ کے نزدیک وہ ہے جو زیادہ تقوی رکھتا ہو۔ جب حضرت قدس سرہ نے یہ نص فرمادی تو ظاہر ہو گیا کہ حضرت کے نزدیک ہر جولاہا وہ نائی وہ دھناوہ موچی و چھیپی وہ قصائی بلکہ وہ چمار وہ بھنگی جو بعد اسلام نیک عمل کرے متقی و پرہیزگار بنے شریف ہے۔ اور ہر وہ مغل و پٹھان وہ شیخ جو فسق و فجور میں مبتلا ہو ذلیل۔ اللہ اس مفتری کو توبہ کی طرف ہدایت فرمائے۔ واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر مصطفیٰ رضا قادری عفی عنہ۔

صح الجواب و اللہ تعالیٰ اعلم

نعت شریف

از: خوشتر ضیائی رضوی، رہتاس (بہار)

ابھی ہماری زیست جب شاخ ببول میں
کچھ اور کیف آگیا ذکر رسول...... میں

بنتی ہے ان کی نظر عنایت سے زندگی
ان کا وسیلہ چاہئے رب کے حصول میں

رضواں نہ چھیڑ ذکر ابھی تو بہشت کا
کھویا ہوا ہوں میں ابھی کوئے رسول میں

خوشتر میری حیات کی اتنی ہے آرزو
اے کاش زندگی ملے شہر رسول میں

نعت پاک

عظمتِ شانِ رسالت کا پتہ دینے لگے
سنگ ریزے بھی صدائے حق نما دینے لگے

زندگی اس حیثیت میں ہے غمِ عشقِ نبی
جو ملے تھے زخم جینے کا مزہ دینے لگے

کہہ دیا ان کو بھی رحمت نے سزا وار کرم
جو محمد مصطفیٰ کا واسطہ دینے لگے

باغ طیبہ تیرے پھولوں کی لطافت کیا کہوں
خار دشت پاک آنکھوں کو مزہ دینے لگے

گرمی محشر سے جب گھبرائے ہم ان کے غلام
رحمت کونین رحمت کی ہوا دینے لگے

دشمنوں پر مہربانی دلنوازی یہ سلوک
آپ خاروں کو گلوں کا مرتبہ دینے لگے

کوئی رہ جائے نہ محروم عنایت اس لئے
پتھروں کو آپ تاج نقش پا دینے لگے

ہجر آقا کے دو آنسو بھی ہیں اتنے کارساز
فرد عصیاں کی وہ تحریریں مٹا دینے لگے

آگئے ہیں زیر کفش مصطفےٰ مخدومؔ جو
خاک کے وہ ذرے تاروں کو ضیا دینے لگے

از:۔ محمد مخدوم نوری مخدومؔ بریلوی

تم میں سے بہترین شخص وہ ہے جو قرآن کو سیکھے اور سکھائے۔ (حدیث)

فاتحہ وایصال ثواب

حضرت مولانا محمد شفیع اوکاڑوی (کراچی)

عبادت کی تین قسمیں ہیں۔ بدنی، مالی، مرکب جس کا تعلق بدن سے ہو جیسے تلاوت قرآن، تسبیح و تحلیل، دعا و استغفار اور نماز و روزہ وغیرہ وہ بدنی عبادت ہے۔

جس کا تعلق مال سے ہو جیسے زکوٰۃ و صدقات اور خیرات وغیرہ وہ مالی عبادت کہلاتی ہے۔

اور جس کا تعلق دونوں سے ہو جیسے حج کہ اس میں مال بھی خرچ ہوتا ہے اور مکہ مکرمہ پہنچ کر جسمانیت کے ساتھ حج کے ارکان بھی ادا کرنے پڑتے ہیں اس کو مرکب عبادت سے تعبیر کیا جاتا ہے۔

مسلمان ان عبادتوں میں سے اخلاص کے ساتھ جب کوئی عبادت کرتا ہے تو اللہ تعالیٰ اپنے فضل و کرم سے اس کو اجر و ثواب عطا فرماتا ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ مسلمان اپنی کی عبادت کا ثواب کسی متوفی مسلمان کو پہنچا سکتا ہے یا نہیں؟ معتزلہ کا مذہب یہ ہے کہ نہ تو ثواب پہنچتا ہے اور نہ اس سے مردوں کو کوئی نفع پہنچتا ہے۔ جمہور اہل سنت و جماعت کا مذہب یہ ہے کہ ثواب پہنچتا ہے اور اس سے مردوں کو نفع بھی پہنچتا ہے۔

اگرچہ معتزلہ تو نہیں رہے لیکن بدقسمتی سے مسلمانوں میں پھر ایسے چند افراد پیدا ہوگئے ہیں جنہوں نے معتزلہ کی طرح ایصال ثواب کا انکار کرنا شروع کردیا ہے حالانکہ وہ قرآن و حدیث پر ایمان و عمل رکھنے کے مدعی ہیں۔ تعجب ہے کہ وہ قرآن و حدیث پر ایمان و عمل رکھنے کے مدعی ہوکر ایصال ثواب اور اس کے مفید و نافع ہونے کے منکر کیسے ہوگئے ہیں کیونکہ قرآن و حدیث پر ایمان و عمل کا دعویٰ اور ایصال ثواب کا انکار۔ یہ دونوں چیزیں تو ایسی ہیں جو کبھی جمع نہیں ہو سکتیں ایسے حضرات کو حسب ذیل دلائل میں گہری نظر سے غور کرنا چاہیے۔

بدنی عبادات

میت کے لئے دعا و استغفار کرنا

(۱) حضرت نعمان بن بشیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں۔

الدعاء ھو العبادۃ (ابوداؤد) دعا عبادت ہے۔

(۲) حضرت انس رضی اللہ تعالیٰ عنہ فرماتے ہیں کہ حضور صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے فرمایا الدعاء مخ العبادۃ (کنزالعمال) دعاء عبادت کا مغز ہے۔

ان دونوں حدیثوں سے ثابت ہوا کہ دعاء عبادت بلکہ عبادت کا مغز ہے۔

(۳) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے۔

والذین جآؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان (قرآن کریم، پ۲۸) وہ جو ان کے بعد آئے وہ یوں دعا کرتے ہیں اے ہمارے پروردگار ہم کو بخش دے اور ہمارے ان بھائیوں کو بھی بخش دے جو ہم سے پہلے باایمان گزر چکے ہیں۔

غور فرمائیے! اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ مسلمانوں کے اس مبارک فعل کو بطور استحسان و تعریف بیان فرمارہا ہے کہ وہ بعد میں آنے والے مسلمان جہاں اپنے لئے دعائے بخشش کرتے ہیں وہاں اپنے مسلمان بھائیوں کے لئے بھی دعائے بخشش کرتے ہیں جو ان سے پہلے گزر چکے ہیں۔

جب ثابت ہوگیا کہ دعاء عبادت ہے تو معلوم ہوا کہ زندوں کی عبادت یعنی دعاء سے مردوں کو فائدہ پہنچتا ہے اگر یہ نہ مانا جائے تو پھر مسلمان کا اپنے متوفی بھائیوں کے لئے دعائے بخشش کرنا فضول اور لغو قرار پائے گا۔ اور پھر یہ بھی کہنا پڑے گا کہ قرآن معاذاللہ فضول اور لغو کاموں کو بطور تعریف و استحسان

بیان کرتا ہے۔ ثابت ہوا کہ زندہ مسلمان کا مردہ مسلمانوں کے لئے دعائے بخشش کرنا مردوں کے عفوو بخشش اور رفع درجات کا موجب ہے۔

(۴) چنانچہ امام جلال الدین سیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں۔

وقد نقل غیر واحد الاجماع علی ان الدعاء ینفع المیت و دلیله، من القرآن قوله تعالیٰ والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا ولاخواننا الذین سبقونا بالایمان (شرح الصدور ص ۱۲۷)

اور اس امر پر بہت سے علماء نے اجماع نقل کیا ہے کہ بیشک دعاء میت کو نفع دیتی ہے اور اس کی دلیل قرآن شریف میں اللہ تعالیٰ کا یہ قول ہے والذین جاؤا من بعدھم یقولون ربنا اغفرلنا و لاخواننا الذین سبقونا بالایمان

(۵) اللہ تعالیٰ قرآن مجید میں حضرت ابراہیم علیہ السلام کی دعاء کا ذکر بھی بطور تعریف بیان فرماتا ہے۔

ربنا اغفرلی و لوالدیّ و للمومنین یوم یقوم الحساب (قرآن کریم)

اے ہمارے پروردگار مجھ کو اور میرے ماں باپ کو اور مومنین کو بخش دے جس دن حساب قائم ہو۔

دیکھئے ابراہیم علیہ السلام اپنے متوفی والدین اور مسلمانوں کے لئے بخشش کی دعاء فرمارہے ہیں۔ دعاء عبادت ہے۔ تو معلوم ہوا کہ ان کی عبادت سے ان کے والدین اور مسلمانوں کو ضرور نفع ہوگا ورنہ حضرت ابراہیم کا دعاء کرنا فضول ٹھہرے گا۔ کیا یہاں یہ کہنا مناسب ہوگا کہ حضرت ابراہیم علیہ السلام جیسا جلیل القدر پیغمبر فضول کام کا مرتکب ہوا اور قرآن کریم نے فضول کام کا ذکر فرمایا؟ (معاذ اللہ)

(۶) اللہ تعالیٰ فرماتا ہے کہ وہ فرشتے جو عرش کو اُٹھانے والے ہیں اور اس کے اردگرد ہیں وہ ہماری تسبیح و تحمید کے ساتھ ساتھ۔

ویستغفرون للذین آمنوا (قرآن)

مومنوں کے لئے دعائے بخشش بھی کرتے ہیں۔

اس آیت سے معلوم ہوا کہ فرشتے اللہ کی تسبیح و تحمید کے ساتھ مومنوں کے لئے دعائے بخشش بھی کرتے ہیں۔ دیکھئے دعائے بخشش مانگنے والے فرشتے ہیں اور اس کا فائدہ مسلمانوں کو پہنچے گا۔ اگر ان کی دعاء کا کوئی فائدہ مسلمانوں کے حق میں مرتب نہ ہوا تو ان کا مسلمانوں کے حق میں دعاء کرنا بیکار ہوگا اور فرشتے معصوم اور مامور من اللہ ہوتے ہیں ان کا کوئی کام بیکار اور بے فائدہ نہیں ہوتا۔ لہذا ثابت ہوا کہ فرشتوں کی عبادت یعنی دعائے بخشش کا فائدہ مسلمانوں کو ضرور پہنچے گا۔ معلوم ہوا کہ ایک کی عبادت کا دوسرے کو فائدہ پہنچ سکتا ہے۔ بشرطیکہ دوسرے کو فائدہ پہنچانا مقصود ہو۔

(۷) حضرت عبداللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہما فرماتے ہیں کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا

مالمیت فی القبر الا کالغریق المتغوث ینتظر دعوة تلحقه من اب و ام او اخ او صدیق فاذ الحقته کان احب الیه من الدنیا و مافیھا و ان اللہ تعالیٰ لیدخل الی اھل القبور من دعاء اھل الارض امثال الجبال و ان ھدیة الاحیاء الی الاموات الاستغفار لھم (مشکوٰۃ، ص ۲۰۶)

مردہ کی حالت قبر میں ڈوبتے ہوئے فریاد کرنے والے کی طرح ہوتی ہے وہ انتظار کرتا ہے کہ اس کے باپ یا ماں یا بھائی یا دوست کی طرف سے اس کو دعاء پہنچے اور جب اس کو کسی کی دعاء پہنچتی ہے تو وہ دعاء کا پہنچنا اس کو دنیا و مافیہا سے محبوب تر ہوتا ہے اور بیشک اللہ تعالیٰ اہل زمین کی دعاء سے اہل قبور کو پہاڑوں کی مثل اجر و رحمت عطا کرتا ہے اور بیشک زندوں کا تحفہ مردوں کی طرف یہی ہے کہ ان کے لئے بخشش کی دعا مانگی جائے۔

اس حدیث سے مردہ کا دعاء بخشش کا منتظر ہونا اور زندوں کے ہدیے و تحفے یعنی دعائے بخشش کا اس کیلئے بہت زیادہ مفید ہونا بخوبی ثابت ہے۔

(جاری)

اعلیٰ حضرت کے ایک شعر کی تشریح

از: مولانا عبدالستار حبیب ہمدانی
ضلع جبل پور بندر، گجرات

یعنی ہے سورۂ نور جن کی گواہ
ان کی پرنور صورت پہ لاکھوں سلام

★ سورہ: قرآن شریف کا ایک باب یا ایک فصل۔ سورت، بزرگی، شرف، مرتبہ، قرآن مجید کا ٹکڑا جو مقرر ہے۔

(حوالہ (۱) فیروزاللغات، ص ۸۱۹ (۲) لغات کشوری، ص ۴۰۰ (۳) کریم اللغات، ص ۹۴)

★ نور: روشنی۔ تجلی، اجالا، چمک، رونق، چمک، روپ، کلام پاک کی ایک صورت کا نام۔

صوفیوں کی اصطلاح میں خدا کا ایک صفاتی نام۔ فارسی زبان میں کبھی مراد چاند سے بھی۔

(حوالہ: (۱) فیروزاللغات، ص ۱۳۸۴، (۲) لغات کشوری، ص ۷۹۵، (۳) کریم اللغات، ص ۱۸۷)

★ گواہ: شاہد، ثبوت پہنچانے والا، گواہی دینے والا۔

(حوالہ: (۱) فیروزاللغات، ص ۱۱۱۱ (۲) لغات کشوری، ص ۶۲۴ (۳) کریم اللغات، ص ۱۳۵)

★ پر: بھرا ہوا، لبریز، مکمل، بھرپور، بافراط، بہت۔

(حوالہ: (۱) فیروزاللغات، ص ۲۸۴ (۲) لغات کشوری، ص ۱۱۸ (۳) کریم اللغات، ص ۲۹)

★ پہلے مصرع میں جو لفظ "نور" ہے اس کا مطلب قرآن شریف کی "**سورۂ نور**" ہے

★ دوسرے مصرع میں جو لفظ "**نور**" ہے اس کا مطلب "**نور سے بھرپور**" ہے۔

"شعر کا مطلب، خلاصہ اور تشریح"

اس شعر میں امام عشق و محبت حضرت رضا بریلوی علیہ الرحمہ والرضوان محبوبہ محبوب رب العالمین، ام المومنین سیدتنا عائشہ صدیقہ کی مدح و ثنا فرمارہے ہیں۔ اس شعر میں لفظ "نور" کا استعمال دو مرتبہ کیا گیا ہے، پہلی مرتبہ مصرعہ اولی میں جو لفظ نور ہے اس سے مراد قرآن مجید کی سورۂ نور ہے۔ دوسری مرتبہ مصرعہ ثانی میں جو لفظ "نور" ہے اس کے معنی رونق یا چاند جیسا ہے۔ شعر کے لغوی اور ظاہری معنی یہ ہوئے کہ وہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ جن کی عصمت اور پاک دامنی پر قرآن مجید کی سورۂ نور گواہی دے رہی ہے اس مقدس حریم برأت رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی نور سے بھرپور اور چاند جیسی رونق والی صورت پہ لاکھوں سلام ہوں۔ سب سے پہلے ہم مصرعہ اولی میں قرآن مجید کی سورۂ نور کی گواہی کے تعلق سے کچھ گفتگو کریں بعدہٗ فضائل و مناقب سیدتنا عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا ذکر کریں گے۔

حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم اپنی ازواج مطہرات میں عدل و انصاف اور جو اعتدال فرماتے تھے اس کی نظیر دنیا کے کسی شخص میں نہیں ملتی۔ یہاں تک کہ سفر میں جاتے وقت کسی زوجہ محترمہ کو ساتھ لے جانے کا ارادہ فرماتے تو عدل و انصاف کے تقاضے کے تحت قرعہ اندازی فرماتے اور جس زوجہ مطہرہ کے نام قرعہ نکلتا اسے سفر میں ہم رکابی کا شرف عطا فرماتے۔ (*) ۵ھ میں غزوہ بنی المصطلق میں حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم نے تشریف لے جانے کا ارادہ فرمایا اور ازواج مطہرات کے درمیان قرعہ ڈالا اور اس میں حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا نام نکلا۔ غزوہ بنی المصطلق ۵ھ کے پہلے آیت حجاب نازل ہو چکی تھی یعنی کہ عورتوں کے لئے پردے کا حکم نافذ ہو چکا تھا۔ قرآن مجید پارہ ۲۲، سورہ احزاب میں آیات حجاب نازل ہو چکی تھیں۔ غزوۂ بنی المصطلق کا واقعہ غزوۂ خندق اور غزوۂ بنو قریظہ سے قبل کا ہے غزوہ بنی المصطلق میں ام المومنین سیدتنا عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم کے ساتھ تشریف لے گئیں۔ ان کی سواری کا بندوبست ایک اونٹ پر محمل یعنی کجاوے میں کیا گیا تھا۔

وہ کجاوے کو انتظام پردہ کے لئے اچھی طرح محجوب کیا گیا تھا تاکہ کسی غیر محرم کی نظر ام المومنین پر نہ پڑے۔ آپ کجاوے میں پردے کے کامل انتظام کے ساتھ بیٹھ جاتیں اور پھر اس کجاوے کو اونٹ کی پیٹھ پر رسیوں سے باندھ دیا جاتا۔ پڑاؤ اور منزل پر حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اسی کجاوے کے اندر لیٹی رہتی تھیں اور کجاوے کو اونٹ کی پیٹھ سے اتار لیا جاتا۔ اب پورا واقعہ جس کو "حدیث افک" نام سے شہرت ملی ہے۔ اس کو خود سیدتنا حضرت عائشہ صدیقہ کی مقدس زبان سے سنئے۔

(*) شیخین رحمت اللہ تعالیٰ علیہما نے حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے روایت کی، آپ فرماتی ہیں کہ جب حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم غزوہ سے فارغ ہو کر روانہ ہوئے اور مدینہ پہنچنے سے پہلے ایک مقام پر پڑاؤ کا حکم فرمایا۔ قافلہ اس مقام پر ٹھہر گیا۔ پھر آپ نے شب میں لشکر کو روانگی کا حکم فرمایا۔ میں اٹھی اور قضائے حاجت کے لئے لشکریوں کے پڑاؤ اور ٹھہراؤ سے ذرا فاصلے پر باہر چلی گئی۔ فراغت پاکر اپنی قیام گاہ پر لوٹی تو اتفاق سے میرا ہاتھ سینے پر گیا تو مجھے پتہ چلا کہ میرا ہار گلے میں نہیں۔ وہ ہار جزت غفار کا بنا ہوا تھا۔ میں اسی جگہ پر واپس گئی اور ہار کو تلاش کرنے لگی اور اس تلاش میں دیر لگ گئی۔ ادھر لشکر روانہ ہو رہا تھا۔ جو لوگ میرا کجاوہ (محمل) اونٹ پر رکھتے اور باندھتے تھے وہ آئے اور یہ سمجھے کہ میں محمل (کجاوے) میں بیٹھی ہوئی ہوں، محمل کو اٹھا کر اونٹ کی پیٹھ پر باندھ دیا۔ میں ایک کم وزن اور سبک جسم عورت تھی لہذا ان کو یہ پتہ نہ چلا کہ محمل خالی ہے یا بھرا ہوا۔ میں جب ہار تلاش کر کے اقامت گاہ واپس لوٹی تو لشکر روانہ ہو چکا تھا۔ جہاں لشکر کا پڑاؤ تھا وہاں اب کوئی بھی موجود نہ تھا۔ جس جگہ پر میرا ڈیرہ تھا میں اس جگہ آکر بیٹھ گئی۔ میرا خیال یہ تھا کہ حضور اقدس صلی اللہ تعالیٰ علیہ وسلم جب مجھ کو نہ پائیں گے تو کسی کو بھیج کر مجھے بلوالیں گے۔ میں اپنی جگہ پر بیٹھی رہی۔ بیٹھے بیٹھے آنکھیں بوجھل ہوئیں، نیند کا غلبہ ہوا اور میں سو گئی۔ حضرت صفوان بن معطل رضی اللہ تعالیٰ عنہ جو لشکر کے پیچھے "معقب کارواں" کی خدمت پر مامور تھے۔ (معقب کارواں یعنی پہلے کے زمانہ میں یہ دستور تھا کہ جب کوئی قافلہ یا لشکر کوچ کرتا تھا تو ایک شخص کارواں یا لشکر کے پیچھے رکھتے تھے تاکہ کارواں سے کسی کی کوئی چیز گر جائے تو وہ شخص اٹھالے اور پھر منزل پر پہونچ کر امیر کارواں کے سپرد کردے اور امیر کارواں تحقیق کر کے جس کی وہ چیز ہو اسے دے دے) حضرت صفوان بن معطل صبح کے وقت اس مقام پر پہنچے اور مجھ کو سوتا پایا۔ چونکہ پردے کا حکم نازل ہونے سے پہلے جب عورتوں کے شرعی پردے نہ تھے تب انہوں نے مجھ کو دیکھا تھا اس لئے انہوں نے مجھ کو پہچان لیا اور مجھ کو پہچان لینے پر فوراً "استرجاع" پڑھا (یعنی اِنَّا لِلّٰہِ وَ اِنَّا اِلَیْہِ رَاجِعُوْن)۔ ان کے استرجاع پڑھنے سے میں بیدار ہوئی اور چہرے اور جسم کو میں نے چادر میں اور زیادہ چھپا لیا۔ حضرت صفوان نے استرجاع کے علاوہ کچھ بھی نہ کہا اور نہ میں نے کچھ سنا۔ انہوں نے اونٹنی سے اتر کے اونٹنی کو بٹھایا اور میں جاکر سوار ہو گئی۔ اور حضرت صفوان اونٹنی کو کھینچ کر چل دیئے۔ ہم نے چل کر لشکر کو سخت دھوپ اور گرمی کے وقت ٹھہراؤ میں پالیا"۔

(حوالہ: "خصائص کبریٰ فی المعجزات خیر الوریٰ، از امام جلال الدین سیوطی، اردو ترجمہ، جلد ۱، ص ۴۴۹ تا ۴۵۰)۔

بس اتنی سی بات تھی لیکن مدینہ طیبہ کے منافقین اور خصوصاً عبداللہ بن ابی بن سلول منافق نے اپنے خبث باطن اور دل میں چھپے ہوئے نفاق کا اظہار کرتے ہوئے ام المومنین محبوبہ محبوب رب العالمین حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت اور پاک دامنی کے خلاف تہمت اور افتراء پردازی کا طوفان کھڑا کر دیا۔ فتنے کی آندھی کا طوفان برپا ہو گیا۔ منافقین کے ساتھ کفار اور مشرکین بھی شامل ہو گئے۔ کچھ ضعیف الاعتقاد مسلمان بھی ان کے بہکاوے میں آ گئے۔ جہاں دیکھو وہاں صرف ایک ہی بات۔ مبالغہ، غلو اور جھوٹ کی آمیزش کے ساتھ منافقین نے اس واقعہ کو اتنی اہمیت اور شہرت دی کہ خدا کی پناہ! ایک عظیم فتنہ کھڑا ہو گیا۔ حالانکہ اجلہ صحابہ کرام رضوان اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین نے منافقین کے بہتان وافک کا دندان شکن جواب دیا اور بارگاہ رسالت میں بھی حضرت عائشہ صدیقہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی عصمت اور پاک دامنی کا مظاہرہ کیا۔

(جاری)

ساؤتھ افریقہ اور اسلام کی آمد

مولانا فتح احمد مصباحی
ڈربن ساؤتھ افریقہ

میں نہ کوئی سیاح ہوں اور نہ ہی مورخ اور نہ ہی یہاں ساؤتھ افریقہ کی زبان سے واقف کہ جو لکھوں وہ پتھر کی لکیر ہو البتہ اس ملک میں مسلسل ڈیڑھ سال سے رہنے کی مدت میں کچھ پڑھ کر کچھ سن کر کچھ دیکھ کر اور کچھ پوچھ کر تجربات و مشاہدات کی روشنی میں عام معلومات و دلچسپی کیلئے "ساؤتھ افریقہ اور اسلام کی آمد" ضبط تحریر کیا ہے جو قرین قیاس اور حقیقت حال سے قریب تر ہے۔ یہ اگرچہ مکمل تفصیل نہیں مگر الکل فی الواحد کا مقصد ہے۔ تاریخی و جغرافیائی غلطیوں کی تحقیق اور ادبی و اخلاقی لغزشوں کی تعذیر قبول فرمائیں۔

جس طرح شمالی ہندوستان میں "اترپردیش" کے نام سے ایک اہم ریاست اور مشہور صوبہ و اسٹیٹ ہے اسی طرح براعظم افریقہ میں اپنے جنوبی محل وقوع کی بناء پر "ری پبلک ساؤتھ افریقہ" کے نام سے نہایت سرسبز و شاداب، پربہار، حسین و خوبصورت اور جمہوری طرز عمل کا ترقی یافتہ ایک آزاد ملک ہے جو اپنی گوناں گوں خصوصیات و صفات کی وجہ سے سارے عالم میں امتیازی شان رکھتا ہے۔

قدرتی معدنیات کے سبب اس ملک کی اہمیت کچھ زیادہ ہی بڑھ جاتی ہے کیونکہ مشہور یہی ہے کہ پوری دنیا کو ۷۵ فیصد خالص سونا یہیں سے فراہم کیا جاتا ہے۔ ہیرے اور کوئلے کی بے شمار کانیں اور یورونیم و پائن ٹریز کی بہتات ہے شکر، مکئی و دیگر زرعی پیداواریں بھی ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کا رقبہ ۱۲۲۲۱۶۵ مربع کلو میٹر بتایا جاتا ہے جو چار صوبوں ٹرانزوال، ناٹال، کیپ ٹاؤن، اور نج فری اسٹیٹ میں تقسیم ہوتا ہے۔ پورے ملک کی مکمل آبادی چالیس ملین یعنی چار کروڑ کے لگ بھگ ہے جس میں کالے، گورے، کلرڈ (گوروں اور کالوں کے اختلاط سے جنم لینے والی ایک نئی نسل) اور انڈین شامل ہیں۔

آبادی کا بیشتر حصہ سیاہ فام لوگوں (کالوں) پر مشتمل ہے یعنی پورے ملک میں کالوں کی تعداد تیس ملین یعنی تین کروڑ کے قریب ہے جن میں "ژولو" قبائل کی اکثریت ہے۔ دوسری اکثریت سفید فام (گوروں) کی ہے جو پچاس لاکھ کے آس پاس ہوں گے تیسرے نمبر پر کلرڈ تیس لاکھ ہوں گے۔ اقلیت یعنی ایشیائی باشندے (انڈین) پندرہ لاکھ کے قریب ہیں جن میں ساٹھ فیصد ہندو اور غیر قوم ہیں۔ بنام اسلام یہاں کل مسلم آبادی پانچ لاکھ سے کچھ زیادہ ہے جس میں ملائی مہاجرین بھی شامل ہیں۔

آبادی کے اعتبار سے سب سے بڑا شہر "جوہانسبرگ" صوبہ ٹرانزوال ہے جو سیاست و صنعت میں بھی اپنا مقام رکھتا ہے دوسرے نمبر پر "ڈربن" صوبہ ناٹال ہے۔ مذکورہ دونوں شہروں میں ایشیائی باشندوں کی اکثریت ہے اور ڈربن تو ساحل سمندر واقع ہونے نیز انڈین ماحول پائے جانے کی بناء پر عروس البلاد بمبئی سے مشابہت رکھتا ہے۔ گویا ڈربن ساؤتھ افریقہ کا بمبئی ہے۔ تیسرا بڑا شہر "کیپ ٹاؤن" (جس کے نام پر ایک صوبہ بھی ہے) مانا جاتا ہے۔ کیپ ٹاؤن کو "مدر سٹی" یعنی شہروں کی ماں کہا جاتا ہے جہاں مسلم اکثریت ملائی باشندوں کی ہے اس شہر کے چاروں طرف درگاہیں اور مزارات ہیں جو اپنی مخصوص کرامتوں سے مشہور ہیں اس طرح سے کیپ ٹاؤن "مدینۃ الاولیاء" کے خطاب کا بھی مستحق ہے۔ شہر کیپ ٹاؤن سے قریب ہی ایک پہاڑ سطح زمین سے منبر نما معلوم ہوتا ہے جسے "ٹیبل ماؤنٹن" کہتے ہیں اس کی بلندی پر جانے کے لئے کیبل کار استعمال ہوتا ہے جو ایک

اچھی تفریح بھی ہے۔

صوبہ کیپ ٹاؤن میں دو سمندروں کا حسین "سنگم" بھی ہے جو قابل دیدار اور اپنی انفرادیت سے پوری دنیا میں مشہور ہے اس قدرتی کرشمہ کو دیکھ کر قرآن عظیم کی آیت کریمہ مَرَجَ الْبَحْرَیْنِ یَلْتَقِیٰنِ. بَیْنَهُمَا بَرْزَخٌ لَّا یَبْغِیٰنِ۔ (ترجمہ) (اس نے شیریں اور شور دو سمندر بنائے کہ دیکھنے میں معلوم ہوں ملے ہوئے اور ہے ان میں روک۔ کہ ایک دوسرے پر بڑھ نہیں سکتا نہ ان کے درمیان ظاہر میں کوئی فاصل ہے نہ حائل۔ اللہ تعالیٰ کی قدرت سے ہر ایک اپنی حد پر رہتا ہے اور کسی کا ذائقہ تبدیل نہیں ہوتا) کی یاد تازہ ہو جاتی ہے جس کی بالکل حقیقی تفسیر انہیں دونوں سمندر بحر ہند اور بحر اٹلانٹک کا ملاپ ہے (انڈیا الہ آباد میں گنگا جمنا کا سنگم اپنی جگہ کیونکہ وہ دونوں دریا اور بڑی ندیاں اور یہ دونوں سمندر ہیں بہر حال وہ بھی اللہ کی ایک نشانی ہے)۔

ساؤتھ افریقہ کے ان تین مشہور اور بڑے شہروں (جوہانسبرگ، ڈربن، کیپ ٹاؤن) کے علاوہ پریٹوریا، پورٹ الزبتھ، لیڈی اسمتھ، میرس برگ، پیٹر برگ، پورٹ اسٹفشن، نیو کاسل، گرے ٹاؤن، ڈناوزر، ایس کوٹ، اسٹینڈرٹن، امزنتوٹی، ٹوگانٹ، اسٹینگر وغیرہ دوسرے اور کئی شہر و ٹاؤن اور قصبات و دیہات ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کے شمال میں بوٹسوانا، زمبابوے، وینڈا وغیرہ ممالک ہیں۔ مشرق میں موزمبیق، سوازی لینڈ، مشرقی جنوب میں ٹرانزکائے، لسوتھو، اور بحر ہند وغیرہ پائے جاتے ہیں، مغرب میں بحر اٹلانٹک پھیلا ہوا ہے۔ اندرون ملک کالوں کی کچھ الگ آزاد و خود مختار ریاستیں مثلاً سویٹو، سکائے، قواقوا، وغیرہ بھی ہیں۔ جھیل ندیاں اور پہاڑ و جنگلات بھی ہیں۔

ساؤتھ افریقہ وقت کے لحاظ سے ہندوستان سے ساڑھے تین گھنٹے پیچھے ہے یعنی انڈیا میں جب دوپہر کے بارہ بجتے ہیں تو یہاں صبح کے صرف ساڑھے آٹھ بجتے ہیں۔ سردی، گرمی اور برسات میں بھی یہاں کا موسم نہایت خوشگوار ہوتا ہے۔

ساؤتھ افریقہ کا سکہ "رینڈ" کہلاتا ہے جو انڈین روپے سے تقریباً دس گنا زیادہ قیمت کا ہوتا ہے یعنی ایک رینڈ کی مالیت دس روپے کے قریب ہے۔ یہاں کا قومی پرچم اور فلکی نشان و جھنڈا انڈیا کے ترنگے سے مشابہ تین رنگوں کا ہوتا ہے یعنی اوپری حصہ اورنج کلر میں درمیانی حصہ سفید کلر میں اور نچلا حصہ بلو یعنی نیلے کلر میں ہوتا ہے۔ ساؤتھ افریقہ کا وہائٹ ہاؤس یعنی پارلیمنٹ اگرچہ کیپ ٹاؤن میں ہے مگر اجلاس پریٹوریا اور جوبرگ میں بھی منعقد ہوتے ہیں۔ ملک کا حکمراں پریسیڈنٹ ہوتا ہے جو مخصوص چناؤ سے منتخب ہوتا ہے فی الحال یہاں کے صدر و حکمراں ایف، ڈی، کلارک ہیں اور ان کی برسر اقتدار پارٹی کا نام (N.P.) نیشنل پارٹی ہے۔ دوسری معاصر اور سب سے بڑی اپوزیشن پارٹی (A.N.C.) افریقن نیشنل کانگریس ہے جس کے صدر ڈاکٹر نیلسن منڈیلا ہیں جنہیں ساؤتھ افریقہ کا گاندھی بھی کہا جاتا ہے۔ دیگر اور بھی بہت ساری چھوٹی بڑی سیاسی جماعتیں ہیں جو اپنے مفاد کی خاطر ایک دوسرے سے متصادم ہو کر ملک و قوم کو بھاری نقصان پہنچا رہی ہیں۔

ساؤتھ افریقہ اکثریت کی بنیاد پر اگرچہ کالوں کا ملک ہے مگر اتفاق کہ زمانہ دراز سے حکومت گوروں کی رہی ہے اور کالے اپنے ہی وطن میں غریب الوطن کی مثال بنے رہے ہیں مگر اب زمانہ بدل رہا ہے مستقبل قریب میں یہاں کا سیاسی زوال یقینی ہے کیونکہ ۲۷ / اپریل ۱۹۹۴ء کو یہاں کا پہلا اور خطرناک و ہنگامہ خیز عوامی الیکشن ہونے والا ہے جس کی تیاریوں میں ابھی سے جانی و مالی نقصان شروع ہو چکا ہے۔ لوگ خوفزدہ اور مرعوب ہیں، کتنے ترک وطن کا قصد کر چکے اور یہ بات تو طے ہے کہ گوروں اور کالوں کی اس سیاسی جنگ کے مہرے اور ان دونوں کے سب سے بڑے اور لذیذ شکار انڈین ہی ہوں گے۔

تقسیم ہند سے پہلے جو لوگ متحدہ ہندوستان سے یہاں صنعت و حرفت اور تجارت و ملازمت کے لئے آئے ہوئے تھے انہوں نے اس ملک کی بڑی خدمت کی آج ان کی جو نسلیں یہاں

آباد ہیں وہی انڈین کے نام سے مشہور ہیں ان میں مسلم وغیر مسلم سبھی داخل ہیں۔ ہمارے آزاد ہندوستان کے بانی گاندھی جی کا بھی نام وکارنامہ یہاں ایک مثال ہے۔

یہاں مذہبی تعصب اگرچہ نہیں مگر رنگ و نسل کا غرور آج بھی پایا جاتا ہے موجودہ صدر ایف ڈی کلرک اور ڈاکٹر منڈیلا نے نسلی امتیاز ختم کرنے میں کچھ مثبت اقدام ضرور کئے ہیں لیکن کشیدگی باقی ہے گوروں کے کچھ علاقے ایسے ہیں جہاں کالے نہیں جاسکتے اور کالوں کی کچھ جگہیں ایسی پائی جاتی ہیں جہاں دوسرا کوئی بھی جاکر بسلامت واپس نہیں آسکتا۔ کالے کچھ اپنی غربت سے بھی لوٹ مار کرتے رہتے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کی ملکی اور سرکاری زبان انگریزی ہے مگر گوروں کی مادری زبان افریکانس (ڈچ کی مماثل) اور کالوں کی دس بارہ قسم کی زبانوں میں مشہور مادری زبان زولو ہے۔ انڈین مسلم اردو اور انڈین ہندو تمل بولنے اور سمجھنے کی کوشش کرتے ہیں۔ میمنی اور گجراتی کا بھی رواج ہے۔ یہاں کے ریڈیو لوٹس پر ہر وقت صرف اردو اور تمل گانے آتے رہتے ہیں۔ ہر اتوار کو ہندی بزبان اردو فلم ٹی وی پر دکھائی جاتی ہے۔ قوالیوں کے ساتھ دوسرے اردو پروگرام بھی ریڈیو ٹی وی پر ہوتے ہیں۔ ٹیپو سلطان سیریل کے علاوہ مہابھارت بھی یہاں پیش کیا گیا موقعہ بموقعہ اور بھی بہت سارے ثقافتی پروگرام اردو اور تمل میں ہوتے رہتے ہیں انڈیا کی کئی زبانوں کو یہاں کے نصاب تعلیم میں جگہ دی گئی ہے۔ انگریزی اور کچھ دیگر زبانوں میں اخبار ورسائل بھی نکلتے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ میں برقی نظام اچھا ہے، ڈاک و تار سروس بہتر ہے۔ پوری دنیا سے مراسلات و مواصلات ہے فاسٹ پوسٹ (D.H.L) ٹیلی فون، ٹیلی گرام، ٹیلکس اور فیکس سبھی کچھ ہے۔ ریڈیو، ٹی وی، ویڈیو اور M.NET (ٹی وی پر خاص پروگرام دیکھنے کی الگ سے ایک مشین ڈیکوڈر) کی سہولتیں ہیں۔ وائرلیس اور کمپیوٹر سسٹم ٹھیک ہے، عدالت، پولیس، اسپتال اور ایمبولنس کی بہترین کارکردگی بھی ہے، شعبۂ بینکنگ موثر و معاون اور تسلی بخش ہے۔ کہتے ہیں کہ ملک کا آدھا کاروبار صرف بینکوں کا رہین منت ہے، انشورنس اور جیون بیمہ سے بڑے بڑے کام چلتے ہیں، خوبصورت مکان، بڑی دوکان اور لمبی کاریں بینک و انشورنس کے طفیل باعث فخر ہوا کرتی ہیں، بینکوں کی طرف سے متفرق اور محفوظ مقامات پر ایسی کمپیوٹر اور خود کار مشینیں لگی ہوئی ہیں کہ ۲۴ گھنٹے میں جب اور جہاں بھی کوئی اپنا پیسہ نکالنا چاہے تو اپنے اکاؤنٹ نمبر کا بینک کارڈ اس میں ڈال کر اعدادی بٹن دبائے جتنی رقم درکار ہوگی وہ مشین خود بخود باہر نکال دے گی، اس ترکیب میں جتنی سہولت اتنا خطرہ بھی ہے کہ دوسرا کوئی بھی وہ بینک کارڈ پا جائے تو اپنا کام کر سکتا ہے، غالباً یہی وجہ ہے کہ اس مشین سے ایک تاریخ میں کوئی پانچ سو سے زیادہ رقم نہیں نکال سکتا بلکہ اس کے لئے بینک جانا ضروری ہوگا۔

ساؤتھ افریقہ کا دنیا کے اکثر ملکوں سے فضائیہ تعلق ہے، بحری سفر و ترسیل بھی ہے۔ اندرون ملک ریلوے نظام اگرچہ ست، ناقابل اطمینان اور دہشت زدہ ہے تاہم دور دراز سفر کے لئے ایسی لگژری بسوں کا بندوبست ہے جس میں ایرکنڈیشن، ریڈیو، ٹی وی، ویڈیو اور بیت الخلاء کے انتظام کے ساتھ سامان خورد نوش کا بھی اہتمام ہوتا ہے۔ ستر فیصد لوگوں کے پاس اپنی گاڑیاں ہیں (کالے اس سے مستثنیٰ ہیں) پھر بھی لوکل بسیں اور ٹیکسیاں بھی چلتی ہیں کیونکہ یہاں دوچار میل پیدل چل کر کہیں جانا پر خطر، وجہ عار، معیوب اور کہیں کہیں ممنوع بھی ہے، کاروباری امور کے لئے چار پہیوں کے وین سے لیکر پچاس ٹائر والے بڑے بڑے ٹرک بھی چلتے ہیں، موٹر سائیکلوں کو اکثر بزنس کے لئے اور بعض ریس کے لئے استعمال کرتے ہیں۔ شوقیہ سائیکل سوار بھی نظر آتے ہیں، کلکتہ انڈیا کی طرح یہاں بھی ہاتھ رکشہ (وہ رکشہ یایکہ گاڑی جس میں انجن یا جانور کے بجائے خود آدمی اپنے ہاتھوں سے کھینچ کر پیدل بھاگتا ہے) دکھائی دیتا ہے البتہ یہاں اس پر ضرورتاً نہیں بلکہ تفریحاً بیٹھا جاتا ہے۔

ساؤتھ افریقہ میں ایسی پرانی کاریں جو کام آسکیں دو تین ہزار رینڈ تک اور نئی واعلیٰ قسم کی کاریں دو تین سو ہزار رینڈ یعنی انڈین بیس تیس لاکھ روپے تک کی ملتی ہیں جن کی ساخت ورفتار دیکھنے سے تعلق رکھتی ہے، ان عمدہ اور جدید طرح کی کاروں میں گھڑی، ریڈیو، ٹیپ ریکارڈ، ایر کنڈیشن، حفاظتی الارم اور بعض میں ٹی وی اور ٹیلی فون کا بھی انتظام ہوتا ہے۔ یہاں کا ٹرانسپورٹ بڑا تیز رفتار ہے کاروں کی اوسط رفتار فی گھنٹہ سوڈیڑھ سو کلو میٹر کے حساب سے ہوتی ہے۔ ہر گاڑی کا اچھی کنڈیشن میں ہونے کے ساتھ گاڑی کا لائسنس بھی مواجہتی شیشے پر چسپاں ہونا ضروری ہے۔ ڈرائیونگ لائسنس ہر وقت پاس رکھنا لازمی ہے، حفاظتی پٹہ نہ لگانے پر بھی جرمانہ دینا پڑتا ہے۔ اپنی گاڑیوں میں دوسروں کو لفٹ بھی دیدی جاتی ہے، گاڑی کا ہارن ہندوپاک کی طرح خواہ مخواہ نہیں بلکہ دوسرے ڈرائیور کو کسی غلطی پر آگاہ کرنے کے لئے یا کسی جگہ پہنچنے اور رخصت ہونے کے وقت ہی بجاتے ہیں البتہ ۳۱ دسمبر اور پہلی جنوری کی درمیانی شب ٹھیک بارہ بجے ہارن بجانے کا شوق پورا ہوتا ہے اور سال بھر نہ بجانے کی کسر نکال لی جاتی ہے۔

پورے ملک میں دورویا کشادہ سڑکوں کا جال بچھا ہوا ہے گویا یہ سڑکیں نہیں بلکہ ساؤتھ افریقہ میں لہراتی بل کھاتی "زلف بنگال" ہوں۔ قومی شاہراہیں اتنی وسیع اور صاف وسیدھی ہیں کہ کسی بڑے ایرپورٹ کا رن وے لگتی ہیں، آمدورفت کے الگ الگ راستے اور رفتار کی کمی بیشی کے لئے جداگانہ نشان ہیں، روڈ کے قاعدے قانون اچھے ہیں، اشارتی بورڈ، آٹومیٹک سگنل، اور ٹرافک کنٹرول کمپیوٹر کیمرے اور کیبل نصب ہیں، (یعنی آپ نے زیادہ تیز رفتاری دکھائی یا روڈ کا کوئی دوسرا قانون توڑا تو نمبر پلیٹ کے ساتھ پوری گاڑی کا فوٹو فوراً اس کیمرے میں چھپ جائے گا اور آپ کی غلطی ٹرافک آفس میں معلوم پڑ جائے گی جس کا جرمانہ بھرنا پڑے گا) عجیب وغریب ٹرمنل اور محیر العقول فلائی اوور برج یعنی روڈ کے اوپر دوسرے کئی راستوں اور سڑکوں کے لئے الگ الگ ایک کے اوپر ایک پل بنے ہیں، کہیں کہیں روڈ کے ایک طرف سے دوسری طرف جانے کے لئے TUNNEL یعنی انڈر گراؤنڈ پل بھی پائے جاتے ہیں، شہروں میں کار پارکنگ کے لئے اونچی اونچی کئی منزلہ مضبوط عمارتیں ہیں روڈ وفٹ پاتھ کے پاس کہیں فری اور کہیں پارکنگ میٹر کے ساتھ جگہ ہوتی ہے، فری اسٹریٹ جو ہندوستانی ہائی وے سے کہیں زیادہ چوڑی اور مصروف ہوتی ہے اس کے کنارے ہر دو چار میل پر ایسا فون سسٹم لگا ہوتا ہے جس سے کسی بھی خطرہ کے وقت پولیس، ایمبولنس اور بریک ڈاؤن (جو ایکسیڈنٹ شدہ گاڑیوں کو کھینچتے ہیں) سے رابطہ قائم کیا جاسکے، جگہ جگہ پولیس چوکیاں اور ڈاکٹری عملے بھی ہوتے ہیں، کیونکہ یہاں کا ایکسیڈنٹ بڑا خطرناک اور جان لیوا ہوتا ہے، سفر کی تکان وسستی کو دور اور بھوک و پیاس و دیگر حوائج ضروریہ سے فراغت حاصل کرنے کے لئے آرام دہ منزلیں، ہوٹلیں اور پٹرول پمپ بنائے جاتے ہیں جہاں پارک و تفریح گاہ بھی ہوتی ہے اور پبلک ٹیلی فون بھی تاکہ اپنے احباب و متعلقین کو اپنی خیریت دے کر ان کی کیفیت سے آگاہ ہوسکے، چلتی گاڑی سے روڈ پر کچھ پھینکنا غیر قانونی اور راستوں پر تھوکنا یا انہیں گندہ وخراب کرنا غیر شریفانہ ہوتا ہے۔

اسکول، کالج، یونیورسٹی تو ہر ملک میں ہیں مگر یہاں نوے پنچانوے فیصد لوگ دنیاوی تعلیم و تجربہ سے آراستہ ہوتے ہیں، صفائی اور پاکیزگی کا خاص خیال رکھا جاتا ہے، مکان ودوکان میں چوہے بلی اور مکھی مچھر کی بھنک بھی لوگ نہیں پسند کرتے، گھروں کو سجانا، روزانہ پورا دکان مع دروازہ کھڑکی کے اچھی طرح صاف کرکے کچڑا وغیرہ ایک خاص ڈبے (BIN) میں ڈالنا، نمائشی اور دیدہ زیب اشیاء رکھنا، پھولوں کا گلدستہ اور نرسری پلانٹ رکھنا، مذہبی طغرے و تاریخی فریم آویزاں کرنا، فیشن کا اظہار اور خورد و نوش کی متنوع چیزوں میں اشتہا رکھنا، روزانہ کم از کم ایک مرتبہ غسل اور متعدد لباس وکپڑے تبدیل کرنا یہاں عادت ومعمول ہے، ہر سوٹ کی میچنگ کو دیکھا جاتا ہے، دستر خوان کشادہ ہوتا ہے، دال گوشت اور بریانی خوب

مرغوب ہے۔

ذہن و نفس کی آسودگی کے لئے ہر ہفتہ تفریح ضروری ہے، بڑی چھٹیوں میں بعض لوگ دوسری جگہ "ہولی ڈے" منانے جاتے ہیں اور ہفتوں بعد لوٹتے ہیں، کچھ لوگ ساحل سمندر ٹینٹ و قناطیں لگا کر فیملی کے ساتھ کئی راتیں بسر کرتے ہیں تو چند احباب تفریح گاہوں پر ڈیرہ جمائے، برائی (آگ پر گوشت بھون کر) کھاتے ہیں، پارکوں، سوئمنگ پلوں اور نظارہ گاہوں سے بھی لوگ لطف اندوز ہوتے ہیں، ایرکنڈیشن فائیو اسٹار ہوٹلوں میں گرمی، بازاروں میں رونق اور شاپنگ سینٹروں میں خوب دھوم ہوتی ہے (یہاں اور دوسرے بھی ممالک میں ایسے ایسے شاپنگ سینٹر اور مارکیٹ ہیں جو جہاں نما میں تنہا ایک شہر میں ہر چیز صاف ستھری اور قرینے سے سجی قیمت درج شدہ ہوتی ہے نہ مول بھاؤ کرنا اور کسی سے کچھ مانگنا ہوتا ہے خود چہل قدمی کیجئے اور جو چیز بھی پسند آجائے اٹھا لیجئے کاؤنٹر پر آکر پیسے جمع کر دیجئے نہ ایک پیسہ کم نہ زیادہ۔ ہندوستان اتنا ترقی کرنے کے باوجود ایسی مارکیٹوں کا محتاج ہے) ہندوستانی میلے کی طرح یہاں "میری گراؤنڈ" لگتا ہے جہاں کھیل کود اور دوسری دلچسپیاں ہوتی ہیں۔ کلبوں اور فلمی تھیٹروں کا بھی رخ کیا جاتا ہے، میوزیم اور چڑیا گھروں کی سیر کی جاتی ہے۔ پکنک اور فیشنگ کا دلچسپ ماحول ہے۔ اسپورٹس کا بھی بڑا شوق ہوتا ہے۔ شادی بیاہ اور برتھ ڈے دھوم دھام سے مناتے ہیں، تحفہ اور نذرانۂ محبت پیش کرنے کی اچھی رسم ہے، ملک کے یوم آزادی کے ساتھ یوم اتحاد (پیس ڈے) کا بھی جشن ہوتا ہے، عید میلاد النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور دوسری قوموں کے بڑے دن بھی منائے جاتے ہیں، فادرڈے میں بچوں کی طرف سے بیوی شوہر اور مدرڈے میں شوہر بیوی کو گفٹ دیتا ہے، یوم اطفال کے علاوہ انکل ڈے کی بھی تیاری ہو رہی ہے، اور بہت سارے ایام وڈز کیساتھ ایک دن یوم محبت (۱۴ فروری کو ویلن ٹائن ڈے) ہوتا ہے جس میں ہر عاشق اپنے معشوق کو عمدہ پرزنٹ دے کر کم از کم اپنے ہونٹ ضرور گرم کرتا ہے۔ عریانیت کا بے پناہ برا اثر ہے، آزاد خیالی نے رشتوں کا احترام و لحاظ ختم کر دیا ہے، والدین یا بڑوں کو اپنے بچوں کی شادیوں کی فکر نہیں کرنی پڑتی بلکہ وہ خود اپنی طبیعت و مرضی سے معاملہ طے کر لیتے ہیں، یہاں کی اکثر بلکہ سبھی شادیاں لو "پیار" محبت کا نتیجہ ہوتی ہیں یہی وجہ ہے کہ یہاں طلاق کی شرح بھی زیادہ ہے، چند لوگ اپنی محبت کی شادیوں میں مذہب کو قربان کر دیتے ہیں۔

ساؤتھ افریقہ کے لوگوں میں مذہب و قوم کے اعتبار سے تہذیب و تمدن میں اگرچہ قدرے اختلاف ہے مگر پورے ملک کی معاشرت پر یورپین دھاک اور ثقافت پر ایشین چھاپ ہے۔ الغرض یہاں کی رہائش میں جہاں آرائش و آسائش اور زیبائش و نمائش ہے وہیں ہندوستانی ماکولات و مشروبات اور ملبوسات و مصنوعات کی بڑی خواہش و فرمائش بھی ہے۔

صنعت و حرفت میں اگرچہ یہاں کوششیں ہیں، برتن، کپڑا، اور گھر صاف کرنے کی مشینوں کے علاوہ اور بھی قسم قسم کی مشینیں ہیں، انواع و اقسام کے فروٹ و میوے اور ماکولات و مشروبات کی اچھی جنسیں ہوتی ہیں مگر اس کے باوجود تجارت و ملازمت کے ساتھ بے روزگاری بھی پائی جاتی ہے، گھر کے اخراجات اور سامان تعیش کی فراہمی کی خاطر میاں بیوی دونوں کو کام اور نوکری کرنا پڑتا ہے اچھی تنخواہوں کے باوجود پیسے کی قلت اور مہنگائی کا رونا ہوتا ہے اور کالوں میں ساٹھ ستر فیصد ایسے غریب و مفلس ہیں جن کی حالت ہندوستانی آدیباسیوں سے بھی کہیں بدتر ہے۔

ملک کی معیشت پر چند مخصوص طبقوں اور کمپنیوں کی اجارہ داری ہے، سن رسیدہ، معذور، دائم المرض اور بیکار لوگوں کو حکومت گرانٹ کے نام سے ہر ماہ مناسب رقم دیتی ہے، ایک مکان میں سالہا سال رہنے کے باوجود ساٹھ فیصد لوگوں کا اپنی ذاتی نہیں کرائے کا ہوتا ہے۔ مہذب سائل اور ایڈوانس فقیر بڑی شان و حکمت سے اپنا مدعا پیش کر دیتے ہیں، یعنی ساؤتھ

افریقہ میں خوشحالی کی دہلیز پر ناداری سر جھکائے رہتی ہے ۔
ہمارے گھر کے دروازے پر ناصر اداسی بال کھولے سو رہی ہے
ساؤتھ افریقہ کو مذہبی اعتبار سے ایک مسیحی ملک کہا جاسکتا ہے کیونکہ یہاں عیسائیت زیادہ ہے مگر جمہوری طرز کے ملک و قانون کے ناطے جملہ مذاہب کو آزادی حاصل ہے، ہر قوم اپنے دین و دھرم کے مطابق اپنے مذہبی فرائض و رسوم کی ادائیگی بڑے تزک و احتشام سے کرتی ہے اور قوم مسلم تو کچھ زیادہ ہی اپنے جذبۂ ایمانی کا مظاہرہ کرلیتی ہے۔

محرم میں شہداء کی مجلسیں ، صفر میں یوم رضا، ربیع الاول میں میلا النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے جلسے، ربیع الآخر میں گیارہویں کی محفلیں، رجب میں معراج النبی کی یادیں، کونڈے کی نیاز، اور خواجہ اجمیری کے تذکرے، شعبان میں شب برأت کی رونقیں، ذی الحجہ میں قربانیاں اور سال کے ہر مہینے اور مہینہ کے ہر ہفتے میں میلاد و نعتیہ مشاعرہ اور عرس و ایصال ثواب کے اجلاس سبھی شہروں کے مختلف مقامات پر منعقد ہوا کرتے ہیں، رمضان میں افطار و تراویح کا منظر و ماحول بھی خوب بھلا لگتا ہے، اونچے میناروں کی عالیشان و خوبصورت مسجدیں بھی پائی جاتی ہیں جن میں وضو غسل اور پینے کے لئے سرد و گرم پانی کے ساتھ صابن اور تولئے کا بھی انتظام ہوتا ہے، اذان و نماز و دیگر مذہبی پروگرامس لاؤڈا سپیکر اور بعض ویڈیو پر بھی ہوتے ہیں، نمازیوں کی تعداد ٹھیک ہوتی ہے، جمعہ میں موقعہ و حالات کی مناسبت سے تقریریں ہوتی ہیں، دو شنبہ و جمعرات کو اکثر مساجد میں بعد عشاء اور بعض لوگوں کے گھروں میں بعد مغرب ذکر و ختم مع سلام و نیاز ہوتا ہے اور ان تمام اسلامی اور مذہبی امور میں مردوں سے زیادہ عورتیں اچھی دلچسپی لیتی ہیں۔

چند چھوٹے دار العلوم کے علاوہ بے شمار مکاتب و مدارس بھی ہیں جہاں ناظرہ و حفظ قرآن، اردو، اور ابتدائی مسائل و تاریخ اسلام کی تعلیم ہوتی ہے خاص خاص موقعوں پر ریڈیو، ٹی وی سے اردو انگلش میں مذہبی نشریات بھی ہوتے ہیں، نیز انگلش میں دینی رسالے اور مذہبی پمفلٹ و کلینڈر بھی نکلتے ہیں، سماع و قوالی کا بھی زور ہے، اردو بولنے یا سمجھنے کا ذوق کم مگر سننے کا شوق زیادہ ہے۔ اولیاء کرام کے مزارات کی زیارت اور مرحومین کی قبروں پر حاضری بڑی پابندی سے ہوا کرتی ہے، علماء سے محبت اور صوفیاء سے عقیدت رکھی جاتی ہے، حجاج کی کثرت اور ہندو پاک کے علماء و مشائخ کی آمد و نصیحت سے علماء و حفاظ اور مریدین و خلفاء کی جماعت بھی موجود ہے، بے شمار مذہبی تحریکیں، اصلاحی تنظیمیں، فلاحی انجمنیں، رفاہی ادارے، امدادی کمیٹیاں، اشاعتی اکیڈمیاں، قومی سوسائٹیاں اور اخلاقی کونسلیں قائم ہیں جو اپنے نقطۂ نظر سے مذہب و قوم کی خدمت میں مصروف ہیں۔

ساؤتھ افریقہ میں اسلام کی آمد کے بارے میں یہی مشہور ہے سب سے پہلے جو مسلمان یہاں آیا اور قرآن کی تلاوت کی وہ مرد خدا ملائیشیا کا باشندہ شیخ یوسف (ولادت ۱۶۲۶ء وفات ۲۳ مئی ۱۶۹۹ء) تھا انہوں نے ہی ساؤتھ افریقہ میں اسلام کا پودا لگایا اور وحدانیت و رسالت کی تعلیم و تبلیغ فرمائی تقریباً ۷۳ سال کی عمر میں ان کا وصال ہوا، کیپ ٹاؤن کے علاقہ "فوئی" (EERST RIVER) ایرسٹ ریور کے قریب تین سو سال سے زیادہ پرانی ان کی درگاہ "کرامت" کے نام سے مشہور اور اسم بامسمی ہے انشاء اللہ العزیز شیخ یوسف کی سوانح و کرامت سے آگاہ کرنے کی جلد کوشش کی جائے گی۔

شیخ یوسف علیہ الرحمہ نے جو اسلام کا پودا لگایا تھا ان کے ہمنواؤں اور بعد کے بزرگوں نے اس کی کونپلوں کو ہرا بھرا رکھنے کے لئے اس کی آبیاری کی اور پھر حضرت پیر غلام محمد شاہ صوفی بابا علیہ الرحمہ نے اس پودے کو تناور و پھلدار درخت کی شکل عطا فرمائی اور کارہائے نمایاں انجام دیئے، علامہ احمد مختار صدیقی میرٹھی، علامہ عبد العلیم صدیقی میرٹھی اور ڈاکٹر احمد بشیر صدیقی میرٹھی علیہم الرحمہ نے مذہب کی حفاظت و صیانت فرمائی۔ علامہ شفیع اوکاڑوی، علامہ نذیر الاکرم مراد آبادی علیہما الرحمہ نے یہاں مذہبی انقلاب پیدا کیا، علامہ ابراہیم خوشتر صدیقی، مفتی نسیم

اشرف حبیبی نے ایک پلیٹ فارم تیار کیا، پاکستان کے حضرت سید محی الدین شاہ حضرت سید عبدالرحمٰن شاہ اور حضرت سید حسین الدین شاہ صاحبان نے ظاہری و باطنی علوم اسلامی کو فروغ بخشا۔ سید شاہ تراب الحق، مفتی غلام سرور قادری علامہ ضیاء المصطفیٰ اعظمی اور مفتی اختر رضا خان بریلوی نے اسلام دشمنی کا سدباب کیا، ہندوپاک کے دیگر علماء و مشائخ نے شریعت و طریقت کی اشاعت کی، سید سعادت علی قادری، مولانا کوکب نورانی اور صوفی خانوادہ کی بھی کاوشیں رہیں، ملائی اور زنجباری مبلغوں نے بھی ہدایت فرمائی، نعت خوانوں اور قوالوں سے اردو زبان کی ترویج رہی، اور آج بھی مقامی علماء و ائمہ کے ساتھ درجنوں بیرونی فضلاء و خطباء متحد ہو کر اپنی حکمت عملی اور حسن تدبیر سے علم و فضل اور عمل و ادب کی سوغات تقسیم کر رہے ہیں، گویا اسلام روز افزوں ترقی پذیر ہے اور فی الوقت اسے یہاں کوئی خطرہ اور آنچ نہیں۔ مستقبل کا خدا حافظ۔ والسلام

حکایت

حضرت سلیمان علیہ السلام کے زمانہ میں ایک پرندہ تھا جو بہت خوش آواز تھا اور اس کی صورت بھی بڑی اچھی تھی ایک شخص نے اسے ہزار درہم میں خریدا اس کے پنجرے کے قریب اگر اس کا ہم جنس ایک آواز دے کر اڑ گیا اس کے بعد وہ پرندہ بولنے سے خاموش ہو گیا۔ اس مرد نے اس پرندہ کی شکایت حضرت سلیمان علیہ السلام سے کی آپ نے فرمایا پرندہ کو میرے پاس لاؤ جب وہ حاضر کیا گیا تو آپ نے پرندے سے فرمایا کہ تیرے مالک کا تیرے اوپر حق ہے جب کہ اس نے تجھے بھاری قیمت دے کر خریدا ہے لیکن تو آج کل خاموش ہے۔ پرندے نے عرض کی اے اللہ کے نبی میرے مالک سے فرمائیں کہ اب وہ مجھے قید سے رہا کر دے میں جب تک پنجرے میں ہوں ہرگز نہیں بولوں گا۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے فرمایا اس کی کیا وجہ ہے پرندے نے عرض کی کہ میرا چیخنا، چلانا اپنے وطن اور اولاد کے فراق کی وجہ سے تھا۔ لیکن میرے ساتھی پرندے نے مجھے سمجھایا کہ تجھے قید صرف تیری خوش آواز کی وجہ سے کیا گیا ہے جب تک تو اپنی آواز کو دبائے گا نہیں تیری نجات ناممکن ہے۔ حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندے کے مالک کو فرمایا۔ سنا تو نے وہ کیا کہتا ہے۔ اس شخص نے کہا اے اللہ کے نبی واقعی میں نے اس کی آواز کے لئے قید کیا تھا۔

حضرت سلیمان علیہ السلام نے پرندے کے مالک کو ہزار درہم دے کر اس کو چھوڑ دیا وہ پرندہ اڑتا ہوا خوش آواز سے پڑھتا ہوا جارہا تھا "پاک ہے وہ ذات جس نے مجھے حسین بنایا اور ہوا میں اڑنے کی طاقت بخشی اور پنجرے میں صبر کی توفیق بخشی"۔

اس کے بعد سلیمان علیہ السلام نے فرمایا "جب تک یہ پرندہ جزع فزع کرتا رہا قید رہا اور جب اس نے صبر کیا تو اسے نجات ملی۔

فائدہ :- پرندے کے صبر کرنے کی وجہ سے اسے قید سے رہائی حاصل ہوئی۔ اسی طرح انسان بھی اپنی پریشانیوں پر صبر کریں۔ تو اللہ تعالیٰ انہیں پریشانیوں سے نجات صبر کرنے کی وجہ سے دے گا۔

پیش کردہ : محمد امین القادری بریلوی

خلافت بنوامیہ اور محمد بن قاسم کا ہندوستان پر حملہ

ہندوستان کے علاقوں (ساحل مالابار اور جزائر لنکادیپ، لنکا، وغیرہ میں مسلمان آباد ہوگئے تھے۔ اور لنکا کا راجہ بھی مسلمان ہوگیا تھا۔ اس لئے وہ ہمیشہ تحفے اور ہدایا خلیفۂ اسلام کو بھیجا کرتا تھا۔ ۹۲ھ میں اپنے معمول کے موافق اس نے قیمتی تحائف جہازوں کے ذریعہ سے حجاج بن یوسف کے پاس بھیجے جو بصرہ میں خلیفہ ولید بن عبدالملک کی طرف سے عراق کا والی تھا ان جہازوں میں مسلمان سوداگروں میں سے بعض اشخاص اور ان کی بیوائیں اور چند یتیم لڑکے بھی سوار تھے جو اپنے وطن کو جارہے تھے یہ جہاز باد مخالف کی وجہ سے سندھ کی بندرگاہ دیبل پر پہنچے۔ دیبل اس زمانے میں سندھ کے راجہ داہر کے قبضہ میں تھا۔ سندھ کے حاکم نے ان جہازوں کو لوٹ کر مردوں، عورتوں اور بچوں کو گرفتار کرکے جہازوں کو سندھی بیڑے میں داخل کرلیا۔ جب اس کی اطلاع حجاج بن یوسف کو ملی تو اس نے راجہ داہر سے پوچھا کہ اس نے ایسا کیوں کیا۔ راجہ نے لاپروائی اور تکبر سے حماقت آمیز جواب دے کر لوٹا ہوا مال اور قیدیوں کو بدستور اپنے قبضہ میں رکھا تو حجاج بن یوسف نے اپنے داماد اور بھتیجے محمد بن قاسم بعمر اٹھارہ سالہ کو ۹۲ھ میں سندھ پر حملہ کرنے کا حکم دیا۔

دیبل کی تسخیر

محمد بن قاسم نے بارہ ہزار فوج لے کر دیبل پر حملہ کرنے سے پہلے حاکم دیبل اور وہاں کی رعایا کو اسلام کی دعوت دی۔ انکار کرنے پر جزیہ کا مطالبہ کیا جب راجہ کی جانب سے اس سے بھی انکار کیا گیا تو محمد بن قاسم نے اپنی فوج کو حملہ کرنے کی اجازت دی۔ جب میدان میں مسلمانوں کو روکنا ممکن نہ ہوا تو راجہ کی فوج نے قلعہ بند ہوکر مقابلہ شروع کیا قلعہ میں رسد اور لڑنے والوں کی کمی نہیں تھی۔ حجاج نے ڈاک کا ایسا انتظام کیا تھا کہ ہر دوسرے دن دیبل کا خط بصرہ پہنچ جاتا تھا۔ کئی ماہ گزرنے پر بھی قلعہ فتح نہیں ہوا تو منجنیق کے ذریعہ قلعہ پر سنگ باری اور آتش بازی کی گئی جس سے مجبور ہوکر محصورین قلعہ سے باہر نکل آئے گھمسان کی جنگ ہوئی جس میں راجہ کی فوج کو شکست فاش ہوئی۔ اہل شہر میں سے ہزاروں غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہوئے اور بقیہ غیر مسلم نے جزیہ دینا قبول کیا وہاں کا بڑا گرو بھی مسلمان ہوگیا اس کا نام ابوالطاہر رکھا گیا۔ محمد بن قاسم نے ابوالطاہر کو دیبل کا حاکم اور حمید بن زراع کو شہر کا کوتوال مقرر کیا۔ حکومت کے اموال اور خزائن میں سے پانچواں حصہ مع رہاشدہ قیدیوں کو جنہیں دیبل کے حاکم نے جہازوں کے ساتھ گرفتار کرلیا تھا حجاج بن یوسف کے پاس بصرہ بھیجا گیا اس فتح نے تمام سندھ میں کھلبلی ڈال دی۔ اطراف واکناف کے غیر مسلم فاتحین کے ہاتھوں پر جزیہ دینے کا اقرار کرتے رہے تھوڑے ہی عرصہ میں دریائے سندھ کا مشرقی علاقہ جسے نیروان کہتے تھے مسلمانوں کے قبضہ میں آگیا۔ محمد بن قاسم نے نیروان کا بندوبست کرکے مساجد تعمیر کیں اور کچھ دیر آرام کرنے کے بعد دریائے سندھ کو عبور کرکے راجہ داہر سے نبرد آزما ہوا۔ حملہ کرنے سے پہلے محمد بن قاسم نے ابوالطاہر سے کہا کہ تو نے قدیمی دستور کے مطابق سلام کیوں نہیں کیا؟ ابوالطاہر نے جواب دیا کہ ہم مسلمان ہیں کافروں کو سلام نہیں کرتے۔ مسلمانوں کی غیرت اور تصلب دیکھئے کہ نو مسلم بھی کفار کو سلام کرنا گوارہ نہیں۔ اسی سے مسلمانوں کے تصلب کا اندازہ ہوتا ہے کہ وہ کفار کے ساتھ رواداری نہیں کرتے جس طرح نیچری کرتے رہتے ہیں کہ مسلمان حکمراں سب کے ساتھ رواداری کے ساتھ پیش آتے تھے۔

۹۳ھ میں مسلمانوں کو عظیم فتح ہوئی۔ اس جنگ میں راجہ

داہر مارا گیا۔ جو غیر مسلم مشرف بہ اسلام ہونے سے رہ گئے تھے وہ سب کے سب ذمی بنائے گئے۔ داہر کی بڑی بیوی لاوی مسلمان ہو کر محمد بن قاسم کے نکاح میں آئی۔ اور چھوٹی بیوی بائی ستی ہو گئی۔ اس کے بعد برہمن آباد پر حملہ کیا گیا۔ حملے سے پہلے غیر مسلموں کو اسلام کی دعوت دی گئی۔ انکار کرنے پر جزیہ کا مطالبہ کیا گیا۔ غیر مسلموں نے جب اس کا انکار کیا تو شہر پر حملہ کیا گیا جس میں مسلمانوں کو فتح نصیب ہوئی برہمن آباد کے مفتوح ہونے کے بعد محمد بن قاسم نے داہر کی راجدھانی الور پر حملہ کیا ایک عظیم جنگ کے بعد الور پر مسلمانوں کا قبضہ ہو گیا وہاں کے بت خانوں میں سے ایک کثیر رقم اور سونا چاندی مسلمانوں کے ہاتھ آیا۔ ۹۵ھ میں ملتان پر فوج کشی کی گئی یہاں بھی غیر مسلموں کو شکست ہوئی اور سندھ کا وزیر سی ساگر مسلمان ہوا۔

قنوج پر حملہ کی تیاری

ملتان کی فتح کے بعد محمد بن قاسم نے قنوج پر حملے کی تیاری کی اس خبر کو سن کر ہزاروں نو مسلم سندھی فوج میں بھرتی ہونے لگے۔ پہلے قنوج کے راجہ ہری چند کے پاس سفارت بھیجی گئی کہ راجہ اپنی رعایا کے ساتھ اسلام قبول کرے یا جزیہ دے جس میں یہ لکھا تھا ہری چند قنوج کے راجہ کو معلوم ہو کہ فضل الٰہی سے ساحل سندھ سے حدود کشمیر تک جتنے راجہ تھے سب نے اسلام قبول کیا یا جزیہ دے کر اسلام کی تابعداری منظور کر لی۔ (ان حقائق سے معلوم ہو رہا ہے کہ مسلمانوں نے انہیں کافروں کو اپنا بھائی بنایا جنہوں نے اسلام قبول کیا تھا، مگر نیچری و صلح کلیوں نے اس کے خلاف مسلمانوں کو اپنی ہر طرح صلح کلی ثابت کرنے کی کوشش کی ہے) جو مسلمان ہوئے ہیں وہ حقوق و مراعات میں ہمارے ساتھ ہیں۔ اب ہم دو باتیں تمہارے سامنے پیش کرتے ہیں اسلام یا جزیہ ان کے علاوہ کوئی تیسری چیز منظور نہیں ورنہ پھر تلوار فیصلہ کرے گی اسی اثناء میں ۹۶ھ میں حجاج بن یوسف کے انتقال کی خبر آئی اور اس کے ساتھ خلیفہ ولید بن عبدالملک کی وفات کی بھی خبر ملی۔ ولید کے انتقال کے بعد اس کا بھائی سلیمان بن عبدالملک خلیفہ ہوا۔ جس نے محمد بن قاسم کو معزول کر کے واپس بلا لیا۔ جس کے سبب یہ مہم سر نہیں کی جا سکی۔

امیر المومنین عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے فرامین راجگانِ ہند کے نام۔

حضرت عمر بن عبدالعزیز رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مبارک عہد میں ہند کے راجاؤں کے نام فرامین بھیجے گئے کہ تم سب کے سب مسلمان ہو جاؤ تاکہ تمہارے حقوق ہماری طرح ہو جائیں ورنہ جزیہ دینا قبول کرو۔ ان فرامین کو سن کر داہر کا بیٹا جے سیہ اور کئی اور دیگر راجہ مسلمان ہوئے جن میں اکثر جے سیہ کے رشتہ دار شامل تھے۔

محمد بن قاسم کے بعد

محمد بن قاسم کے بعد دربار خلافت دمشق سے سندھ میں نائب مقرر ہو کر آتے رہے یہاں تک کہ خلافت بنوامیہ کا خاتمہ ہو کر خلافت بنو عباس کا دور شروع ہوا۔ ۱۳۲ھ سے بغداد سے سندھ کے لئے امیر مقرر ہونے لگے اس کا سلسلہ ۲۲۵ھ تک رہا۔ اس کے بعد سندھ میں چھوٹی چھوٹی آزاد حکومتیں قائم ہوئیں جس میں ملتان اور منصورہ کی دو وسیع اور طاقتور حکومتیں تھیں۔ ۳۸۴ھ میں قرامطہ کے مرتدین نے منصورہ پر قبضہ کر لیا تو پڑوسی راجاؤں سے پنجاب کے راجہ جے پال اور بھاطنہ کے راجہ نے قرسطی سردار حمید خاں سرحدی کو مدد دے کر ۳۸۵ھ میں ملتان پر قابض کرا دیا۔ اس طرح کفار مجاہرین کے ذریعہ سے منصورہ اور ملتان میں کفار مرتدین کی حکومتیں قائم ہوئیں۔ محمد بن قاسم کے عہد میں ذمیوں کو حکم تھا کہ وہ معمولی لباس پہنیں اور سر کو نہ ڈھانکیں۔ ●●

جس کے سینے میں قرآن نہیں وہ ویران گھر کی طرح ہے۔ (حدیث)

شعر: آباد ہے وہ دل جس میں تری یاد ہے
جو یاد سے غافل ہے ویران ہے برباد ہے

امام احمد رضا کے ایک معاصر

ڈاکٹر مولانا اقبال احمد القادری کراچی

شاہ فضل الرحمٰن گنج مرادآبادی علیہ الرحمہ

(۱۲۰۸/-۱۳۱۳ھ)

بزرگوں سے محبت رکھنا اور ان کے حالات بیان کرنا دراصل اس عظیم نعمت کا شکر بجالانا ہے کہ جس کی طرف قرآن حکیم نے اشارہ فرمایا۔ و امّا بنعمة ربك فحدّث جس نے حضرات اولیائے کرام کے کمالات کو نہیں پہنچانا، اس نے اس انمول اور خاص نعمت کی قدر و قیمت کو نہ جانا۔ اس میں شک نہیں کہ حضرات اہل اللہ کا ذکر دلوں کو قوی و روشن کرتا ہے، قرآن کریم میں حضرات انبیاء کرام علیہم السلام کے واقعات بیان کرنے کی یہی حکمت بتائی گئی کہ اس سے دل قوی ہوتے ہیں۔ اہل اللہ کے ذکر و افکار نے مشرق و مغرب میں ملت اسلامیہ کو جو قوت بخشی اس سے سب باخبر ہیں۔ اولیاء کرام کی نسبت بڑی سعادت ہے۔ نسبت ہی نے حضرت بلال حبشی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کو کہاں سے کہاں پہنچادیا۔ حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ جب انسان اہلِ کمال کی صحبت اور عارفوں کے دیدارِ جمال سے بہرہ ور ہو جائے تو ان بزرگوں کے حالات سے باخبر رہنا بھی باعث ہمت افزائی اور تاریکیوں کو ختم کرنے والا ہے، ان کے حالات سے واقف ہونے سے بھی وہی اثر ہوتا ہے جو ان کی صحبت سے، کیونکہ درحقیقت یہ بھی ان کی صحبت میں رہنے کے مترادف ہے۔ (اخبار الاخیار، ص ۲۸)

اولیائے کرام کے ذکر سے طمانیت اور عبرت و نصیحت حاصل ہوئی ہے اور اگر حسن عقیدت ہو تو ہر چیز مشاہدہ بن جاتی ہے۔ حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ کا شمار بھی انہیں اولیائے کرام میں ہوتا ہے کہ جن کا ذکر دلوں کو قوی اور روشن کرتا ہے۔

آپ یکم رمضان المبارک ۱۲۰۸ھ بوقت صبح صادق اس دنیا میں تشریف لائے۔ حضرت پیران پیر سیدنا غوث الاعظم دستگیر رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی پیروی کرتے ہوئے صبح سے شام تک دودھ نوش نہ فرمایا تاوقتیکہ وقت افطار آگیا اور جب سب نے روزہ افطار کیا تو آپ نے بھی دودھ پیا۔ یہی نہیں بلکہ ایام شیر خواری میں جب بھی رمضان المبارک آیا، آپ نے دن بھر دودھ نوش نہ فرمایا۔ بے شک اللہ جسے اپنا محبوب بنالیتا ہے اسے شریعت کی پاسداری عہد طفلی ہی سے ودیعت فرمادیتا ہے کہ وہ تو دوسروں کو شریعت کا تابع بنائے گا۔ بھلا خود کیونکر خلاف شرع کام کرے۔ بچپن میں روزہ رکھنا اور دودھ نہ پینا شرعی حکم نہیں مگر آپ کا دودھ نہ پینا آپ کی ولایت کا اشارہ تھا۔

آپ کے والد ماجد شاہ اہل اللہ لکھنؤ کے مشہور بزرگ حضرت مولانا سید عبدالرحمٰن لکھنوی سے ارادت رکھتے تھے، آپ کی ولادت پر انہوں نے ہی آپ کا نام "فضل الرحمٰن" تجویز کیا تھا اور یہی تاریخی نام بھی ہے — (تذکرہ علمائے اہل سنت، صفحہ ۲۰۷، مطبوعہ کانپور ۱۹۷۲ء)

ابتدائی تعلیم گھر پر ہی حاصل کی پھر مولانا نورالحق ابن مولانا انوارالحق فرنگی محلی سے تحصیل علم کے بعد مولانا حسن علی لکھنوی کی معیت میں دہلی جاکر حضرت شاہ عبدالعزیز محدث دہلوی علیہ الرحمہ کے درس میں شریک ہوئے اور درس بخاری سے فیضیاب ہوئے، یہاں آپ نے پوری بخاری شریف کی سماعت کی — تعلیم سے فارغ ہوکر واپس وطن لوٹ آئے — علوم ظاہرہ سے سرفرازی کے بعد علوم باطنی کی طلب تھی چنانچہ ۱۲۳۹ھ میں حضرت شاہ محمد آفاق دہلوی سے بیعت و ارادت کا تعلق قائم کیا، اور انہیں کی صحبت فیض میں رہ کر منازل طریقت

طے کیں۔ حضرت شیخ نے باطنی تربیت کے بعد اجازت و خلافت سے سرفراز فرمایا — خلقِ خدا کی تربیت و اصلاح کا جذبہ لئے دہلی سے واپس لوٹے — آپ کے اجداد میں حضرت شیخ شہاب الدین زاہد، آٹھویں صدی ہجری کے ابتداء میں ہندوستان تشریف لائے تھے اور بہار کو مسکن بنایا تھا — (ایضاً)

حضرت مولانا شاہ فضل الرحمٰن علیہ الرحمہ دہلی سے "ملاواں" واپس لوٹے، یہیں عقد مسنونہ ہوا مگر کچھ ہی عرصہ بعد اہلیہ انتقال فرماگئیں — ۲؍ محرم الحرام ۱۲۴۲ھ کو آپ "ملاواں" سے ہجرت کر کے "گنج" مراد آباد" وارد ہوئے اور یہیں مستقل سکونت اختیار کرلی۔ کافی عرصہ تک مطابع میں قرآن پاک کی کتابت کی تصحیح کا کام کرتے رہے، پھر سلسلہ تبلیغ شروع کیا۔ دور دراز کے سفر طے کئے اور رشد و ہدایت کا فریضہ انجام دیا — (ایضاً)۔

۱۶؍ ربیع الاوّل ۱۲۴۳ھ کو شہنشاہ اورنگ زیب عالمگیر علیہ الرحمہ کے دیوان ریاست میر کریم شیر علوی کی بھتیجی سے آپ کا دوسرا عقد ہوا جن سے ایک فرزند شاہ احمد میاں ۲۲؍ محرم الحرام ۱۲۴۴ھ کو پیدا ہوئے۔

حضرت مولانا فضل الرحمٰن گنج مراد آبادی علیہ الرحمہ نہایت متقی و پرہیزگار تھے، ایک جگہ تحدیث نعمت کے طور پر خود فرماتے ہیں کہ —

"خدا کا ہم پر کرم ہے کہ ہم تین برس کی عمر سے استنجے اور ڈھیلے لینے کے پابند رہے اور تین سال ہی کی عمر سے وضو کر کے نماز پڑھتے، سات برس کی عمر ہوئی تو ہوش سے نماز ادا کرتے رہے اور دس برس کی عمر سے ابتک (۱۳۱۳ھ) باجماعت بفضلہٖ نماز ادا کرتے رہے" — (تذکرۂ رحمانی، صفحہ ۷ ۱۳، مطبوعہ کراچی)

آپ نے نہایت سادگی سے زندگی بسر کی، اللہ نے تمام نعمتوں سے نوازا تھا مگر فقط ایک جوڑا بدن ڈھانپنے کو ہوتا، جب تک وہ خراب نہ ہو جاتا، دوسرے کی خواہش نہ کی — مونگ کی دال اور چاول کثرت سے استعمال فرماتے، مکئی اور باجرے کی روٹی بھی پسند کرتے بلکہ آخری ایام میں تو بس یہی غذا تھی، اپنے مہمانوں اور عقیدت مندوں کو بھی اسی سے تواضع فرماتے۔

آپ شریعت و سنت کے پابند تھے — ہمیشہ سفید لباس پسند کرتے، سر پر سنت کے ... عمامہ ہوتا، کبھی کبھی ٹوپی بھی استعمال فرماتے — نماز پنجگانہ باجماعت ادا کرنے کے علاوہ تہجد اور اشراق و چاشت کے بھی پابند تھے۔ آداب مسجد اور احترام سنت کے خود بھی پابند تھے اور دوسروں کو بھی تلقین فرماتے رہتے، ننگے سر آنے والوں کو تنبیہ فرماتے، عقیدت مندوں کو مسجد میں سونے اور قیام و طعام نہ کرنے دیتے — ایک مرتبہ کسی نے مشہور کیا کہ شریعت الگ چیز ہے اور طریقت الگ، آپ نے اس فتنہ کی سرکوبی کے لئے سخت جدوجہد کی اور فرمایا کہ —

"تصوف (طریقت) میں محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم لازم ہے اور محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے لئے اتباع سنت دلیل ہے" — (تذکرۂ رحمانی)

آپ کو قرآن و حدیث پر کامل دسترس حاصل تھی، روزانہ نماز عصر کے بعد ارادت مندوں کیلئے، درس قرآن و حدیث ارشاد فرماتے جب کہ صبح کو نماز چاشت تا ظہر بھی درس حدیث فرمایا کرتے تھے — آپ کا درس، عقائد و اعمال کی درستگی اور اللہ و رسول (عزوجل و صلی اللہ علیہ وسلم) کی محبت دلوں میں اجاگر کرنے کا سبب ہوتا چنانچہ ایک مرتبہ آیۂ مبارکہ فیمسک الذی قضٰی علیہا الموت (الخ کے ضمن میں فرمایا کہ "خدا روح کے ارسال و تمسک دو حالتوں کو بیان فرماتا ہے کہ روح جسم سے باہر نکال بھی لی جاتی ہے اور جسم میں چھوڑ بھی دی جاتی ہے اب اگر روح کو روک کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع کردے تو موت عارضی ہوگی لیکن اگر روح نکال کر وہ خاص بدنی تعلق خدا منقطع نہ کرے تو جسم میں حیاتی صفت بخوبی باقی و ساری رہتی ہے پس جن بندوں کے ساتھ خدا روح کا بدنی تعلق باقی رکھتا ہے وہ

حیاتی صفت سے بہر حال مالا مال رہتے ہیں، کل انبیاء و سردار انبیاء صلوات اللہ تعالیٰ علیہم اجمعین کے لئے حیات جسمانی بھی ذاتی صفت ہے جو موت عارض ہونے سے زائل نہیں ہوپاتی —(تذکرۂ رحمانی، صفحہ ۱۵۴)

ایک مرتبہ دوران درس امیر الملک نواب صدیق حسن خاں بھوپالی حاضر ہوئے، فرمایا، میاں صدیق حسن — تم نے اپنی کتاب "مسک الختام" میں جو لکھا ہے وہ سناؤ چنانچہ عبارت سنائی گئی —

"التحیات میں السلام علیک سے خطاب اس لئے ہے کہ آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود ہیں نمازی کو چاہئے کہ آنحضور علیہ السلام کو حاضر و ناظر جان کر التحیات میں سلام عرض کرے کیونکہ نمازی کی ذات میں بھی آپ موجود و حاضر ہیں —"

اس پر آپ نے فرمایا کہ۔

"شاباش حق پسندی اسی کا نام ہے، خود سوچو کہ جب آنحضور علیہ السلام عالم کے ذرے ذرے میں موجود و حاضر و ناظر ہیں تو پھر حیات حقیقی سے کیسے سر فراز نہ ہوں گے، مانی ہوئی حقیقت سے روگردانی ایمان کب ہے" —(ایضاً، صفحہ ۱۵۶)

دیگر کتب احادیث پر عبور کے علاوہ بخاری شریف آپ کو یاد تھی، چنانچہ ایک مرتبہ مولانا احمد حسن محدث سہارنپوری (م۔ ۱۳۲۲ھ) آپ کی خدمت میں بخاری شریف کا ایک نسخہ لے کر حاضر ہوئے اور عرض کیا کہ اپنی نگرانی میں عمدہ کاغذ پر خوشخط بخاری شریف چھپوائی ہے۔ آپ نے بخاری شریف کا وہ نسخہ لے کر بلا کسی انداز کے صفحات کھولنا اور غلطیاں بتانا شروع کردیں کہ یہاں یہ غلطی ہے۔ یہاں یہ غلطی ہے، مولانا موصوف سہارنپوری کہتے ہیں کہ میں دیکھ کر حیران رہ گیا کہ میں نے آٹھ سال تک اس کی کتابت کی خود تصحیح کی ہے لیکن مجھے یہ غلطیاں نظر نہ آئیں اور دوسری حیرت اس بات پر کہ آپ ایسے غلطیاں بتا رہے تھے جیسے کہ آپ نے یہ جدید نسخہ بخاری میرے دکھانے سے قبل دیکھا ہو —(تذکرۂ رحمانی، صفحہ ۱۲۲)

آپ کی زندگی کا اکثر حصہ حصول علم اور پھر دین کی تبلیغ و اشاعت کی خاطر سفر میں گزرا — جب عمر زیادہ ہوئی تو ترک سفر کر کے گنج مراد آباد ہی میں مستقل قیام کیا، یہاں عقیدت مندوں کے علاوہ بڑے بڑے اکابر علماء اور مشاہیر آپ سے ملاقات کو حاضر ہوئے — امام اہلسنت امام احمد رضا خاں محدث بریلوی علیہ الرحمہ بھی حضرت مولانا وصی احمد محدث سورتی علیہ الرحمہ کی رفاقت میں آپ سے ملاقات کو حاضر ہوئے، جب مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کو امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی تشریف آوری کی اطلاع ہوئی تو فرمایا یہاں فقیر کے پاس کیا رکھا ہے، ان کے دادا عالم ہیں، ان کے والد عالم ہیں، پھر بھی یہ شفقت فرمائی، — آپ نے امام احمد رضا خاں محدث بریلوی کی آمد پر قصبہ سے باہر نکل کر ان کا استقبال کیا اور اپنے مخصوص حجرہ میں مہمان ٹھہرایا — عصر کے بعد معمول کے درس میں حاضرین سے مخاطب ہو کر ان کے بارے میں فرمایا کہ۔

"مجھے آپ کی پیشانی میں نور ہی نور نظر آتا ہے —"

پھر اپنی کلاہ امام احمد رضا کو عنایت کی اور عزت کے ساتھ رخصت کیا —(تذکرۂ رحمانی، صفحہ ۳۲۲/ تذکرۂ علمائے اہلسنت، صفحہ ۲۰۸)

ڈاکٹر اقبال ایک مرتبہ وزیر بھوپال منشی امتیاز علی کے ہاں لکھنؤ میں مہمان تھے، انہوں نے حضرت مولانا فضل الرحمن گنج مراد آبادی کا ذکر کیا، تو علامہ موصوف منشی امتیاز علی کے ہمراہ ملاقات کو حاضر ہوئے، بوقت ملاقات خواہش ظاہر کی کہ کوئی ایسا وظیفہ ارشاد فرمائیں جس سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زیارت نصیب ہو — آپ نے فرمایا کہ

"والہانہ محبت خود سبب دیدار ہے، تم اپنے میں وہ بات پیدا کرلو کہ آنحضرت علیہ السلام کی نگاہ مبارک خود تمہاری طرف اٹھ جائے یہی سب سے بڑا وظیفہ ہے" —(تذکرۂ رحمانی، صفحہ ۱۱۸)

آپ نے ۱۰۵ سال کی طویل عمر پائی اور ۲۲ ربیع الاول شریف ۱۳۱۳ھ کو وصال فرمایا — گنج مراد آباد (ہندوستان) میں مزار مرجع خلائق ہے جہاں ہر سال آپ کا عرس عقیدت و احترام کے ساتھ منایا جاتا ہے — آپ کے بعد آپ کے صاحبزادے حضرت مولانا شاہ احمد میاں فضل رحمانی (۱۲۴۴ھ — ۱۳۳۵ھ) اور پھر پوتے حضرت مولانا شاہ محمد رحمت اللہ میاں فضل رحمانی (۱۲۹۹ھ — ۱۳۸۱ھ) مسند رشد و ہدایت پر متمکن ہوئے۔ مولانا سید محمد قاسم حسین ہاشمی مصطفائی فضل رحمانی (بانی خانقاہ مصطفائی، صوفی ٹولہ، بریلی شریف) حضرت مولانا شاہ محمد رحمت اللہ فضل رحمانی کے مشہور خلفاء میں سے تھے — آپ کا مجموعہ کلام ”بہشتی چراغ“ اور رسائل ”یاد فیضان شریعت“ اور ”میلاد کا راز“ آپ کی یادگار ہیں۔

مآخذ مراجع

۱- قرآن حکیم

۲- شیخ عبدالحق محدث دہلوی، اخبارالاخیار مطبوعہ کراچی

۳- علامہ شاہ بھولے میاں جوہر فضل رحمانی، تذکرہ رحمانی، مطبوعہ کراچی

۴- مولانا محمود احمد قادری، تذکرہ علماء اہل سنت مطبوعہ کانپور ۱۹۷۱ء

۵- سید حاجی محمد قاسم حسین ہاشمی فضل رحمانی، میلاد کا راز، مطبوعہ کراچی

۶- مولانا سید حاجی محمد قاسم حسین ہاشمی، مصطفائی فضل رحمانی، یاد فیضان شریعت، مطبوعہ کراچی

اسلامی معلومات عامہ

محمد امین القادری بریلوی

سوال: ہمارے نبی کا ”احمد“ نام کس نے رکھا؟

جواب: والدہ ماجدہ نے خواب میں ایک فرشتہ سے بشارت پاکر۔

سوال: ہجرت سے قبل آپ نے مدینہ کا ”سفر کب کیا اور کس کیساتھ ؟“

جواب: بچپن میں۔ اپنی والدہ کے ساتھ۔

سوال: جب ہمارے نبی کی والدہ کا انتقال ہوا اس وقت آپ کی عمر کیا تھی؟

جواب: چھ سال۔

سوال: ہمارے نبی نے جب ملک شام کی طرف پہلا سفر فرمایا اس وقت آپ کی کیا عمر تھی؟

جواب: بارہ سال۔

سوال: ہمارے نبی کا ”محمد“ نام کس نے رکھا؟

جواب: آپ کے دادا حضرت عبدالمطلب نے۔

سوال: ہمارے نبی کی والدہ کا وصال کہاں ہوا؟

جواب: ”یثرب“ (مدینہ) میں۔

سوال: ہمارے نبی نے کتنی عورتوں کا دودھ نوش فرمایا؟

جواب: تین عورتوں کا (۱) حضرت ثوبیہ (۲) حضرت آمنہ (۳) حضرت حلیمہ کا۔

سوال: ہمارے نبی کی ولادت کس تاریخ کو ہوئی؟

جواب: ۱۲ ربیع الاول دوشنبہ کے دن۔

سوال: ہمارے نبی کے پہلے نکاح کے وقت کیا عمر تھی؟

جواب: پچیس سال۔

سوال: ہمارے نبی کا پہلا نکاح کس سے ہوا؟

جواب: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہا سے۔

سوال: حضرت خدیجۃ الکبریٰ رضی اللہ عنہا کی کیا عمر تھی؟

جواب: چالیس سال۔

سوال: بچپن میں والدہ کے انتقال کے بعد آپ کو مکہ لیکر کون حاضر ہوئیں؟

جواب: حضرت ام ایمن رضی اللہ تعالیٰ عنہا۔

سوال: ہمارے نبی نے اعلان نبوت کتنے سال کی عمر میں فرمایا؟

جواب: چالیس سال کی عمر میں۔

(جاری ہے)

شہزادۂ شیر بیشۂ سنت۔ ایک ہمہ جہت شخصیت

الحاج ریاض حیدرر حنفی صدر المدرسین الجامعۃ الحشمتیہ معین العلوم بازار بانم دھانے پور گونڈہ

دنیا میں کسی شخص کے لئے عزت و احترام کے نقطۂ نظر سے یہ حوالہ نہایت اہمیت کا حامل ہوتا ہے کہ وہ مسلم شخصیت کا عزیز ہو۔ کسی بڑے سیاسی گھرانے کا فرزند ہو۔ کسی روحانی شخص کا نور چشم ہو۔ کسی ممتاز ادیب یا خطیب کا جگر گوشہ ہو اس طرح کوئی بھی نسبت اس شخص کے لئے عزت و وقار کی دائمی سند کا درجہ رکھتی ہے۔

دنیا بھر میں اس طرح کا کوئی بھی حوالہ لائق توجہ سمجھا جاتا ہے۔ کم از کم ایک دو نسلیں تو اس احساس سے معمور ہی رہتی ہیں۔ اور کوئی بھی انھیں اس اعزازی استحقاق سے محروم نہیں کر سکتا۔ بایں ہمہ اگر وہ شخص ان حوالوں کے ساتھ خود بھی کوئی روحانی۔ سیاسی۔ معاشرتی۔ علمی اور ادبی حیثیت کا حامل ہو تو یہ سونے پر سہاگے والی بات ہے اور اس کو قران السعدین کہا جاتا ہے۔

اس پش منظر میں جب ہم جانشین مظہر اعلحضرت مظہر شیر بیشۂ اہلسنت حضرت علامہ مفتی محمد مشاہد رضا خان صاحب قبلہ علیہ الرحمتہ والرضوان کی تاریخی یا یوں کہیئے کہ تاریخ ساز ہستی کا جائزہ لیتے ہیں تو ایک خوشگوار حیرت ہوتی ہے کہ سیدی مظہر اعلحضرت کے شہزادہ والا تبار حضور مشاہد ملت علیہ الرحمہ اپنی دیگر خصوصیات کی طرح اس خصوصیت میں بھی انفرادی شان کے حامل نظر آتے ہیں۔ ہر شخص اندازہ کر سکتا ہے کہ کیا کیا نسبتیں اور کیسی کیسی عظمتیں آپ کے حصہ میں آئیں۔ دیکھئے وہ کس کے نور نظر لخت جگر اور بھتیجے ہیں ایک ایک نسبت کی بزرگی کو دیکھنے کے لئے کوہ ہمالہ جیسا قد کاٹھ چاہئے۔

اللہ اللہ آپ کے والد گرامی کون ؟ حضور شیر بیشۂ اہلسنت وہ شیر بیشۂ اہلسنت جنکی ہر ایک سانس میں خوشبوئے نبی صلی اللہ علیہ وسلم بسی رہی جنکو مظہر اعلحضرت ولد مرافق اور ابوالفتح کا خطاب حاصل ہے جو ہر میدان میں فاتح و منصور رہے جنکی سیاست پر عبادت کا رنگ غالب رہا۔ جن کی روحانیت ہدایت کا سرچشمہ ٹھہری۔

العظمتہ للہ آپ کے چچا کون ؟ محبوب ملت۔ مفتی اعظم ریاست پٹیالہ صاحب تصانیف کثیرہ جنھوں نے مسلک کی حفاظت کے لئے جیل کی صعوبتیں بھی برداشت کیں۔ جن کے ایثار نے ملت کا وقار بلند کیا اور امت کی شیرازہ بندی کے لئے اپنا سب کچھ قربان کر دیا۔

دیکھ رہے ہیں آپ کہ جن کے والد بحر العلوم۔ چچا بھی بحر العلوم اور خود بھی بحر العلوم۔ کیسی کیسی عظیم نسبتوں اور شاندار حوالوں سے جڑے ہوئے ہیں۔

لیکن اس طرح کے حوالے جہاں کسی کو بہت اونچا مقام دیتے ہیں وہاں اس کا نام گم ہو جانے کا مسئلہ بھی پیدا کر دیتے ہیں۔ آقائے نعمت حضور مظہر شیر بیشۂ سنت قدس سرہ بیشک ان حوالوں سے ایک مقدس اور محترم پہچان کے حامل ہیں۔ لیکن ساتھ ہی تاریخ میں ان کا اپنا ایک مستقل مقام اور معزز نام موجود ہے۔

عظمت و حرمت کی کہکشاں میں ممکن ہے کہ ایک آدھ ستارہ دب جائے۔

رنگ و نکہت سے معمور گلستاں میں اندیشہ ہے کہ کچھ پھول اپنی بہار نہ دکھلا سکیں۔ مگر حشمتی کہکشاں میں ہر ستارہ روشن اور اس گلزار میں ہر پھول پر بہار نظر آتا ہے بڑے باپ کا بیٹا ہونا۔ عظیم ماں کا فرزند ہونا۔ جلیل القدر خانوادے کا فرد ہونا۔ پر شکوہ گھرانے کا چشم و چراغ ہونا یقیناً باعث سعادت ہوتا ہے۔ لیکن کسی امتحان اور آزمائش سے کم نہیں ہوتا۔

کیوں کہ بڑے باپ کی عظمت کی لاج رکھنا۔ عظیم ماں کی آغوش کا حق ادا کرنا۔ پر شکوہ خاندان کی قدر و عزت کا پاس و لحاظ بر قرار رکھنا۔ اور گھرانے کی شان و شوکت سطوت و صولت کا تحفظ کرنا کوئی معمولی کام نہیں۔ ساتھ ہی الگ سے اپنی شناخت بنانا کارے دارد۔

حضور شیر بیشہ اہلسنت کے جانشین اور فرزند دلبند قدس سرہما کو اس حیثیت سے تو یہ خراج عقیدت و محبت حشر تک ملتا رہے گا۔ کہ وہ مظہر اعلحضرت کے چشم و چراغ ہیں مگر خاندان حشمتیت بھی اس پر ہمیشہ فخر کرتا رہے گا کہ مظہر شیر بیشہ سنت اس خاندان کے ایک فرد ہیں۔ بعد وصال تو تعزیت کے طور پر تاثر پیش کرنے کا رواج بہت قدیم ہے۔ بعض لوگ تو غلو اور مبالغہ سے بھی دریغ نہیں کرتے لیکن یہ سب غلو اور مبالغے بعد انتقال ہی اکثر ہوتے ہیں۔ ذاتی کمال تو یہ ہے کہ زندگی ہی میں نہیں بلکہ عین شباب میں بزرگوں کا معتمد بن جائے مجھے یاد پڑ رہا ہے کہ دنیائے سنیت کی عظیم عبقری شخصیت جانشین اعلحضرت حضور مفسر اعظم قبلہ قدس سرہ بریلی شریف کے ماہنامہ اعلحضرت ۱۹۶۲ء میں ص ۳۲ پر تحریر فرمایا کہ ہماری جماعت سے جو جا رہا ہے اس کی جگہ خالی ہوتی جا رہی ہے مگر شیر بیشہ اہلسنت علیہ الرحمہ گئے تو ان کے جانشین نے ان کی جگہ پوری کر دی اور دیوبندیوں کا زخم ہرا رہا بھر نے نہ پایا۔

اس سے بڑا کمال اور کیا ہو سکتا ہے کہ مفسر اعظم جیسی شخصیت نے عین زمانہ شباب میں آپ کو مظہر شیر بیشہ سنت جانا اور تحریر فرمایا۔

ایک علمی حوالہ بطور دلیل حاضر ہے۔ مشتے نمونہ از خروارے کے طور پر آپکی علمیت کا کچھ اندازہ تو ہو ہی جائیگا یہ ۱۹۸۳ء کی بات ہے کہ یادگار سلف حضرت علامہ مفتی بدر الدین احمد صاحب قبلہ رضوی علیہ الرحمہ کے زمانہ تدریس میں مدرسہ غوثیہ بڑھیا ضلع بستی (سدھارتھ نگر) نے ایک حشمتی طالب علم کے ذریعہ ایک سوال کرایا گیا سوال پڑھ لینے کے بعد اس کا جواب پڑھئے اور حضرت علیہ الرحمہ کی خداداد صلاحیت کا اندازہ لگایئے۔ مجبوراً کہنا پڑے گا کہ ایسی چنگاری بھی یارب اپنی خاکستر میں تھی

سوال:

حضور پیر و مرشد بڑے سرکار صاحب قبلہ دام ظلہم النورانی

السلام علیکم ورحمتہ اللہ وبرکاتہ،

بعد سلام و آداب قدم بوسی کے عرض خدمت میں یہ ہے کہ شرح مائۃ میں ہے۔ اعلم ان العوامل فی النحو علی ماالفہ الشیخ الامام االخ اس عبارت میں "جوما" استعمال ہوا ہے وہ کونسا ہے اگر عام اساتذہ کے ترکیب کرانے کے مطابق اس ما کو اسم موصول قرار دیا تو یہاں عبارت ہذا میں مائے موصولہ کا مصداق کیا ہے؟

۱۔ لا رجل فی الدار ۲۔ لا رجلٌ فی الدار۔ پہلا مشابہ بلیس اور دوسرا لائے نفی جنس ہے اردو زبان میں دونوں جملوں کے ترجمہ میں کوئی فرق ہے۔ یا نہیں؟ نفی جنس کا معنی کیا ہے۔ رحمۃ اعلی الاصاغر کے پیش نظر کرم فرمائیں۔

٢٨ جمادی الاخری ۱۴۰۳ھ موضع بڑھیا مدرسہ غوثیہ

الجواب بعون الملک الوہاب

۱۔ جملہ اولی میں صرف افادۂ عموم ہے اور وہ جملہ دال بر قوم ہے۔ التزام عموم نہیں ترجمہ اردو میں یہ ہے مرد گھر میں نہیں ہے۔ اور جملۂ ثانیہ میں تخصیص عموم اور التزام عموم ہے کوئی مرد گھر میں نہیں ہے۔

قال فی شرح الالفیہ ابن عقیل ٥٥ والمراد بہا لا التی قصد بہا التنصیص علی استغراق النفی للجنس کلہ وانما قلت التنصیص احترازاً عن التی یقع الاسم بعدہا مرفوعا نحو لا رجل قائما فانہا لیست نصا فی نفی الجنس اذ یحتمل نفی الواحد ونفی الجنس وقال فی الکواکب الدریہ ص ١٣٠ ج ١ واما لا التی لنفی الجنس فہی التی یدار بہا نفی جمیع الجنس علی سبیل التنصیص بحیث لا یبقی فرد من افرادہ فخرج بہا العاملہ عمل لیس

ما نظرت الی الان فی الکتب التی طالعت معنی الجنس لکن من الامثال یفہم ان مرادہم الکلی وارجوا ان یکون صوابا (فیہ ما فیہ)

٢۔ "ما" فی ہذہ العبارہ اما موصولۃ او نکرۃ موصوفۃ والضمیر المنصوب فی الفہ یرجع الی ما و ہوای ماذ وجہتین باعتبار اللفظ مذکر وباعتبار المعنی فی ہذالمقام مونث و مصداقہ فی ہذالمقام العوامل والعبارۃ تشریحا للمرام تکون ہکذا ان العوامل فی النحو مائۃ وما ئتہا وانحصارہا او کینونتہا مائۃ مبنیۃ علی ما الفہ الشیخ لان بعضہم زاد علی المائۃ و بعضہم اختصر التراکیب لیست بمنحصرۃ ولا بمعدودۃ فیما کتب قدر کتب البسملہ زائدۃ علی خمسۃ الوف فلا مانع ولا حارج للتوسیع ان زید ثم صح فائۃ محذور للقبول بعد ہذا التوضیح لا غبار فی مراد العبارۃ والمقصود ظاہر فتدبر وتفکروان لم تفہم فارجع الی الاساتذہ

رجب المرجب ۱۴۰۳ء مطابق ٢٣ اپریل ١٩٨٣ء یہ تو نمونۃً عرض کر دیا ہوں ورنہ بہت سارے مخطوطات ہیں جو مختلف علوم و فنون پر پھیلے ہوئے ہیں اگر ان کو یکجا کر دیا جائے تو ضخیم کتاب ہو جائے اگر وقت نے فرصت دی تو انشاء المولی تعالی جلد اس کی جانب توجہ کی جائیگی۔

شریعت و طریقت اور حقیقت و معرفت میں جس قدر آپ کو بصیرت اور گہرائی حاصل تھی اس کا اندازہ ارباب بصیرت ہی لگا سکتے ہیں۔ مگر اتنے بڑے وثوق کے ساتھ کہا جا سکتا ہے کہ شہزادۂ شیر بیشہ اہلسنت بلا شبہ شریعت و طریقت دونوں کے سنگم تھے اگر ایک طرف شرعی علوم پر آپ کی گرفت مضبوط تھی تو دوسری طرف طریقت کے اسرار و رموز پر بھی آپکی گہری نظر تھی افسوس ہے کہ ایسی جامع شخصیت ٢ شوال ۱۴۱۹ھ دن گزار کر رات عشاء کی نماز اور وظائف سے فراغت کے بعد یہی شعر پڑھتے پڑھتے کہ

دل کرو ٹھنڈا مرا وہ کف پا چاند سا سینہ پہ رکھ دو ذرا تم پہ کروروں درود

لاکھوں عقیدت مندوں کو روتا بلکتا چھوڑ کر خالق حقیقی سے جا ملے۔

مرگ مومن چیست ہجرت سوئے دوست
ترک عالم اختیار کوئے دوست

قَصِيدَةٌ فِى الْحَمْدِ وَمَدْحِ النَّبِىِّ صلى الله عليه وسلم

من فضيلة الشيخ العلامة المفتى محمد اختر رضا القادرى الازهرى

بسم الله الرحمن الرحيم

اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُوْ

يَفْنَى الْكُلُّ وَ يَبْقَى هُوَ	لَيْسَ الْبَاقِىْ اِلاَّ هُوَ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
مَنْ كَانَ دُعَاهُ اَنْ يَّاهُوَ	ذَاكَ حَمِيْدٌ عُقْبَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
مَنْ كَانَ لِرَبِّىْ دُنْيَاهُ	عَاشَ سَعِيْدًا اُخْرَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
مَنْ كُنْتَ اِلٰهِىْ مَوْلاَهُ	كُلُّ النَّاسِ تَوَلاَّهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
مَنْ مَّاتَ يَقُوْلُ اَللّٰهُ	ذَاكَ الْخَالِدُ مَحْيَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
رُسُلُ اللّٰهِ تَلَقَّاهُ	اَبْشِرْ عَبْدُ بِحُسْنَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
اَلرِّضْوَانُ لَهُ نُزُلٌ	جَنَّةُ خُلْدٍ مَّاْوَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
تَخْشَى النَّاسَ بِلاَجَدْوىٰ	هَلاَّ رَبَّكَ تَخْشَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
اِبْغِ الْاَمْنَ لَدىٰ رَبِّىْ	اِنَّ الْاَمْنَ بِتَقْوَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
تَنْسىٰ رَبَّكَ يَا فَانِىْ	دُمْ اِنْ شِئْتَ بِذِكْرَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
تَرْجُوالنَّاسَ لِجَدْوَاهُمْ	اِنَّ الْجَدْوىٰ جَدْوَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
هَلْ غَيْرَكَ يَخْشىٰ رَبِّىْ	غَيْرُكَ رَبِّىْ يَخْشَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
رَبِّىْ رَبُّ الْاَرْبَابِ	لَيْسَ يُضَاهِىْ حَاشَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
فَسِوَاهُ رَبٌّ بِالْاِسْمِ	وَاِلٰهُ الْحَقِّ يَرْعَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
اَلْوَاحِدُ لَيْسَ بِذِىْ جُزْءٍ	لاَوَاحِدَ حَقًّا اِلاَّ هُوْ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
اَلْخَلْقُ مَرَايَا مَوْجُوْدٍ	لاَمَوْجُوْدَ اِلاَّ هُوْ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
وَالْكُلُّ مَظَاهِرُ مَشْهُوْدٍ	لاَمَشْهُوْدَ اَلاَّ هُوْ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
فَرْدٌ حَقٌّ اَلاٰهَتُهُ	لاَ مَعْبُوْدَ اَلاَّهُوْ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
وَ انْهَلْ صَلاَةُ اللّٰهِ عَلىٰ	مَنْ لَيْسَ شَفِيْعًا اِلاَّهُوْ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
مَنْ بِالدِّيْنِ اَحْيَانَا	حَيَّ اللّٰهُ مُحَيَّاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
عَمَّ الْكَوْنَ بِرَحْمَتِهٖ	كُلُّ الرُّحْمىٰ رُحْمَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
وَ ازْدَانَ بِلاَدُ اللّٰهِ بِهٖ	ظَلاَمٌ لَوْلاَهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
جَاءَ جَمِيْلُ الرَّحْمٰنِ	فَاشْكُرْ تَزْدَدْ نَعْمَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
حَلَّ الْفَرَحُ بِمَوْلِدِهٖ	فَافْرَحْ حَتّٰى تَلْقَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
قَدْ نِيْطَ حَيٰوةُ الْكَوْنِ بِهٖ .	فَالْكَوْنُ عَدِيْمٌ لَوْلاَهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
يَامَنْ يَّطْلُبُ رِضْوَانًا	مَاالرِّضْوَةُ اِلاَّ اِيَّاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
كُنْ لِنَبِىِّ اللّٰهِ رِضىً	تَحْظَ لَدَيْهِ بِزُلْفَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
اِنَّ النِّعْمَةَ اَحْمَدُنَا صلى الله عليه وسلم	يَا طَالِبَ نِعْمَةِ مَوْلاَهُ اَللّٰهُ اِلَيْنَا اَهْدَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
بِرَسُوْلِ اللّٰهِ فَابْتَهِجُوْا	فَهُوَالْفَضْلُ وَ بُشْرَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
بِاللّٰهِ تَاَيَّدَ نَاصِرُنَا	لاَيُخْذَلُ مَنْ قَدْ رَجَّاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
اَدْرِكْ عَبْدَكَ جِيْلاَنِىْ	مَنْ غَيْرُكَ يَدْفَعُ بَلْوَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
وَ يَزُوْرُ سَلاَمُ الرَّحْمٰنِ	خَيْرَ نَبِىٍّ نَبَّاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو
هٰذَا اَخْتَرُ اَدْنَاكُمْ	رَبِّىْ اَحْسَنَ مَثْوَاهُ	اَللّٰه اَللّٰه اَللّٰهُ مَالِىْ رَبٌّ اِلاَّ هُو

موت منظور ہے ذلت گوارا نہیں

میدان کربلا میں کوفہ کے یزیدی گورنر ابن زیاد کی طرف سے جناب امام حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ کا معاہدہ نپٹانے کے لئے عمر وبن سعد چار ہزار کا لشکر لئے پڑا تھا۔ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ کے تقدس وبزرگی کے پیش نظر اس کی کوشش شروع شروع میں یہ تھی کہ کسی طرح یہ معاملہ جنگ وجدال کے بغیر طے ہو جائے۔ اس نے جناب امام حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ سے مل کر گفتگو کے ذریعے سے کوئی فیصلہ کرنے کی ٹھانی۔ حضرت امام حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ کی طرف سے یہ تین باتیں پیش کی گئیں کہ ان میں سے کسی ایک کو مان لیا جائے تو لڑائی تک نوبت نہیں آئیگی۔

(۱) انھوں نے فرمایا پہلی بات یہ ہے کہ اہل کوفہ نے مجھے بلایا تھا اب جب کہ وہ مجھ سے منحرف ہو گئے ہیں تو مجھے مکہ معظمہ واپس جانے دیا جائے۔ تاکہ وہاں پہنچ کر عبادت الہی میں مصروف ہو جاؤں۔

(۲) اگر پہلی بات منظور نہیں تو مجھے کسی سرحدی مقام کی طرف نکل جانے دو، تاکہ کفار کے ساتھ لڑتا ہوا شہید ہو جاؤں۔

(۳) اگر دوسری بات بھی ناقابل قبول ہے تو تم لوگ میرے راستے سے ہٹ جاؤ اور مجھے سیدھا یزید کے پاس دمشق جانے دو۔ اگر تم چاہو تو اپنے اطمینان کی غرض سے میرے پیچھے پیچھے آسکتے ہو ۔ میں یزید سے براہ راست اپنا معاملہ خود طے کر لوں گا۔

ابن سعد اس گفتگو سے بہت خوش ہوا۔ اس کا خیال تھا کہ ان معقول شرائط میں سے کوئی نے کوئی ضرور مان لی جائیگی اور اس کے ہاتھ خون حسین رضی اللہ تعالی عنہ سے نہ رنگے جائیں گے۔ اس نے یہ تینوں باتیں ابن زیاد کو کوفہ میں پہنچا دیں۔ ابن زیاد نے یہ باتیں سن کر کہا کہ جناب حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ نے وہ بات پیش کی ہے جس سے فتنے کا دروازہ بند ہو جائیگا، لیکن شمر ذی الجوشن نے ابن زیاد کو ان میں سے کسی بات کو بھی نہ ماننے پر اکسایا اور اپنی رائے پر اصرار کیا۔ اس نے یہ بھی کہا کہ اگر جناب حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ خود یزید سے جاکر ملے تو عین ممکن ہے کہ دونوں میں اتفاق رائے ہو جائے اور ان کی عزت و منزلت یزید کے ہاں دوسرے سب لوگوں سے زیادہ ہو جائے۔ اس پر ابن زیاد نے کربلا میں ابن سعد کو لکھا کہ ہمیں یہ تینوں باتیں منظور نہیں۔ صرف ایک صورت ہو سکتی ہے کہ حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ پہلے میرے ہاتھ پر یزید کے لئے بیعت کریں۔ پھر میں انھیں اپنے زیر اہتمام یزید کی طرف روانہ کر دوں گا۔

حضرت حسین ابن علی رضی اللہ تعالی عنہ کو جب ابن زیاد کا یہ پیغام پہنچایا تو آپ نے فرمایا۔ "ابن زیاد کے ہاتھ پر یزید کے لئے بیعت کرنے سے تو مر جانا بہتر ہے۔"

سرزمین بنگلور پر اہلسنت کی فتح مبین اور دیوبندیوں تبلیغیوں کا راہ حق سے فرار

جاء الحق و زھق الباطل ان الباطل کان زھوقا (القرآن)

۱۴ر دسمبر ۱۹۹۷ء مطابق ۱۳ شعبان المعظم ۱۴۱۸ھ بروز اتوار شہر بنگلور میں تین روزہ دیوبندیوں کے تبلیغی اجتماع کے موقع پر اظہار حق کے لئے امام احمد رضا مومنٹ اور مون ویلفیر ایسوسی ایشن بنگلور کی جانب سے آؤ حق کی طرف نامی پوسٹر شائع کیا گیا جس میں علماء دیوبند اور تبلیغی پیشواؤں کے قرآن وحدیث کے خلاف کفریہ عقائد اور گستاخی رسالت پر مشتمل عبارتوں اور کتب کے حوالوں کو غلط ثابت کرنے پر دس لاکھ روپے کا نقد انعام تھا۔ بمقام مدرسہ عربیہ فجر القرآن سپنگس روڈ نمبر ۱ر ۱۹ر ایس نمبر فرسٹ اسٹریٹ بنگلور ر۱ صبح ۱۰ بجے سے رات ۸ بجے تک بالمشافہ گفت وشنید کا موقعہ دیا گیا تھا۔ اس دوران کثیر تعداد میں بھولے بھالے عوام نے جوق در جوق پہونچ کر حق وباطل کے فرق کو پہچانا، مولوی اسماعیل دہلوی، مولوی رشید احمد گنگوہی، مولوی اشرف علی تھانوی، مولوی خلیل احمد انبیٹھوی کی نجس وناپاک کتابوں کی گندی اور ناپاک کفریہ عبارتوں کو اور علماء حرمین شریفین کے اس پر کفر وارتداد کے فتاوے دیکھ دیکھ کر ان پر تقریریں کرتے رہے اور توبہ واستغفار کرتے ہوئے ان کے اجتماع میں شرکت اور ان سے میل ملاپ سے رجوع الی الحق ہوئے فالحمد للہ علی ذلک لیکن لاکھ اعلان اور چیلنج کے باوجود کسی وہابی، دیوبندی تبلیغی کو اتنی ہمت نہ ہوئی کہ وہ میدان میں آکر ان کی صفائی پیش کرسکے۔

مرید سادہ تو رو رو کے ہو گیا تائب
خدا کرے کہ ملے شیخ کو بھی یہ توفیق

بالآخر وقت مقررہ رات ۸ بجے تک جب مدمقابل میں سے کوئی شخص ایک حوالہ غلط ثابت کرنے یا علماء دیوبند کی کفریہ اور گستاخانہ عبارتوں میں قطع وبرید کا ڈھونڈورا پیٹنے والا حاضر نہیں ہوا جس سے معلوم ہوا کہ تبلیغیوں کے پیشواؤں پر علماء اہل سنت کے ثابت کردہ جرم سوفیصد حق ودرست ہیں اور یہ تبلیغی دیوبندی بقول علماء حرمین شریفین من شک فی عذابہ وکفرہ فقد کفر یعنی یہ ایسے کافر ہوئے کہ جو ان کے کفر وعذاب میں ادنیٰ تامل بھی کرے گا تو وہ کافر ہو جائے گا۔ تو قائد اجلاس مفتی محمد رئیس اختر القادری المصباحی بارہ بنکوی، جامعہ حضرت بلال بنگلور نے اسے سنیوں کی ایک عظیم وروشن فتح قرار دیتے ہوئے اس اجلاس کو جشن فتح میں تبدیل کر دیا پورا سماں نعرہ تکبیر ورسالت کے فلک شگاف نعروں سے گونج اٹھا۔ آپ نے فرمایا کہ دشمنان خدا اور سول وہابی دیوبندی تبلیغی یہ کہہ کر عوام کو دھوکہ دینے کی کوشش نہ کریں کہ ہم اجتماع کی کارروائیوں میں مصروف تھے ورنہ ہم ضرور آتے۔ کان کھول کر سن لیں ہمارا یہ چیلنج کل بھی تھا، آج بھی ہے اور انشاء اللہ کل صبح قیامت تک ان کی گردنوں پر باقی رہے گا۔ ھاتو برھانکم ان کنتم صادقین۔ کثیر تعداد میں شہر بنگلور واطراف وجوانب کے سنیت کا صحیح و حقیقی درد رکھنے والے علماء کرام و قائدین ملت ودانشوران قوم نے شرکت فرمائی۔ خصوصیت کے ساتھ حضرت مولانا غلام مصطفیٰ نجم القادری ایم اے، حضرت مولانا ظہیر الدین مصباحی، حضرت مولانا محمد اسلم عزیزی مصباحی، حضرت مولانا فیض القادری صاحب وغیرہ قابل ذکر ہیں۔ بعدہ صلوٰۃ وسلام دعا فاتحہ اور مسرت وشادمانی کے ساتھ اس محفل "جشن فتح" کا اختتام ہوا۔

باطل سے ڈرنے والے اے آسماں نہیں ہم
سو بار کر چکا ہے تو امتحاں ہمارا

ناشر: امام احمد رضا مومنٹ اور مون ویلفیر ایسو سی ایشن سپنگس روڈ نمبر ۱۹/۱ ایس نمبر فرسٹ اسٹریٹ بنگلور ۱

جانشین مفتی اعظم علامہ محمد اختر رضا خاں ازہری کی نگرانی میں

اعلحضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ

کا عظیم شاہکار

الدولۃ المکیہ بالمادۃ الغیبیہ

سائز ۲۰×۳۰ .... صفحات : .... قیمت : ۱۶۰

اعلیٰ کمپیوٹر کی کتابت اور بہترین طباعت اور عمدہ کاغذ و جلد کے ساتھ منظر عام پر آگئی ہے آپ حضرات اپنی لائبریری، ذاتی کتب خانے، مدارس و مساجد میں ایک ایک نسخہ ضرور رکھیں۔

تاجران کتب کو خاص رعایت دی جائیگی، جلد آرڈر سے نوازیں :

رابطہ : فاروقیہ بکڈپو ۔ ۴۲۲، مٹیا محل، جامع مسجد دھلی ۔ ٦

بسم اللہ الرحمن الرحیم

تاجدار اہل سنت شہزادہ اعلیحضرت حضور مفتی اعظم قدس سرہ کی تمناؤں اور آرزوؤں کی تکمیل

علوم اسلامی و عصری کی انقلابی درسگاہ کا عظیم منصوبہ

مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا

بانی و متولی: جانشین حضور مفتی اعظم علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری دامت برکاتہم

مجوزہ شعبہ جات

حفظ و قرأت — درس نظامیہ — لائبریری — تصنیف و اشاعت — کمپیوٹر — ٹیکنکل

آستانہ عالیہ رضویہ سے سات کلومیٹر کے فاصلے پر رام پور دہلی روڈ سے بالکل متصل ۲۴ بیگھہ زمین کی خریداری ہو چکی ہے، مزید زمین کے حصول کیلئے کوششیں جاری ہیں۔ انشاء اللہ تعالیٰ جلد ہی سنگِ بنیاد کا اعلان کیا جائے گا۔

باہتمام قومی ادارہ

امام احمد رضا ٹرسٹ

سکریٹری

نبیرۂ اعلیحضرت محمد عسجد رضا خاں قادری

۸۲ سوداگران، بریلی شریف، یو، پی

28-5-99

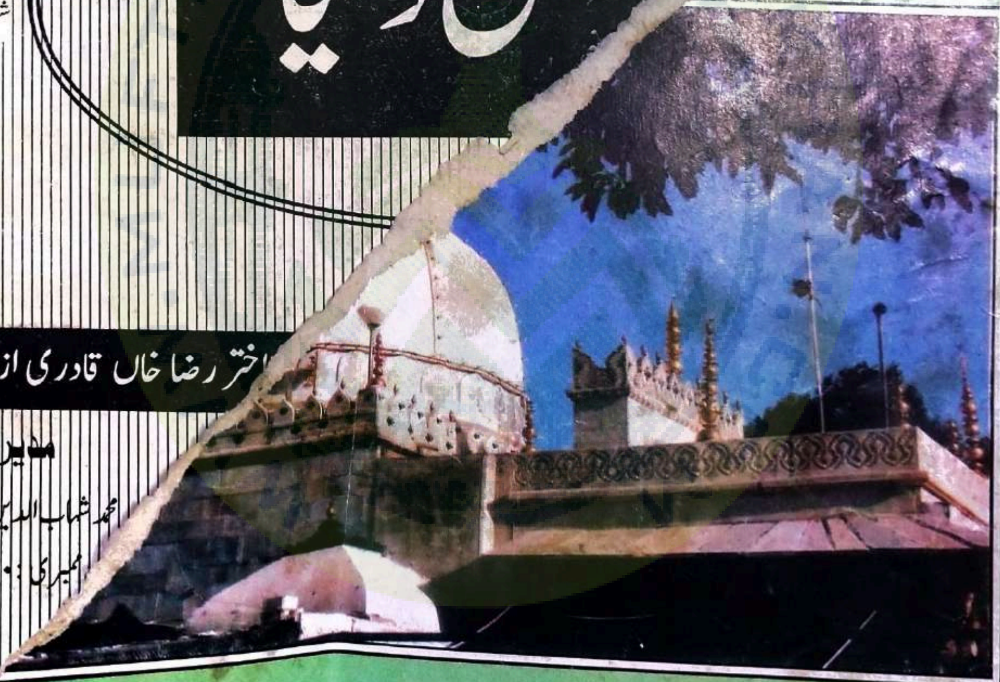
مرکز سواد اعظم اہل سنت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا علمی دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

سنی دنیا

نومبر: ۱۹۹۹ء
شعبان: ۱۴۲۰ھ



اختر رضا خاں قادری ازہری

مدیر

محمد شہاب الدین رضوی

ممبری: ۲۰۰۰ روپے

جاری کردہ:

مرکز الدراسات الاسلامیۃ جامعۃ الرضا بریلی شریف

مرکز سواد اعظم اہل سنت آستانہ عالیہ قادریہ برکاتیہ رضویہ

کا علمی، دینی اور اصلاحی ترجمان

ماہنامہ

سنی دنیا

جلد: ۱۵
شمارہ: ۱۱

نومبر: ۱۹۹۹ء
شعبان: ۱۴۲۰

مالک و نگراں

جانشین مفتی اعظم ہند فقیہ اسلام حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں قادری ازہری

نائب نگراں

محمد عسجد رضا خاں قادری

مدیر

محمد شہاب الدین رضوی

زرسالانہ: ۱۰۰ روپے ---- بیرون ممالک: ۳۰۰ روپے ---- لائف ممبری: ۲۰۰۰ روپے

فی شمارہ: ۱۰ روپے

رابطہ کا پتہ: دفتر سنی دنیا، ۸۲، سوداگران بریلی شریف (یوپی)
☎ ۴۷۲۱۶۶، ۴۵۸۵۴۳ فیکس ۴۷۲۱۶۶

کمپیوٹر کمپوزنگ: محمد توحید بیگ رضوی ازہری کمپیوٹرس بریلی شریف

بیادگار

امام المتکلمین مفتی نقی علی خاں بریلوی
اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی
حجۃ الاسلام مولانا حامد رضا خاں بریلوی
مفتی اعظم ہند مولانا مصطفیٰ رضا خاں نوری

ظل عاطفت

مفسر اعظم ہند مولانا ابراہیم رضا خاں جیلانی میاں

مجلس مشاورت

علامہ تحسین رضا خاں صاحب قبلہ
مولانا حبیب رضا خاں صاحب نوری
مولانا مفتی قاضی عبدالرحیم بستوی
مولانا شوکت حسین رضوی کراچوی
مولانا منان رضا خاں منانی
حاجی قربان علی حامدی بیسل پوری
مولانا مظفر حسین رضوی کٹیہاری

مجلس ادارت

حضرت ڈاکٹر سید محمد امین میاں مارہروی
علامہ سبطین رضا خاں قادری بریلوی
معمار ملت مولانا شبیہ القادری سیوانی
مفتی سید شاہد علی رضوی رامپوری
مفتی محمد مطیع الرحمٰن مضطر رضوی
علامہ یٰسین اختر مصباحی دہلی
مولانا عبد المبین نعمانی قادری چریاکوٹ
ہمدرد ملت الحاج محمد سعید نوری

اشاریات

توجہ طلب

☆استفتاء کے جواب کے لئے جوابی لفافہ ضرور رکھیں ☆رسالہ نہ ملنے کی صورت میں ایک پوسٹ کارڈ کے ذریعہ مطلع کریں ☆ایجینٹ حضرات وی پی ضرور چھڑالیں واپسی کی صورت میں ادارہ کو خسارہ ہوتا ہے ☆منی آرڈر بھیجتے وقت اپنا پتہ صاف اور خوش خط تحریر کریں ☆ مضامین و مراسلات ضرور ارسال کریں مگر چھاپنے پر مجبور نہ کریں ☆چیک یاڈرافٹ پر صرف اختر رضا خاں ہی تحریر کریں۔

(مینیجر :اسرار حسین بریلوی)

اداریہ -- مفتی سید شاہد علی رضوی، محمد شہاب الدین رضوی

وندے ماترم اور سرسوتی وندنا پر علماء کا فتویٰ

بھارتیہ جنتا پارٹی کے اقتدار میں آتے ہی "وندے ماترم اور سرسوتی وندنا" کے چرچے شروع ہو گئے تھے مگر باضابطہ یہ جھگڑا اس وقت کھڑا ہوا کہ جب حال ہی میں دہلی کے اندر وزراء تعلیم کا نفرنس ہوئی اور اس میں وندے ماترم اور سرسوتی وندنا پر زور دیا گیا۔

دراصل یہ بات اب سامنے آئی ہے کہ ریاستی حکومت نے ڈیڑھ لاکھ پرائمری اور ہائی اسکولوں کو یہ حکم جاری کیا ہے کہ اسکولوں کا آغاز وندے ماترم اور سرسوتی وندنا دونوں گانوں اور پوجا سے ہونا چاہئے اس کے بعد ایک اور دوسرا حکم نامہ تمام ایجو کیشنل افسران اور دیگر متعلقہ لوگوں کو جاری کیا گیا کہ حکم کے نفاذ کو یقینی بنایا جائے۔ ریاستی وزیر تعلیم نے زور دے کر کہا ہے کہ ان تمام اداروں کو جو حکومت سے مالی امداد حاصل کرتے ہیں حکم کی تعمیل کرنا ہوگی۔

یہ "وندے ماترم" اور "سرسوتی وندنا" کیا ہے؟ اس کا شرعی حکم کیا ہے؟ آج کل اخبارات کا موضوع بنا ہوا ہے، یہ بات تو تقریباً ہر مسلمان سمجھ گیا ہے کہ موجودہ حکومت نے وحید الدین خاں کو خرید کر اپنے موقف کی تائید و حمایت کی شاطرانہ اور عیارانہ چال چلی ہے۔ مگر بعض وہ رائٹر جو قوم مسلم کی ہمدردی کا دم بھر رہے ہیں، اور بظاہر موجودہ حکومت کے موقف کی مخالفت بھی کر رہے ہیں، انہوں نے ناسمجھی میں یا پھر حکومت سے منصوبہ بند سازش کے تحت ایسے بیانات جاری کر ڈالے کہ قوم مسلم اگر ان تجاویز پر عمل کرے تو تعلیم و ترقی سے کوسوں اور میلوں دور ہو جائے۔ جن علماء دانشوران اور صحافیوں نے موجودہ حکومت کے خطرناک ارادوں اور شاطرانہ چالوں سے قوم مسلم کو بروقت باخبر کیا ہے، اور بعض نے شرعی حکم واضح کیا ہے، وہ لائق ستائش ہیں اور جنہوں نے حق و انصاف کا خون کیا، شریعت مطہرہ کی کھل کر خلاف ورزی کی، اور قوم مسلم کے مستقبل سے کھلواڑ کرنے کی کوشش کی ہے، وہ لائق مذمت و نفرت ہیں۔

آیئے پہلے وندے ماترم اور سرسوتی وندنا کو سمجھیں اور پھر اس کا شرعی حکم ملاحظہ کریں۔ وندے ماترم کا مطلب ہے "اے مادر وطن ہم سر جھکاتے ہوئے تیری حمد و ثنا بیان کرتے ہیں" اور سرسوتی ہنود کے نزدیک علم کی دیوی ہے، اور اسکول علم کا مندر ونددنا دعا کو کہتے ہیں، جس میں سرسوتی (علم کی دیوی) سے علم کی بھیک مانگی جاتی ہے۔ ریاستی وزیر تعلیم کا کہنا ہے کہ سرسوتی پوجا کیلئے ہے، یہی سبب کافی ہے۔

لہٰذا ریاستی حکومت کے حکم نامہ کے تحت وہ تمام اسکول جو حکومت سے امداد حاصل کرتے ہیں، ان اسکولوں کے طلبہ اور ذمہ داروں کے لئے لازم ہے کہ علم کے مندر یعنی اسکول میں آنے کے بعد پہلے وہ علم کی دیوی یعنی سرسوتی کی پوجا کریں، اور پھر سر جھکا کر وہ وندے ماترم کریں، یعنی یوں کہیں اے مادر وطن ہم سر جھکاتے ہوئے تیری حمد و ثنا کرتے ہیں۔ معاذاللہ صد بار معاذاللہ نقل کفر کفر نہ باشد۔

پرائمری اور ہائی اسکولوں کے بعض ذمہ دار متشرع لائق شہادت اساتذہ نے بتایا کہ ریاستی حکومت کے حکم پر عمل کرتے ہوئے ہمارے اسکولوں میں صبح کو سب سے پہلے علم کی دیوی سرسوتی کی تصویر لا کر رکھی جاتی ہے، اس کے بعد اس پر پھول چڑھائے جاتے ہیں اسکے سامنے لائن بنا کر لڑکے اور لڑکیاں کھڑے ہوتے ہیں، اس علم کی دیوی یعنی سرسوتی سے وندنا (دعاء) کرتے ہوئے علم کی بھیک مانگتے

ہیں، پھر وندے ماترم کرنے کے بعد لڑکے اور لڑکیاں کلاسوں میں چلے جاتے ہیں، اور پڑھائی شروع کرتے ہیں۔

وندے ماترم اور سر سوتی وندنا خالص مشرکانہ اور ملحدانہ عمل ہے، اسلام کے بنیادی عقائد کے بالکل خلاف ہے مسلمانوں کے ایمان پر سیدھا حملہ ہے، یہ ایک طرح کی حکومتی سرپرستی میں چلائی جارہی شدھی تحریک ہے، جس کو مسلمان کسی قیمت پر برداشت نہ کریں گے، کل بھی ہمارے بزرگوں نے اس کے خلاف کامیاب تحریکیں چلاکر رد بلیغ کیا تھا، اور آج بھی پوری طاقت سے اس کا رد بھی کیا جائے گا، اور روکا بھی جائے گا۔ یہ زمین، یہ آسمان، یہ دریا، یہ درخت، یہ چاند، یہ سورج، ہر ملک میں پائی جانے والی مٹی اور پتھر سب کچھ اللہ نے پیدا کیا ہے۔ اس انسان کا خالق بھی اللہ ہے، یہ خود انسان کی توہین ہے کہ اللہ کی مخلوق یا اپنے ہی ہاتھوں بنائی ہوئی کسی چیز کے آگے جھکے چنانچہ قرآن کریم نے صاف کہا ہے (ترجمہ) سجدہ نہ کرو سورج کو اور نہ چاند کو اور اللہ کو سجدہ کرو جس نے انہیں پیدا کیا (کنزالایمان) شرح عقائد نسفی میں ہے: اللہ تعالیٰ کے ساتھ کسی دوسرے کو واجب الوجود ماننا جیسا کہ مجوسیوں کا عقیدہ ہے یا کسی غیر خدا کو لائق عبادت سمجھنا جیسا کہ بت پرستوں کا اعتقاد ہے، یہ شرک ہے (ص ٦١) حضرت شیخ عبدالحق محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں: شرک تین طرح پر ہوتا ہے، ایک تو یہ ہے کہ اللہ تعالیٰ کے سوا کسی اور کو واجب الوجود ٹھہرائے۔ دوسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کو خالق جانے تیسرے یہ کہ خدا تعالیٰ کے سوا کسی اور کی عبادت کرے یا اسے مستحق عبادت سمجھے (اشعۃ اللمعات ج ۱، ص ۷۲)

مسلمان اپنے رسول سید عالم ﷺ کے فرمان کے مطابق وطن سے محبت کرتا ہے، اسے ایمان کا حصہ سمجھتا ہے، وطن کی حفاظت کے لئے ضرورت پڑنے پر سر کٹا سکتا ہے، مگر لائق عبادت نہیں سمجھتا۔ ایک مسلمان کیلئے وطن محبوب ہوتا ہے معبود نہیں ہو سکتا لہٰذا مسلمان اپنے مذہب کے خلاف نہ بھارت کی حمد و ثنا اور پوجا کر سکتا ہے اور نہ سر سوتی کی، نہ وندے ماترم کر سکتا ہے، نہ سر سوتی وندنا۔ مسلمان صرف اپنے رب کی حمد و ثنا اور عبادت کرتا ہے، غیر اللہ کی نہیں جو کھلا شرک ہے۔

ہماری مسلمانوں سے گذارش ہے کہ اپنے بچوں کو توحید (ایک اللہ کی بندگی) کا عقیدہ سمجھاتے ہوئے حکومت ہند پر یہ واضح کریں کہ وندے ماترم گیت گانا، اور سر سوتی پوجا کرنا ہمارے عقیدہ توحید اور دین وایمان کے بالکل منافی ہے۔ اور اپنے عمل سے حکومت کو بتا دیں کہ ہم انشاء اللہ تعالیٰ یہ گیت کسی قیمت پر نہ گائیں گے اور نہ اپنے بچوں کو گانے دیں گے۔ کیونکہ اسلام کی نظر میں یہ کھلا شرک ہے جو اللہ تعالیٰ کے یہاں ناقابل معافی جرم ہے اور اس کا کرنے والا کافر و مشرک ہے------اللہ تعالیٰ فرماتا ہے:

بیشک اللہ تعالیٰ اسے نہیں بخشتا کہ اس کے ساتھ کفر کیا جائے اور کفر سے نیچے جو کچھ ہے جسے چاہے معاف کر دیتا ہے اور جس نے خدا کا شریک ٹھہرایا اس نے بڑے گناہ کا طوفان باندھا۔ (کنزالایمان) ساتھ ہی ہم حکومت ہند اور یوپی گورنمنٹ سے کہیں گے کہ وہ مسلمان بچوں اور بچیوں کے لئے ان گانوں کے پڑھنے اور پوجا کیلئے ہرگز مجبور نہ کریں۔ کیونکہ یہ ہمارے مذہب میں کھلی مداخلت ہے، جسے مسلمان کسی قیمت پر برداشت نہیں کر سکتا۔

نیز یہ بھی کہیں گے کہ بات محض وندے ماترم گانے اور سر سوتی پوجا کرنے کی ہی نہیں بلکہ آئین کی بنیادوں کے تحفظ کی بھی ہے اور آئین نے ملک کے تمام لوگوں کو مکمل آزادی دی ہے، اور بالجبر کسی دوسرے عقیدے پر عمل پیرا ہونے پر انہیں مجبور کرنے کا حق نہ کسی

پارٹی کو دیا ہے اور نہ کسی حکومت کو۔ لہٰذا مسلمان بچوں اور بچیوں پر ان گانوں کا پڑھنا لازم قرار دینا اور سرسوتی پوجا کیلئے مجبور کرنا یہ آئین ہند کی دفعہ ۲۸ کی کھلی خلاف ورزی اور دستور ہند سے بغاوت کے مترادف ہے۔

حکومت کا کوئی ایسا اقدام جو اقلیتوں اور خصوصا مسلمانوں کے مذہبی حقوق کے خلاف ہو مسلمانان ہند کے نزدیک نہ صرف یہ کہ وہ نا قابل قبول ہے بلکہ لائق مذمت و لعنت ہے۔ لہٰذا حکومت ہند اور یوپی گورنمنٹ فوراً اپنے اس سرکلر کو واپس لے، اور دفعہ ۲۸ کی خلاف ورزی ترک کرے۔ اس مسئلہ میں جن زرخرید نام نہاد مولویوں یا دانشوروں نے گیت اور پوجا کی حمایت و موافقت میں بیان دئے ہیں وہ سراسر مذہب اسلام کے خلاف ہیں، اور کفر و شرک کی حمایت ہے۔ لہٰذا مسلمان ایسے بیانات سے ہرگز دھوکہ نہ کھائیں نیز جن علماء نے گیت اور پوجا لازم قرار دیئے جانے کی صورت میں گورنمنٹی اسکولوں سے بچوں اور بچیوں کے ہٹانے کی بات کی ہے، یہ بھی سراسر غلط ہے

کیونکہ اگر مسلم لڑکے اور لڑکیاں نکل جائیں گے تو کہاں جائیں گے؟ اس کا بدل کیا ہے؟ ----- جب تک کوئی متبادل انتظام نہیں ہو جاتا اس وقت تک یہ مشورہ نہایت خطرناک ہے۔ اگر ایک ہزار اسکول بھی کھول دئے جائیں تب بھی اس کے نقصان کی تلافی دشوار کن ہے۔ یہ کفر و اسلام کا معاملہ ہے، اسکولوں میں رہ کر جتنے اچھے انداز میں حل کیا جا سکتا ہے باہر نہیں۔

ریاستی حکومت نے تاریخ کی ۲۵ درسی کتابوں کو دوبارہ لکھوانے کا بھی فیصلہ کیا ہے اور ہدایت کی ہے کہ مغلوں اور مسلم حکمرانوں کے واقعات کو بالکل نکال دیا جائے، اور ان کی جگہ مہارانہ پرتاب سنگھ اور شیواجی جیسے قومی ہیروں (مذہبی) کو شامل کیا جائے۔ یوپی حکومت کی تعلیمی کمیٹی میں کسی بھی مسلمان کو ممبر نہیں بنایا گیا ہے جب کہ ہمیشہ سے یہ دستور رہا ہے کہ اس تعلیمی نصابی کمیٹی میں کم از کم ایک مسلمان ممبر ضرور رکھا جاتا تھا مگر حال کی تشکیل شدہ جدید تعلیمی نصابی کمیٹی میں کسی کو شامل نہیں کیا گیا ہے۔ اس کے پیچھے یہ مقصد کار فرما ہے کہ اگر مسلمان رہیگا تو ہم مسلم حکمرانوں یا مسلم مخالف واقعات کو درسی کتابوں میں شامل نہیں کر سکتے ہیں۔ یہ منصوبہ بند انداز کی مکروہ تحریک چل رہی ہے تاکہ نئی نسل کے ذہن و فکر کو بآسانی تبدیل کیا جا سکے۔

ہم حکومت ہند اور یوپی گورنمنٹ سے کہیں گے کہ وہ ہرگز اب کوئی قدم ایسا نہ اٹھائے اور تاریخ کی کتابوں میں تبدیلی ہرگز نہ کرے۔ درسی کتابوں میں تبدیلی ہرگز مسلمانوں کو قبول نہیں، ہم ایسے تبدیل شدہ نصاب سے اظہار بیزاری کرتے ہیں، اور اگر اس طرح کی گھینونی حرکتیں ہوتی رہیں تو مسلمان تحریک چلا سکتے ہیں۔

ہم مسلمانوں کو ایک اور مسلم مخالف مہم کی جانکاری دینا چاہتے ہیں وہ یہ ہے کہ بالکل اسی انداز میں عیسائی مشنریز کے ذریعہ چلائے جانے والے اسکول بھی اپنی مذہبی تعلیم و تہذیب کو عام سے عام تر کرنے، اور نونہالان امت کے دلوں میں صلیبت کی عظمت کو بٹھانے میں منہمک ہیں۔ آغاز اسکول کے وقت کراس یعنی صلیب کو سامنے رکھ کر دعاء کرائی جاتی ہے، اس کا انجام یہی ہوگا کہ یہ سادہ لوح بچے اس صلیب کی کم از کم توہین نہیں کر سکتے، اور بس ان عیسائی تحریکوں کا مقصد بھی یہی ہے۔ اسی طرح آہستہ آہستہ عیسائیت کی تبلیغ ہوگی ----- موجودہ صورت حال کیلئے علماء اور قائدین ملت کو غور و فکر کرنا چاہئے، اور کوئی پائیدار حل تلاش کرکے قوم مسلم کی نئی نسل کو ان مکروہ اور مسلم مخالف سازشوں سے محفوظ رکھا جا سکے۔

ادارہ

ضیاء قرآن

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

(١) اے لوگو تمہارے پاس تمہارے رب کی طرف سے نصیحت آئی اور دلوں کی صحت اور ہدایت اور رحمت ایمان والوں کے لئے۔

(پ ١١ یونس آیت ٥٧ ترجمہ کنزالایمان)

تفسیر :- اس آیت میں قرآن کریم کے آنے اور اس کے موعظت وشفاوہدایت ورحمت ہونے کا بیان ہے کہ یہ کتاب ان فوائد عظیمہ کی جامع ہے **موعظت** کے معنی ہیں وہ چیز جو انسان کو مرغوب کی طرف بلائے اور خطرے سے بچائے **خلیل** نے کہا کہ موعظت نیکی کی نصیحت کرنا ہے جس سے دل میں نرمی پیدا ہو **شفاء** سے مراد یہ ہے کہ قرآن پاک قلبی امراض کو دور کرتا ہے دل کے امراض، اخلاق ذمیمہ، عقائد فاسدہ اور جہالت مہلکہ ہیں قرآن پاک ان تمام امراض کو دور کرتا ہے قرآن کریم کی صفت میں ہدایت بھی فرمایا کیونکہ وہ گمراہی سے بچاتا اور راہِ حق دکھاتا ہے اور ایمان والوں کے لئے رحمت اسلئے فرمایا کہ وہی اس سے فائدہ اٹھاتے ہیں۔ (خزائن العرفان)

(٢) تم فرماؤ اللہ ہی کے فضل اور اسی کی رحمت اور اسی پر چاہئے کہ خوشی کریں وہ ان کے سب دھن دولت سے بہتر ہے۔

(پ ١١ یونس آیت ٥٨ ترجمہ کنزالایمان)

تفسیر :- فرح کسی پیاری اور محبوب چیز کو پانے سے دل کو جو لذت حاصل ہوتی ہے اس کو فرح کہتے ہیں معنی یہ ہیں کہ ایمان والوں کو اللہ کے فضل ورحمت پر خوش کرنا چاہئے کہ اس نے انہیں مواعظ اور شفاء صدور اور ایمان کے ساتھ دل کی راحت وسکون عطا فرمائے حضرت ابن عباس وحسن وقتادہ (رضی اللہ تعالیٰ عنہم) نے کہا کہ اللہ کے فضل سے اسلام اور اسکی رحمت سے قرآن مراد ہے ایک قول یہ ہے کہ فضل اللہ سے قرآن اور رحمت سے احادیث مراد ہیں۔

(٣) تم فرماؤ بھلا بتاؤ تو وہ جو اللہ نے تمہارے لئے رزق اتارا اس میں تم نے اپنی طرف سے حرام وحلال ٹھہرالیا تم فرماؤ کیا اللہ نے اسکی تمہیں اجازت دی یا اللہ پر جھوٹ باندھتے ہو۔ (پ ١١ یونس آیت ٥٩)

تفسیر :- جیسے کہ اہل جاہلیت نے بحیرہ سائبہ وغیرہ کو اپنی طرف سے حرام قرار دے لیا تھا۔

مسئلہ :- اس آیت سے ثابت ہوا کہ کسی چیز کو اپنی طرف سے حلال یا حرام کرنا ممنوع اور خدا پر افترا ہے۔ (اللہ کی پناہ) آجکل بہت لوگ اس میں مبتلا ہیں ممنوعات کو حلال کہتے ہیں اور مباحات کو حرام بعض سود کو حلال کرنے پر مصر ہیں بعض تصویروں کو بعض کھیل تماشوں کو بعض عورتوں کی بے قیدیوں اور بے پردگیوں کو بعض بھوک ہڑتال کو جو خود کشی ہے مباح سمجھتے ہیں اور حلال ٹھہراتے ہیں اور بعض لوگ حلال چیزوں کو حرام ٹھہرانے پر مصر ہیں جیسے محفلِ میلاد کو فاتحہ کو گیارہویں کو اور دیگر طریقہ ہائے ایصال ثواب کو بعض میلاد شریف وفاتحہ وتوشہ کی شیرینی وتبرک کو جو سب حلال وطیب چیزیں ہیں ناجائز وممنوع بتاتے ہیں اسی کو قرآن پاک نے خدا پر افترا کرنا بتایا ہے۔

(٤) اور کیا گمان ہے انکا جو اللہ پر جھوٹ باندھتے ہیں کہ قیامت میں انکا کیا حال ہوگا بیشک اللہ لوگوں پر فضل کرتا ہے مگر اکثر لوگ شکر نہیں کرتے۔ (پ ١١ یونس آیت ٦٠، کنزالایمان)

تفسیر :- کہ رسول بھیجتا ہے کتابیں نازل فرماتا ہے اور حلال وحرام سے باخبر فرماتا ہے اے حبیب اکرم ﷺ۔ (خزائن العرفان)

بہار حدیث

(۱) مسلم شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا خدا فرمائیگا کہاں ہیں وہ لوگ جو آپس میں محبت رکھتے تھے میری عظمت و جلال کے سبب سے آج ان کو سائے میں رکھوں گا اپنے سائے میں جس دن کوئی سایہ نہیں میرے سائے کے سوائے (الحدیث)

تشریح :- یعنی جو آپس میں للہ محبت رکھتے ہیں ان کی محبت صرف خدا ہی کے واسطے ہے ریا اور طمع دنیا اور خواہش نفسانی سے ان کی محبت پاک ہے وہ قیامت کو ایسا عمدہ درجہ پائیں گے کہ خدا کی حمایت اور عرش کے سائے میں ہوں گے۔

(۲) بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن مسعود رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں ایسا مسلمان کوئی جس کو کچھ رنج و تکلیف پہونچے بیماری سے یا سوائے بیماری کے کسی اور سبب سے مگر کہ خدا اس کے سبب سے اس کے گناہوں کو جھاڑ ڈالتا ہے جیسے درخت اپنے پتے جھاڑتا ہے۔

تشریح :- یعنی ہر ایک رنج اور تکلیف سے مسلمان کے گناہ دور ہوتے ہیں بشرطیکہ رنج میں صبر کرے اور خدا کا گلہ و شکوہ نہ کرے۔

(۳) مسلم شریف میں حضرت ابو سعید رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ نہیں پہونچتا ایماندار کو درد اور نہ محنت مشقت اور نہ بیماری اور نہ کوئی تکلیف اور نہ کوئی غم یہاں تک کہ تشویش جو اس کو فکر میں ڈالے مگر کہ خدا اسکے سبب سے اس کے گناہوں کو دور کرتا ہے۔

تشریح :- یعنی ہر ایک رنج اور تکلیف سے کم ہو یا زیادہ ایماندار کے گناہ دور ہوتے ہیں تو لازم ہے کہ رنج و تکلیف میں صبر کرے شکایت نہ کرے اس کو اپنے گناہوں کی دوا سمجھے اگر کڑوی دوا میں صحت ہو تو دانا آدمی اس کو خوشی سے پیتا ہے۔

(۴) مسلم شریف میں حضرت جابر رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ تجھ کو کیا ہوا اے مسیّب کی ماں جو تو کانپ رہی ہے راوی کو شک ہے کہ سرکار دو عالم ﷺ نے مسیّب کی ماں کہا یا سائب کی ماں فرمایا اس عورت نے کہا کہ مجھ کو تپ ہے خدا اسکو بے برکت کرے تو پیارے مصطفیٰ ﷺ نے فرمایا کہ گالی مت دے برا مت کہہ اس واسطے کہ وہ آدم کی اولاد کے گناہ دور کرتی ہے جیسے آگ کی بھٹی لوہے کا میل دور کرتی ہے۔

تشریح :- یعنی ہر چند ظاہر تپ سے تکلیف ہے لیکن جب اس کے سبب سے گناہ دور ہوئے تو اس کو برا کہنا نہ چاہئے کہ بے صبری کا نشان ہے اسی طرح ہر بیماری کا حال ہے۔

(۵) بخاری شریف میں حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا کہ جس کے ساتھ خدا خیر و بہتری کرنا چاہتا ہے تو اس پر کچھ مصیبت ڈال دیتا ہے۔

تشریح :- مسلمانوں کو لازم ہے کہ مصیبت سے نہ گھبرائے مصیبت کو خدا کا غضب نہ سمجھے اس کو خدا کا کرم جانے کہ مصیبت میں گناہ گھٹتے ہیں درجے بلند ہوتے ہیں ہر دم خدا یاد آتا ہے آرام میں اکثر آدمی خدا کو بھول جاتا ہے اگر مصیبت اور بلا آدمی کے حق میں بہتر نہ ہوتی تو خدا اپنے پیغمبروں پر اور نیک بندوں پر مصیبت نہ ڈالتا مسلمان کے حق مین اکسیر ہے۔ سونے چاندی کو جو کھرا کرنا چاہے تو اس کو آگ سے گلاتے ہیں لیکن اس مصیبت سے خدا کی پناہ جس سے آدمی کافر ہو جائے یا خدا کو بھولے اور اس کا گلہ کرے۔

(۶) بخاری شریف اور مسلم شریف میں حضرت عبد اللہ بن عباس رضی اللہ تعالیٰ عنہ سے روایت ہے کہ حضور نبی اکرم ﷺ نے فرمایا کہ اگر تو چاہے تو صبر کر اور تجھ کو بہشت ملیگی اور اگر تو چاہے تو میں دعا کروں اللہ تجھ کو چنگا کردے۔ یہ پیارے مصطفیٰ ﷺ نے اس عورت سے فرمایا جو مرگی کی بیماری سے گر پڑتی تھی۔ (مشارق الانوار)

محمد یونس رضا اویسی گریڈیہوی
مرکزی دار الافتاء، ۸۲ر سوداگران بریلی شریف

تجلیات نعت رسول مقبول صلی اللہ علیہ وسلم

اٹھا دو پردہ دکھا دو چہرہ کہ نور باری حجاب میں ہے
زمانہ تاریک ہو رہا ہے کہ مہر کب سے نقاب میں ہے

جلی جلی بو سے اس کی پیدا ہے سوزش عشق چشم والا
کباب آہو میں بھی نہ پایا مزہ جو دل کے کباب میں ہے

انہیں کی بو مایۂ سمن ہے انہیں کا جلوہ چمن چمن ہے
انہیں سے گلشن مہک رہے ہیں انہیں کی رنگت گلاب میں ہے

تری جلو میں ہے ماہ طیبہ ہلال ہر مرگ و زندگی کا
حیات جاں کا رکاب میں ہے ممات اعداء کا ڈاب میں ہے

سیاہ لباسان دار دنیا و سبز پوشانِ عرش اعلیٰ
ہر اک ہے ان کے کرم کا پیاسا فیض ان کی جناب میں ہے

وہ گل ہیں لب ہائے نازک ان کے ہزار جھڑتے ہیں پھول جن سے
گلاب گلشن میں دیکھے بلبل یہ دیکھ گلشن گلاب میں ہے

جلی ہے سوز جگر سے جاں تک ہے طالب جلوۂ مبارک
دکھادو وہ لب کہ آب حیواں کا لطف جن کے خطاب میں ہے

کھڑے ہیں منکر نکیر سر پر نہ کوئی حامی نہ کوئی یاور
بتا دو آکر مرے پیمبر کہ سخت مشکل جواب میں ہے

خدائے قہار ہے غضب پر کھلے ہیں بدکاریوں کے دفتر
بچا لو آکر شفیع محشر تمہارا بندہ عذاب میں ہے

کریم ایسا ملا کہ جس کے کھلے ہیں ہاتھ اور بھرے خزانے
بتاؤ اے مفلسو کہ پھر کیوں تمہارا دل اضطراب میں ہے

کریم اپنے کرم کا صدقہ لئیم بے قدر کو نہ شرما
تو اور رضا سے حساب لینا رضا بھی کوئی حساب میں ہے

(اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی)

دو جہاں میں کوئی تم سا دوسرا ملتا نہیں
ڈھونڈتے پھرتے ہیں مہر و مہ پتا ملتا نہیں

ہے رگ گردن سے اقرب نفس کے اندر ہے وہ
یوں گلے سے ملکے بھی ہے وہ جدا ملتا نہیں

آب بحر عشق جانا سینہ میں ہے موجزن
کون کہتا ہے ہمیں آب بقا ملتا نہیں

آب تیغ عشق پیکر زندۂ جاوید ہو
غم نہ کر جو چشم آب بقا ملتا نہیں

ڈوب تو بحر فنا میں پھر بقا پائے گا تو
قبل از بحر فنا بحر بقا ملتا نہیں

دنیا ہے اور اپنا مطلب بے غرض مطلب کوئی
آشنا ملتا نہیں نا آشنا ملتا نہیں

ذرّہ ذرّہ خاک کا چمکا ہے جس کے نور سے
بے بصیرت ہے جسے وہ مہ لقا ملتا نہیں

ذرہ ذرہ سے عیاں ہے ایسا ظاہر ہوکے بھی
قطرے قطرے میں نہاں ہے بر ملا ملتا نہیں

جو خدا دیتا ہے ملتا ہے اسی سرکار سے
کچھ کسی کو حق سے اس در کے سوا ملتا نہیں

کوئی مانگے یا نہ مانگے ملنے کا در ہے یہی
بے عطائے مصطفائی مدعا ملتا نہیں

کس طرح ہو حاضر در نوریؔ بے پر شہا
نا کے روکے دشمنوں نے راستہ ملتا نہیں

(تاجدار اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند)

باب الاستفتاء

جانشین مفتی اعظم حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خاں ازہری قادری دامت برکاتہم العالیہ

(۱)

کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین مسئلہ میں کہ

(۱) ایک گاؤں یا محلّہ شہر کی جامعہ مسجد سے تقریباً ڈیڑھ یا دو کلو میٹر اور عید گاہ سے تقریباً ڈھائی یا تین کلو میٹر دور آباد ہے وہاں کے رہنے والوں نے اس سال پہلی بار بغیر کسی شرعی عذر کے اپنے گاؤں یا محلّہ کی ایک ایسی مسجد میں نماز عید ادا کرلی جہاں کبھی نہ نماز عید ہوئی اور نہ جمعہ اور نہ خود عیدگاہ اور جامع مسجد کو فراموش کر دیا گیا ایسا کرنے والے شریعت مطہرہ علیہ ﷺ کے مخالف وباغی ہوئے یا نہیں؟ اگر ہوئے تو اس کا کفارہ کیا ہے؟ نماز عید جو کہ واجب ہے ادا ہوئی یا نہیں؟ جب ان سے کہا گیا کہ ایسا کیوں کیا تو فتنہ وفساد کے درپے ہیں اور اپنی طبیعت سے مسائل بیان کرتے ہیں اور اپنے کو عین شریعت مطہرہ کے مطابق بتاتے ہیں حالانکہ اب تک سائل دکھانے سے معذور رہے ہیں۔

(۲) مسجد میں جھوٹ بولنے والے کے لئے کیا حکم ہے؟

(۳) نجدیوں کی تقلید کرنے والے عبدالوہاب نجدی کو اپنا دین وایمان اور پیشوا تسلیم کرتے ہیں اور بھولے بھالے اہل سنت والجماعت کا ایمان لوٹنے کے لئے یوں کہتے ہیں کہ عجم میں تو تم لوگوں کی نماز وہابی تبلیغی جماعت والوں اور تھانوی جی کے چاہنے والوں کے پیچھے ہوتی ہے یا نہیں؟ اور یہی وجہ ہے کہ تم لوگ پڑھتے نہیں مگر حرم شریف خانہ کعبہ میں جاکر وہابی اماموں کے پیچھے نماز کیوں پڑھتے ہو کیا وہاں پر ہو جاتی ہے؟ (۴) اگر کوئی شخص کعبہ کو سجدہ کرنے کا مدعی ہو کر کعبہ محض سمت کعبہ ہے تو کیا ایمان پر قائم رہیگا؟

(۵) کعبہ شریف عرش معلیٰ اور گنبد خضرا علیہ ﷺ میں کسی کو فوقیت حاصل ہے اور کیوں؟

(۶) "سجود خلائق گشتہ اند" تفسیر عزیزی میں کس جلد وصفحہ پر ہے؟ اسکی مفصل وضاحت فرمائیں برائے کرم مفصل جواب صادر فرمائیں اور اپنے رسالہ اعلیٰ حضرت میں بھی شائع فرمائیں عین نوازش ہوگی فقط والسلام۔ ایس۔ الدین

پروپرائٹر تاج ملیٹری اینڈ پولس ٹیلر پرانی منڈی تاج گنج آگرہ

الجواب:— گاؤں میں جمعہ و عید کی نماز صحیح نہیں درمختار میں ہے صلاة العید فی القری تکره تحریما ای لانه استغال بما لایصح لان المصر شرط الصحة مگر جہاں پہلے سے جمعہ وعیدین قائم ہوں وہاں عوام کو نہ روکا جائیگا کہ خدا کا نام لینے میں جو کسی طرح اگرچہ مذہب غیر پہ صحیح آتا ہے کہ ممانعت سے وہ پنجگانہ بھی چھوڑ دینگے اسی درمختار میں ہے اما العوام فلا یمنعون عن تکبیر ولا تنفل اصلا لقلةرغبتهم فی الخیرات بحر اور نیا جمعہ اور نئی جگہ عید قائم کرنے کی اجازت نہ ہوگی۔ للہٰذا یہ عید کی نماز اگر گاؤں میں پہلی بار پڑھی گئی تو حکم وہی ہے جو گاؤں میں نماز عید کا ہے اور قائم کرنے والے گنہگار ہوئے اور شہر میں پڑھی گئی تو یہ دیکھا جائیگا کہ امام ماذون تھا کہ نہیں اگر امام ماذون تھا تو نماز ہوگئی اور بہتر یہ تھا کہ جامع مسجد یا عیدگاہ میں پڑھتے اور تقلیل جماعت نہ کرتے ورنہ نہ ہوئی اسی درمختار میں ہے نصب العامة

الخطیب غیرمعتبرمع وجود من ذکر امامع عدمهم فیجوز للضروة واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۲) جھوٹ بولنا کبیرہ گناہ لعنت کا کام ہے قال تعالیٰ الا لعنة اللہ علی الکاذ بین اور مسجد میں جھوٹ بولنا اور زیادہ ہو لناک ہے۔ ایسے کو باز رکھا جائے نہ مانے تو مسجد سے باز رکھیں در مختار میں ویمنع عنه کل موذ و لوبلسانه واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۳) کسی بد مذہب کے پیچھے کہیں کوئی نماز پڑھنا ہرگز جائز نہیں جو لوگ نجدی کی اقتدا کرتے ہیں اپنی نمازیں برباد کرتے ہیں اور ہرگز کوئی سنی صحیح العقیدہ اسے نجدی جانکر اقتدا نہ کرتا ہوگا۔ جو نادان و بے خبر ہے تو اس پر کیا الزام ہاں جو دانستہ نجدی کی اقتدا کرے وہ ضرور ملزم ہے واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۴) کعبہ کو سجدہ کرنا دو احتمال رکھتا ہے کعبہ کی طرف سجدہ کرنا اور اس میں اصلاً حرج نہیں واقعی کعبہ مسجود الیہ ہے اور سجدہ خدا کے لئے اور دوسرا احتمال یہ ہے کہ کعبہ کو مسجود بنانا اور یہ ناجائز ہے کہ سجدہ بہر نوع خدا کے لئے خاص ہے اور قائل کی تکفیر اب بھی نہ ہوگی کہ جب اس کا کلام محتمل ہے تو بھی معنی کفری پر کلام کو ڈھالنا روا نہیں بلکہ اسی معنی پر حمل کرنا ضرور جو غیر کفری ہو در مختار میں ہے اذا کا ن فی المسئلة و جوہ تو جب الکفر و واحد یمنعه فعلی المفتی المیل لمایمنعه درالمختار میں ہے لا یفتی بکفر مسلم امکن حمل کلامه علیٰ محمل حسن او کان فی کفره خلاف ولوروایة ضعیفة ہاں اگر مدعی تصریح کرے کہ میں کعبہ کو معبود جانتا ہوں تو اب ضرور کافر ہے کہ کفری معنی مراد ہونیکی تصریح کر چکا اسی در مختار میں ہے ثم لو نیة ذلك فمسلم و الالم یمنعه حمل المفتی علی خلافه واللہ تعالیٰ اعلم۔

(۵) صفحہ ۲۲۹ تفسیر عم مطبع مجتبائی میں ہے ودرنشیمن دواز دهم محبوب ناز نینے ماہ جبینے بلکہ کعبہ مثال کہ تجلی جمال الہی بدن اورا آشیانہ خود ساختہ وطور سنال کہ انوار حسن از یکے بر ان تافتہ شان محبوبیت الہی درو جلوہ گر شدہ صد دلہا بجاذب، محبت می کند و ہزاراں ہزار عاشق حسن از لی دیوانہ وے توقع منفعت و استفادہ کمالے از دور دست بجاذب، بند اودویدہ می آیند و بر آستانئہ از سجدات می کند و مشتاق لعنئہ از جمال او یند وایں مرتبہ ازاں مراتب کہ ہیچ کس در از بشرف نداده اند مگر بطفیل ایں محبوب مقبول برخے از اولیا، است کہ او راسعئہ از محبوبیت آں نصیب شده و مسجود خلائق و محبوب دلہا گشتہ اند مثل حضرت غوث الاعظم وسلطان المشائخ نظام الدین اولیاء قدس اللہ تعالیٰ سرهما واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم : قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ

الجواب صحیح : تحسین رضا غفرلہ ---- شب ۱۲ ر شوال ۹۹ھ

(۲)

بخدمت اقدس حضرت قبلہ و کعبہ سرکار مفتی اعظم ھند صاحب السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ سلام مسنون کے بعد آداب گذارش ہے کہ : کیا فرماتے ہیں علمائے دین ومفتیان شرع متین ذیل کے مسئلہ کے بارے میں کہ : ایک شخص کہتا ہے کہ حضور ﷺ بے پڑھے لکھے تھے یعنی آپکو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا تو کیا یہ بات صحیح ہے اور اس کا ثبوت قرآن پاک اور احادیث کریمہ سے ہے اور ایسا عقیدہ رکھنے والے شخص کے لئے شریعت مطہرہ کا کیا حکم ہے؟ برائے مہربانی اس سوال کا جواب جلد عطا فرما کر کرم فرمائیں۔

حضور سرکار پیرو مرشد کا مزاج شریف خدا کے فضل و عطا سے اچھا ہوگا اور اسکی بارگاہ میں باادب حاجی اسمٰعیل صاحب کی جانب سے اور مولوی محمد عبدالقادر کی طرف سے بہت کثیر دعا سلام

عرض ہیں فقط والسلام مع الاکرام ۳۰ر اگست ۷۹ء پنجشنبہ

الجواب:- بے شک ہمارے حضور سرورعالم صلی اللہ تعالیٰ علیہ والہ وصحبہ وسلم امی لقب ہیں اور امی اسے کہتے ہیں جو اسی حالت پر باقی ہو جس پر وہ اپنی ماں کے پیٹ سے پیدا ہوا یعنی کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا ہو۔ اور یہ وصف عامۃ الناس میں عیب کا ہے بخلاف ہمارے نبی امی حضور اکرم صلی اللہ علیہ والہ وسلم کے کہ ان میں یہ وصف کمال ہے اور یہ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے انہیں کسی استاد و مذہب اخلاق کا مرہون منت نہ کیا اور بنایا ایسا دانا کہ سارے عالم کے دانا ان کے آگے ہیچ ہیں بلکہ انکی دانائی ہمارے حضور سرور عالم ﷺ ہی کی دین ہے اور تہذیب سے ناآشناؤں میں ایسا مؤدب و آراستہ اٹھایا کہ خلق مجسم بنا دیا قال اللہ تعالیٰ انك لعلى خلق عظيم اور ایک عالم کی بھلائی انہیں کے اخلاق حمیدہ کی پیروی میں ہے قال تعالیٰ لقد كان لكم فى رسول الله اسوة حسنة اور جس طرح علوم واخلاق وعادات میں یہ کمال خاصہ آنجناب ہے اسی طرح یہ لقب امی ان کا خاصہ ہے اور اس کا معظم و محترم ہونا ضروریات دین سے ہے اور اسے محل تعظیم آنجناب میں بولنا لازم ہے اور اسے محل اہانت میں بولنا قلب و عکس مراد قرآن ہے اور یہ کفر ہے۔ قائل مذکور نے اگر یہ جملہ محل اہانت میں بولا ہو تو ضرور اس پر حکم کفر ہے اور توبہ و تجدید ایمان فرض اور بیوی رکھتا ہو تو تجدید نکاح بھی اور اس کا یہ کہنا کہ آپ کو پڑھنا لکھنا نہیں آتا تھا خلاف واقع ہے جبکہ علم کی نفی مراد ہو جیسا کہ ظاہر پہلو اس کلمہ کا ہے حضور علیہ السلام نے کسی سے پڑھنا لکھنا نہ سیکھا تو حضور پڑھتے لکھتے نہ تھے۔ مگر اتنے سے علم قرأت و کتابت کی نفی نہیں ہوتی جس خدا نے انہیں باوصف امی ہونے کے عالم علوم اولین و آخرین بنایا اس نے انہیں علم کتابت دیا۔ لاجرم حضور علیہ السلام نے کاتب وحی حضرت معاویہ کو بسم اللہ کی کتابت کا طریقہ القا فرمایا حدیث میں ہے الق الداوة وحرف القلم واقم البائة وفرق السين ولا تعور الميم و حسن الله ومدالرحمٰن وجود الرحيم نیز اس میں اہانت کا پہلو ہے لہٰذا احتیاطاً توبہ و تجدید ایمان و تجدید نکاح کا حکم ہے درمختار میں ہے ما يكون كفرا يبطل العمل والنكاح وأولاده اولاد زنا وما فيه خلاف يومربالاستغفاروالتوبة و تجديدالنكاح واللہ تعالیٰ اعلم۔

فقیر محمد اختر رضا خاں ازہری قادری غفرلہ

صح الجواب واللہ تعالیٰ اعلم	الجواب صحیح والمجیب نجیح
قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی	تحسین رضا غفرلہ

شب ۱۸ر شوال ۹۹ھ

(۳)

بسمه تعالىٰ و حمده والصلوة على جيبه

ايها العلماء الاعلام تفضلونى بجوابات هذه الاسئلة۔

۱:- امام اہل سنت مقتداء ملت امام احمد رضا رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے اپنی تصانیف کثیرہ میں مولوی خلیل احمد انبیٹھی، رشید احمد گنگوہی، قاسم نانوتوی، اشرفعلی تھانوی پر کفر التزامی کا حکم فرما کر ارشاد فرمایا من شك فى كفره وعذابه فقد كفر نیز فرمایا کہ ان کی کفری عبارتوں میں تاویلات رکیکہ کی بھی کوئی گنجائش نہیں علماء عرب و عجم نے بھی اسکی تصدیق فرمائی۔

مولانا عبدالسمیع صاحب رامپوری اور ان کے پیر حاجی امداد اللہ نے ان مولویوں کی تکفیر سے کف لسان کیا موخر الذکر نے کہا کہ ان کی عبارتوں میں تاویل کی گنجائش ہے حاجی امداد اللہ اپنے ایک خط میں لکھتے ہیں اہل اسلام کی تکفیر پر جرأت نہیں کرتا بلکہ اس سے تنفر قلبی رکھتا ہے اور اس میں صرف اوقات کو حماقت بلکہ خسران وخذلان کا موجب سمجھتا ہے جہاں تک ممکن ہو تاویل کو محبوب رکھتا ہے "انوار ساطعہ" صفحہ نمبر ۳۷۲ مصنفہ مولوی عبدالسمیع رامپوری مولوی صاحب موصوف نے مولوی قاسم کو مرحوم لکھا "انوار ساطعہ" صفحہ نمبر ۲۲ حاجی امداد اللہ نے رشید احمد کی مخالفت سے مولوی عبدالسمیع کو منع کیا صفحہ نمبر ۲۲ مولوی محمد تھانوی استاد اشرفعلی کو عمدۃ الفقہا المحدثین لکھا صفحہ ۳ بعضے مسلمان میلاد سے جلتے ہیں صفحہ ۱۷۴ میلاد سے جلنے والے کو مسلمان کہا جبکہ موجودہ دور میں وہابیہ ہی میلاد سے جلتے ہیں۔ اگرچہ مجھ کو اکثر مبتدعین کی تکفیر میں سکوت ہے کیوں کہ اگر وہ کافر ہو گئے تو اللہ بس ہے ان کی تعذیب کو میں موتھ اپنا کیوں آلودہ کروں انتہا حاجی امداد اللہ۔ حیرت تو یہ ہے کہ "انوار ساطعہ" پر کثیر

علماء کرام کی تصدیقات ہیں حیرت بالائے حیرت کہ خود امام اہل سنت قدس سرہ کی اس پر تقریظ ہے اُن دونوں پیر و مرید پر مسلک اعلیٰ حضرت کی بناپر کیا حکم ہوگا؟

مولوی محمد عمر گھوسوی ان کے صاحبزادے مولوی اکرام الحق کا مقاطعہ اسلیئے کیا گیا کہ ان دونوں نے مسلک اعلیٰحضرت کے مطابق وہابیہ کی تکفیر نہیں کی جبکہ تمام مراسم خیر میں مسلک اعلیٰحضرت کے پابند ہیں صرف تکفیر نہ کرنے پر ان دونوں اداروں کے مدرسہ خیریہ کا مقاطعہ کیا گیا تو مولوی عبد السمیع اور ان کے پیر حاجی امداد اللہ کے بارے میں مقاطعہ کیوں نہ ہوگا۔

حاشیہ حسامی میں ہے التقلید اتباع الرجل غیر ہ فیما سمعه یقول او فی فعله علیٰ زعم انه محقق بلا نقل فی الدلیل اھ امام احمد غزالی رحمہ اللہ علیہ المستصفی جلد دوم صفحہ نمبر ۳۸۷ میں فرماتے ہیں التقلید هو قبول قول بلا حجة اھ "مسلم الثبوت" میں ہے التقلید العمل بقبول الغیر من غیر حجة اھ ان عبارات مذکورہ سے یقین کے ساتھ یہ مفہوم ہوتا ہے کہ تقلید کے معنی یہ ہیں کہ کسی کے قول و فعل کو مان لینا ہے بغیر نظر کئے دلیل کے ضعف و قوت پر ہم سب امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے مقلد ہیں ان کے دلائل کے ضعف قوت کی طرف بغیر نظر کئے مان لینا ہے" فتاویٰ رضویہ" جلد دوم صفحہ نمبر ۳۸۱ میں امام اہل سنت قدس سرہ فرماتے ہیں ان قلت کیف جازللمشائخ الافتاء بغیر قول الامام الاعظم مع انهم مقلدون پھر فرمایا قلت قد اشکل علی ذلك مرة طویلة ولم ارفیه جوابا الاما فهمته الان من کلامهم و هوانهم نقلوا عن اصحابنا انه لایحل لاحد ان یفتی بقولنا حتی یعلم من این قلنا حتی نقل فی السراجیة الی هذا لسبب مخالفة هشام للامام و کان یفتی بخلاف قوله کثیرا لانه لم یعلم الدلیل و کان یظهر له دلیل غیره فیفتی به اھ نقلوا اصحابنا میں امام اعظم شامل ہیں یا نہیں اگر شامل ہیں تو کیا امام کے نزدیک تقلید کے معنی کچھ دیگر ہیں ورنہ جب ہشام نے کثیر مسائل میں امام کے خلاف کیا تو پھر تقلید کیوں کر ہوئی اور وہ حنفی کیسے ہوئے خود مجتہد ہو گئے وہ بھی امام سے علم میں فوق۔ امام اہل سنت قدس سرہ کے جواب سے احتراماً انکار نہیں مگر لیطمئن قلبی دل کا کوئی گوشہ اس دلیل یا توجیح کو قبول کرنے کے لئے تیار نہیں و قد قال لا یعدل عن قول الامام الیٰ قولهما او قول احد هما الا لضرورة اھ رہی ضرورت وہ ردالمحتار صفحہ نمبر ۱۵ مطبوعہ دیوبند امام کے مقابلہ میں صاحبین کے قول پر عمل کی اجازت نہیں جبکہ وہ دونوں مجتہد فی الشرع ہیں تو پھر امام کی مخالفت کیسے گوارا کی جائیگی رہی ضرورت وہ الگ چیز ہے الا ما اضطررتم مذہب امام یہ ہے کہ تمام آیات سورہ فاتحہ نماز میں واجب ہے ترک پر سجدۂ سہو ہے مگر افسوس در مختار میں قول امام سے انحراف کر کے قول صاحبین کو کیوں اختیار کیا قرأة فاتحة الکتاب فیسجد للسهو بترك اکثرها لا اقلها فی المجتبی یسجدبترك ا یة منها و هو اولی اھ در مختار نے قول امام کے خلاف حکم کیا۔ کیا ان کے نزدیک تقلید کے معنی کچھ دوسرے ہیں؟

(۳) و ساجدا علی الهیٔة المسنونةولو فی غیر الصلاة علی المعتمد اھ در مختار صفحہ ۹۶ مصری اعلم انه اختلف فی النوم ساجداً فقیل لا یکون حدثاً فی الصلاة وغیرهاصححه فی التحفة وذکر فی الخلاصة انه ظاهرالمذهب وقیل یکون حدثاً و ذکر فی الخانیة انه ظاهر الروایة لکن فی الذخیرة ان الاول هو المشهور اھ شامی ظاہر مذہب و ظاہر الروایہ دونوں کا مصداق ایک ہے یا جدا اگر ایک ہے تو نقل میں اختلاف کیسا یا یہ غیر مجتہدین کا قیاسی اختلاف ہے آخر مقیس علیہ کیا ہے بینوا۔

(۴) وضع القدمین کو سجدۂ نماز میں زمین سے لگانے کو امام کرخی نے فرض قرار دیا شامی میں ہے اما وضع القدمین فقد ذکر القدوری انه فرض فی السجود فاذاسجدو رفع اصابع رجلیه لایجوزلما ذکره الکرخی والجصاص ولو وضع احد ا هماجازاه رد المحتار قال قاضی خان ویکره وذکرالامام التمرتاشی ان الیدین والقدمین سواء فی عدم الفرضیة وهو الذی یدل علیه کلام شیخ الامام فی مبسوطه وکذافی العنایة قلت ظاهرمافی مختصرالکرخی

والمحیط والقدوری انه اذا رفع احد ا هما دون الاخری لایجوزفصار فی المسئلة ثلث روایات الاولی فرضیة وضعهما الثانیة فرض احدا هما والثالثة عدم الفرضیة و ظاهره سنةو حیث تظافرت الروایات عن ائمتنابان وضع الیدین و الرکبتین سنة درایة و روایة بانه فرض تعین وضع القدمین او احدا هما للفرضیة ضرورة التوصل الیٰ وضع الجبهة وهٰذا لم ترد روایة کیف والروایات فیه متوا ترة اھ شامی تینوں روایتوں کے بعد علامہ شامی نے فرمایا ظاهره انه سنة و ذهب شیخ الاسلام الیٰ ان وضعهما سنة فتکون الکراہة تنزیهیةوقد اختارفخالفه هذه الروایة الثالثةوقال انه الحق واقره فی الدرر والحجة ان السجودلا یتوقف تحققه علیٰ وضع القدمین لیکون افتراض وضعهمازیادة علی الکتاب بخبر الواحد لکن رده فی شرح المنیة وقال ان قوله هوالحق بعیدعن الحق ولضده احق اھ یہاں امام سے کوئی روایت منقول نہیں ان اختلافات کی بھر مار کے بعد سنیوں نے اس مسئلہ میں اس قدر تشدد سے کام لیا پھر زیادہ سے زیادہ قدموں کو لگنا زمین سے مذکور ہے نہ کہ بطن اصبع کا ثبوت بطن کہاں سے ہے ؟ سنیوں کی کثیر مساجد میں عموماً دیکھا گیا کہ یا تو پیر سجدہ میں زمین سے الگ ہیں یا انگلیوں کے نوک لگے ہوتے ہیں ان اختلافات کے کھلیان میں ذہن ثاقب سے غور کریں کہ خبر واحد کہاں ہے اور اگر ہے تو اس سے فرضیت کا ثبوت کہاں اور اگر فرض عملی کہیں تو امام کا قول کہاں ہے جس سے فرض کہا جائے افسوس اس تشدد سے کتنے لوگوں کی نمازیں باطل ہوتی ہیں یہ تو کوئی دین کی خدمت نہیں بینوا۔

المستفتی مجیب الاسلام اعظمی

مدرس جامعہ شمسیہ تیغیہ مرجاو پٹی بہدوہی

الجواب:—اللهم هدایة الحق والصواب۔ اعلیٰحضرت قدس سرہ نے "المعتمد المستند" میں ان دیابنہ کے لئے حکم کفر و ضلال فرمایا ہے ۱۳۲۰ھ میں پھر سوالات مرتب کر کے علمائے حرمین طیبین و غیر ہم سے فتویٰ لیا گیا جو بنام حسام الحرمین ۱۳۲۴ھ میں شائع ہوا ہے اور حضرت حاجی صاحب و مولانا عبد السمیع بیدل رامپوری کا وصال بالترتیب ۱۳۱۷ھ و ۱۳۱۸ھ میں ہو چکا تھا تو ان حضرات کے لئے کوئی حکم نہ ہوگا فتاویٰ تکفیر کے بعد جو لوگ دیابنہ اربعہ کی تکفیر نہیں کریں گے وہ بحکم من شك فی کفره و عذابه فقد کفر وہ ضرور ملزم ہیں دائرہ اسلام سے خارج ہیں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۲ :—اس مسئلہ پر مفصل کلام اعلیٰحضرت قدس سرہ کے رسالہ "اجلی الاعلام ان الفتوی مطلقا علیٰ قول الامام" میں ہے جو "فتاویٰ رضویہ" جلد اول صفحہ ۳۸۱ سے شروع ہو کر صفحہ ۴۰۷ پر ختم ہوا ہے ملاحظہ کریں واللہ تعالیٰ اعلم۔

۳ :—سوال کے حاشیہ پر جدالممتار کی عبارتیں تحریر کر دی ہیں اس سے آپ کا اشکال زائل ہو جائے گا واللہ تعالیٰ اعلم۔

۴ :—اس مسئلہ پر مفصل و مبسوط بحث "فتاویٰ رضویہ" جلد سوم صفحہ ۴۴۰ تا صفحہ ۴۴۳ پر مذکور ہے اور آخر میں فرمایا ہے وبالجملة ماتقرران الاعتماد فی السجود علی بطن احدی اصابع القدم العشر فریضة فی المذهب المعتمد المفتی به والاعتماد علی بطون کلها او اکثرها من کلتا القد مین لایبعد ان یجب لما حرره فی الحلیة و تو جهیها نحوالقبلة من دون انحراف سنة اغتنم هذا التحریر المفرد المنیر فلعلك لاتجده من غیر الفقیر ولله الحمد والمنة والله تعالیٰ اعلم۔

—فی جدالممتار صفحه ۱۰۵ جلد ۱ من رجع الخلاصة والحلیة والغنیة علم ان کلام الخلاصة و تصحیح التحفة متعلق بما اذا کان علیٰ هیئة السجود المسنونة لا مطلقاً ۱۲

قوله وقیل یکون حدثاً (اقول) هذا ان کان علی اطلاقه فقد عارض نص الحدیث ولا یعدل عن درایة ما وافقتها روایة ۱۲

قوله انه ظاهرالروایة (اقول) راجعت الخانیة فوجدته ذکر کونه ظاهر الروایة فی النوم ساجدا خارج الصلاة اما فی سجود الصلاة فقال لایکون حدثا فی ظاهر الروایة الخ

کتبہ قاضی محمد عبدالرحیم بستوی غفرلہ القوی

۱۹ ربیع الاول ۱۴۲۰ھ

حضور مفتی اعظم کے فتویٰ رویت ہلال کی حقیقت

تحقیقات رضویہ اور فن زیجات کی روشنی میں

علامہ خواجہ مظفر حسین رضوی

اہل قلم اپنے مضامین میں لکھتے اور اہل خطابت اپنی تقریروں میں بیان کرتے ہیں کہ جنرل ایوب خان کی دور حکومت میں پاکستان میں تشکیل دی ہوئی ہلال کمیٹی بذریعہ ہوائی جہاز ہلال کا مشاہدہ کر کے شہادت پیش کرتی تھی اور پاکستان میں اسلامی عبادات و تقریبات اسی شہادت کی بنیاد پر منائی جاتی تھیں، مگر جب غوث العالم سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کا یہ فتویٰ وہاں پہونچا تو ہلال کمیٹی تحلیل کر دی گئی، فتویٰ کی عبارت بحوالہ مقالات نعیمی حصہ اول صفحہ ۱۷ پر درج ذیل ہے۔

"چاند دیکھ کر روزہ رکھنے اور عید کرنے کا شرعی حکم ہے اور جہاں چاند نظر نہ آئے وہاں شہادت شرعی پر قاضی حکم شرع دے گا، چاند کو سطح زمین، یا ایسی جگہ سے جو زمین سے ملی ہوئی ہو وہاں سے دیکھنا چاہئے، رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو یہ غلط ہے، کیوں کہ چاند غروب ہوتا ہے، فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷/۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا؟ ایسی حالت میں جہاز سے ۲۹ر کا چاند دیکھنا کب معتبر ہوگا"؟

اور تذکرۂ مشائخ قادریہ رضویہ صفحہ ۵۱۴ پر ہے کہ جب "یہ فتویٰ پاکستان گیا تو پورے ملک میں ہلچل مچ گئی اور تمام اخباروں میں اس کو جلی خط میں شائع کیا گیا، اگلے مہینہ میں حکومت کی طرف سے ۲۷/۲۸ تاریخ کو جہاز کے ذریعہ اس بات کی تصدیق کر لی گئی تو بلندی پرواز کرنے پر چاند نظر آیا، تب حکومت نے حضرت کے فتویٰ کو تسلیم کر کے رویت ہلال کمیٹی توڑ دی"۔

مندرجہ بالا فتویٰ اور پاکستان میں بذریعہ ہوائی جہاز ایک ہی مہینہ کی ۲۷/۲۸ کو تاریخ کو ہلال کا مشاہدہ کرنا دونوں ہی باتیں لفظ و معنی کے اعتبار سے میرے نزدیک محل نظر ہیں۔ نہ فتویٰ کی زبان و بیان غوث العالم سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند کی ذات سے میل کھاتی اور نہ ہی ۲۷/۲۸ تاریخ کو ہلال کا مشاہدہ علم و فن کے معیار پر صحیح اترتا ہے۔ علم و فن کا معیار آگے آئندہ پیش کروں گا فی الحال قارئین کرام غور فرمائیں کہ فتویٰ میں لکھا گیا ہے کہ "جہاز سے چاند دیکھنا تو غلط ہے"۔ فتویٰ میں چوں کہ احکام شرع بیان کئے جاتے ہیں مثلاً فرض، واجب، سنت، مستحب، جائز، نا جائز، حلال، حرام، مکروہ اور ممنوع وغیرہ اور صحیح، غیر صحیح، معتبر، غیر معتبر وغیرہ وغیرہ۔ اس لئے فتویٰ کی زبان و بیان کے اعتبار سے یہاں لفظ "غلط" کے بجائے یوں کہنا چاہئے کہ رہا جہاز سے چاند دیکھنا تو صحیح نہیں، یا اس جیسا دوسرا لفظ ہونا چاہئے، اس لئے کہ غلط کا

معنی عام طور پر یہ آتا ہے کہ خلاف واقعہ ہے اور خلاف واقعہ معنی یہاں قطعاً درست نہیں، کیوں کہ جہاز پر سے لوگ آئے دن چاند دیکھتے رہتے ہیں، ہاں یہ الگ بات ہے کہ معتبر ہے، یا نہیں۔

فتویٰ میں ہے "اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو" (الخ) بھلا غور کیجئے جہاز اڑا کر چاند دیکھنے کی شرط کس نے ٹھہرائی ہے؟ عہد رسالت سے آج تک لوگ جہاز اڑائے بغیر چاند دیکھتے رہے کسی نے

جہاز اڑانے کی شرط نہیں ٹھہرائی۔ ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار کے ذہن میں بات کچھ تھی اور تعبیر کچھ کر گئے۔ تشریح یہ ہے بلندی پر جانے کی کئی صورتیں ہیں، زینہ بہ زینہ جیسے قطب مینار کی آخری منزل تک، یا پھر بذریعہ لفٹ، جیسے امریکہ وغیرہ میں سوڈیڑھ سو منزلہ تک پہونچنا یا پھر ہوائی جہاز سے فضائی مقامات تک پہونچنا وغیرہ وغیرہ۔ فتویٰ نگار کو ان تمام بلندیوں سے فضائی بلندی کو رویت ہلال کے باب میں غیر معتبر بتانا ہے۔ اس لئے وہ کہنا چاہتے تھے کہ اگر ہوائی جہاز سے بلندی پر چاند دیکھنا درست ہو تو، مگر وہ اس مفہوم کو اس طرح تعبیر نہ کر سکے جس سے اس کی مراد ادا ہوتی، بلکہ وہ یہ کہہ گئے کہ "جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو الخ" یعنی یہ شرط بلندی پر پہونچنے کی تھی، لیکن یہ شرط فتویٰ نگار نے رویت ہلال کے لئے کر دی۔ ہاں اگر وہ یوں کہتا تو اس کی مراد ادا ہو جاتی "بشرط پرواز چاند دیکھنا درست ہو تو"۔

فتویٰ نگار نے لکھا ہے کہ "تو کیا ۲۷/ ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائیگا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کریگا" مذکورہ بالا جملہ میں "نہ ہی" کا لفظ واضح طور پر دال ہے کہ یہ جملہ مستانفہ نہیں ہے، بلکہ ماسبق میں مذکور ایسے جملہ پر عطف ہے جس میں حکم سلبی لفظاً مذکور ہے، اور یہاں کوئی ایسا جملہ نہیں، بلکہ ماسبق میں جملہ انشائیہ بطور استفہام انکاری ہے۔ جملہ خبریہ کا عطف جملہ انشائیہ پر چوں کہ صحیح نہیں ہے۔ اس لئے یہاں اس قسم کی عبارت ہونی چاہئے تھی "تو کیا ۲۷/ ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائیگا؟ ہرگز نہیں، اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کریگا"۔

بہر حال اس قسم کی جھولی جھالی عبارت کی نسبت کبھی بھی سرکار مفتی اعظم کی طرف وہ لوگ نہیں کر سکتے جنھوں نے حضرت کے نظم و نثر کو دیکھ لیا ہے۔ الموت الأحمر، سامان بخشش، وغیرہ کی زبان اور اس فتویٰ کی زبان میں ایسا فرق معلوم ہوتا ہے جیسے لکھنؤ اور بلوچستان کے دو آدمیوں کے درمیان گفتگو ہو رہی ہو۔

یہ واقعہ جنرل ایوب خان کے دور کا بتایا جاتا ہے، جب کہ اس دور میں بندۂ ناچیز خود بھی مفتی اعظم ہند کی کفش برادری میں بریلی شریف میں قیام پزیر تھا، نہ ہم نے کسی سے سنا اور نہ اس کی تہہ معلوم ہوئی، نہ کوئی ایسا اخبار دیکھا اور نہ ہی کوئی ایسی گرم خبر پھیلتی ہوئی معلوم ہوئی، حضرت کے پردہ فرمانے کے بعد اچانک یہ باتیں جنگل کی آگ کی طرح پھیلتی چلی گئی، کچھ علماء کرام کو اس کا کھٹکا ضرور ہوا، لیکن اپنی مصروفیت کی وجہ سے اس کی طرف کوئی خاص توجہ نہیں فرما سکے۔

میری نگاہ میں چونکہ یہ باتیں نہ صرف بے بنیاد تھیں، بلکہ علم و فن کے خلاف بھی تھیں، اس لئے شمالی ہند کی مشہور درسگاہ الجامعۃ الاشرفیہ مبارکپور سے نکلنے والا رسالہ "ماہنامہ اشرفیہ" ماہ ستمبر ۱۹۹۸ء میں میرا ایک مضمون بعنوان "۲۷/ ۲۸ تاریخوں میں چاند کی رویت کا مسئلہ" شائع ہوا، ہم نے اپنے مضمون میں یہ لکھا تھا کہ اس قسم کے مضمون کو فتویٰ کا نام دے کر سیدی مرشد غوث العالم سرکار مفتی اعظم ہند کی طرف نسبت کرنا سراسر غلط اور بے بنیاد ہے اور ساتھ ہی اس کے وجوہات پر قدرے روشنی بھی ڈالی تھی، جو ماہنامہ اشرفیہ میں دیکھے جا سکتے ہیں۔ اگر قارئین کو ماہ ستمبر کا شمارہ دستیاب ہو جائے تو اس کو پہلے پڑھ لینا اچھا ہے۔

ہمارے اس مضمون سے جہاں کہیں لوگوں کو ذہنی سکون ہوا وہیں ہمارے بعض احباب کے حلقوں میں اضطراب کی لہر دوڑ گئی۔ موقع کے لحاظ سے ایسی لہر کا پیدا ہونا فطری بات بھی تھی، کیوں کہ یہ مسئلہ اس قدر مشہور اور لوگوں کے دلوں میں راسخ ہو چکا تھا کہ لوگ اس کے خلاف کچھ سننے کے لئے قطعاً تیار نہ تھے۔ لیکن بندۂ ناچیز یہ خیال کرتے ہوئے کہ خدانخواستہ اگر کبھی بھی یہ بات اٹھ کھڑی ہوئی تو حق بات سے آگاہ ہونے کے باوجود ہم بے زبان ہو کر رہ جائیں گے اس لئے ایسا وقت آنے سے پہلے ہی یہ واضح کر دیا جائے کہ میرے سرکار کی طرف اس فتویٰ کا انتساب قطعاً صحیح نہیں ہے سیدنا سرکار مفتی اعظم ہند جہاں کہیں غوثیت مآبی نگاہ رکھتے تھے وہاں ان کی نگاہ اعلیٰ حضرت کی تصنیفات کی طرف بھی تھی۔ اس لئے آپ سے کبھی بھی ایسی بات نہ

سنی گئی جو امام احمد رضا کی نگارشات سے متصادم ہو، ادھر ہم نے اپنے ان احباب سے یہ عرض کر دیا کہ آپ حضرات پاکستان سے رابطہ قائم کریں، وہاں کی حکومت کی تحویل میں اس کا ریکارڈ ضرور محفوظ ہوگا۔ اخبارات کے تراشے منگائیں اور اصل فتوئی کا فوٹو اسٹیٹ طلب کریں۔ اگر یہ ساری باتیں فراہم ہو جائیں تو ہم کو اپنے مضمون کے مسترد کرنے میں کوئی تردد نہ ہوگا ورنہ بصورت دیگر ہم کچھ اور معروجات پیش کریں گے جن سے میری موقف کی مزید وضاحت ہو جائیگی۔ اب تک چوں کہ کوئی ایسی بات نہیں پیش کی گئی جس کی وجہ سے مجھے اپنے مضمون کو مسترد کرنا ضروری ہوتا۔ ادھر ہمارے بعض احباب نے میرے مضمون کو سرسری طور پر ملاحظہ کرنے کے بعد نہایت ہی جھلسانے والا انداز اختیار کر کے ہماری ہوا خیزی کرنا چاہی اسلئے مجبور ہو کر ہم ان احباب کی خدمت میں یہ دوسرا مضمون اس لئے پیش کر رہے ہیں تاکہ میرے موقف کی اچھی طرح وضاحت ہو جائے۔

یہاں یہ بات بھی میرے ان احباب کو ملحوظ رکھنا چاہیئے تھا کہ ایسے پاکستانی مسئلہ میں جو لوگ اسکی حقانیت پر اصرار کرتے اور انتساب کو صحیح بتاتے ہیں وہ لوگ اصولاً مدعی کی حیثیت رکھتے ہیں اور میں چونکہ انتساب کا انکار کرتا اور واقعہ کی صحت پر اعتماد نہیں رکھتا اسلئے میرا موقف سائل کا موقف ہے۔ اصرار کرنے والے حضرات کے لئے مجھ پر طعن و تشنیع کرنے کے بجائے یہ ضروری تھا کہ وہ لوگ دلائل و براہین سے اپنا مدعاء ثابت کرتے اور ہمارے شبہات پر خچے اڑا دیتے۔ لیکن افسوس کہ اصول سے ہٹ کر محض افتاو طبع کی بنیاد پر طعن و تشنیع کو اپنا وظیفہ بنائے ہوئے ہیں ان حضرات کو یہ سوچنا چاہئے کہ ان کا یہ طریقہ اور انداز داد و تحسین کے پھول کے بجائے دامن میں خس و خاشاک بھر دیتے ہیں۔ اے کاش! جتنی دیر انہوں نے مجھے برا بھلا کہنے اور کوسنے میں لگایا اتنی دیر اگر اعلیٰ حضرت کی کتابوں ہی کا مطالعہ کرتے تو تلخ نوائی کے بجائے ہم نوائی کا دم بھرتے۔

ہم نے اپنے مضمون سابق میں لکھا تھا کہ مساہلہ کے پیش نظر تدقیقات ریاضیہ سے صرف نظر کیا گیا ہے۔ لیکن اب حالات ایسے پیدا ہو گئے ہیں کہ بعض ضروری باتوں کو درج کرنا ناگزیر ہو گیا ہے اسلئے بطور تمہید چند باتوں کو پیش کرنا میرے لئے ضروری ہے۔

فلک کے اوپر دو فرضی دائرے پورب پچھم ایسے تصور کئے جائیں کہ دونوں باہم ۵ درجہ ۲۲ دقیقہ پر تقاطع کرے، ان میں سے ایک منطقۃ البروج اور دوسرا منطقۃ المائل کہلاتا ہے منطقۃ البروج آفتاب کی ذاتی چال کا راستہ ہے اور منطقۃ المائل مہتاب کی ذاتی چال کا راستہ ہے۔ دونوں کے نقطہ تقاطع میں سے ایک راس اور دوسرا ذنب کہلاتا ہے۔ آفتاب و مہتاب کی ذاتی چال سے جب دونوں کے مابین محاذات راس، یا ذنب، یا اس کے آس پاس ہو تو اس وقت کسوف یعنی سورج گہن ہوتا ہے اور اس کے علاوہ کسی مقام پر ہو تو یہ محاق اور اجتماع نیرین کہلاتا ہے اور جب اجتماع سے قمر آگے بڑھتا ہے اور چاند سورج کے مابین مخصوص دوری ہوتی ہے تو رویت ہلال ممکن ہو جاتی ہے۔ آفتاب اپنے فلک یعنی خارج المرکز پر روزانہ یکساں ۵۹،۸،۲۰ دقیقہ کی رفتار سے پورب کی طرف رواں دواں رہتا ہے، لیکن جب منطقۃ البروج کی طرف نسبت کرتے ہوئے آفتاب کی رفتار دیکھی جاتی ہے تو وہ روزانہ یکساں نہیں ہوتی بلکہ کبھی کم اور کبھی زیادہ اور کبھی برابر ہوتی ہے۔ شرح چغمینی میں ہے۔ انها لما كانت تدور علىٰ محيط دائرة مركزها خارج عن مركز العالم كان في احد نصفي فلك البروج اكثر من نصفها و هو النصف الذي فيه او جها و في النصف الاٰخر من فلك البروج اقل من نصفها و هوا لنصف الذي فيه الحضيض ص ۷۷ نیز اسی شرح چغمینی میں ہے: ولما كانت الشمس تقطع من فلك البروج في كل يوم قسيا مختلفة ص ۱۲۳ اس اختلاف کو دور کرنے کے لئے حساب دانوں میں منطقۃ البروج پر ایک ایسا فرضی آفتاب مان لیا جس کی چال آفتاب کی برابر ہو اصلی آفتاب جتنی مدت خارج المرکز کے مرکز پر زاویہ بناتا ہوا اتنی ہی مدت میں فرضی آفتاب مرکز العالم پر زاویہ

بنائے، اگر اصلی آفتاب خارج المرکز پر ۱۰ درجہ چلے تو یہ فرضی آفتاب بھی مرکز البروج پر ۱۰ درجہ چلے اگر اصلی آفتاب ۱۰۰ درجہ چلے تو فرضی آفتاب بھی منطقۃ البروج پر ۱۰۰ درجہ چلے اور جب اصلی آفتاب کو دورہ کامل ہو تو فرضی آفتاب کا بھی دورہ کامل ہو جائے اور پھر اسی فرضی آفتاب کی رفتار کو اصلی رفتار کی طرف منسوب کر کے حساب لگاتے رہتے ہیں، تو گویا اب اصلی آفتاب کی بہ نسبت منطقۃ البروج کی دو رفتار ہو گئی ایک تو وہ جو روزانہ کم و بیش ہوتی رہتی ہے اور ایک یہ جو روزانہ یکساں رہتی ہے۔ پہلی رفتار کو تقویمی حرکت اور دوسری رفتار کو وسطی حرکت کہتے ہیں، اسی طرح کچھ حال قمر کے ساتھ بھی ہے، اس لئے اس کی بھی دو حرکت ایک تقویمی اور ایک وسطی ہوتی ہے۔ آفتاب کی وسطی حرکت یومیہ ۲۔۸۔۵۹ دقیقہ اور قمر کی وسطی حرکت یومیہ ۲۔۳۵۔۱۰۔۱۳ درجہ ہے۔ دونوں کے مابین تفاضل ۴۲-۲۶-۱۱-۱۲ درجہ قمر کے سبق کی رفتار ہے۔ آفتاب سے ماہتاب روزانہ اسی رفتار سے پورب کی طرف آگے بڑھتا رہتا ہے۔ اسی مفہوم کو حضرت علامہ عبد العلی برجندی نے شرح زیج سلطانی میں دوسری طرح تعبیر فرمایا ہے، وہ فرماتے ہیں کہ "چوں خطے از مرکز عالم خارج شود موازی خطے کہ از مرکز خارج مرکز آفتاب رفتہ قوسی از منطقۃ البروج ابتدا از اول حمل بر توالی ما طرف خط اول آنرا وسط آفتاب گویند و قوسی ہم از منطقۃ البروج ابتدا از اول حمل بر توالی ما طرف خطے کہ از مرکز عالم بمرکز آفتاب گزرد آنرا تقویم آفتاب گویند و چوں خطے از مرکز عالم خارج شود و بمرکز تدویر قمر گزرد و بمنطقہ مائل رسد قوسی از منطقۃ مائل را ابتدا از اول حمل ما طرف خط بر توالی وسط قمر گویند و خطے کہ از مرکز عالم خارج شود و بمرکز قمر گزرد و دوائر عظیمہ فرض کند کہ بطرف ایں خط و بر دو قطب بروج گزرد و منطقۃ البروج را بر دو نقطہ تقاطع کند قوسی را از منطقۃ البروج ابتدا از اول حمل تا آں تقاطع مذکور کہ بقمر اقرب بود تقدیم قمر گویند و اجتماع وسطی آنست کہ وسط آفتاب و وسط قمر بحسن برج واجزا یکے شوند و اجتماع حقیقی آں کہ تقویم ایشاں بحسب برج و اجزا یکے شوند" ص ۱۳۴ اور اگر باعتبار رویت اجتماع ہو تو اجتماع مرئی کہلاتا ہے، جس سے سورج گہن ہو جاتا ہے۔

حرکت تقویمی کے اعتبار سے جو حالات پیدا ہوتے ہیں وہ حقیقی کہلاتے اور حرکت وسطی کے لحاظ سے جو احوال ہوتے ہیں وہ وسطی کہلاتے، لہٰذا یوم حقیقی، یوم وسطی، اجتماع حقیقی، اجتماع وسطی، ماہ قمری حقیقی، ماہ قمری وسطی، ماہ حقیقی شمسی، ماہ شمسی وسطی یہ سارے حالات مندرجہ بالا ضابطہ کے تحت درج ہیں اور جب حقیقی اور وسطی میں سے کسی کو دوسرے میں تحویل کرنا مقصود ہوتا ہے تو تعدیلات سے کام لیا جاتا ہے۔ اجتماع حقیقی سے دوسرے اجتماع حقیقی کی مدت کو ماہ قمری اور اجتماع وسطی سے دوسرے اجتماع وسطی کی مدت کو ماہ وسطی کہتے ہیں۔ بارہ ماہ حقیقی کے مجموعہ کو سال قمری حقیقی اور بارہ ماہ وسطی کے مجموعہ کو سال قمری وسطی کہتے ہیں۔ ایک برج کو آفتاب جتنی مدت میں بحرکت وسطی طے کرتا اسے ماہ وسطی شمسی اور ایک برج کو آفتاب جتنی مدت میں بحرکت تقویمی طے کرتا اس کو ماہ حقیقی شمسی کہتے ہیں۔ اور چوں کہ آفتاب کی حرکت تقویمی اور وسطی کا دورۂ کامل برابر ہوتا اسلئے شمسی سال وسطی اور حقیقی برابر ہوتے ہیں جس کی مدت میں اختلاف ہے جیسا کہ حاشیہ شرح چغمینی میں مذکور ہے۔ لیکن عام طور پر ۳۶۵ دن ۶ گھنٹہ مانا جاتا ہے۔ ماہ قمری وسطی کی مدت ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ ہوتی، شرح زیج سلطانی میں ہے ہے "اگر آں وضع اجتماع وسطی بود بست و نہ روز و دوازدہ ساعت و چہل و چہار دقیقہ است و اگر اجتماع حقیقی بود گاہے باندک ازیں مدت زیادت باشد و گاہے کمتر و نادر بود کہ موافق باشد" ماہ شمسی وسطی کی مدت ۳۰ دن ۱۰ گھنٹہ ۲۹ منٹ ۱/ ۱۲ سکنڈ ہوتی ہے۔ حاشیہ شرح چغمینی میں ہے "فالشھر الشمسی الوسطی ابدا یکون ثلثین یوما وعشر ساعات و تسعا و عشرین دقیقة و نصف سدس دقیقة والشھر الشمسی الحقیقی قد یزید علیه و قد یساویه و قد ینقص" (ص ۱۲۸) اور شرح زیج سلطانی میں ماہ شمسی حقیقی کے

متعلق درج ہے کہ ”حضیض آفتاب بر منصف آں باشد۔ آفتاب آں رادر مدت بست و نہ روز ونہ ساعت تقریباً قطع کند وایں اقصر زمان مدت سیر آفتاب است سی درجہ راکہ ایک برج است ومقدار سی درجہ مقابل آں اوج کہ آفتاب پر منصف آنست آفتاب آں رادر مدت سی ویک روز ودوازدہ ساعت تقریباً قطع کند وایں اطول مدت سیر آفتاب است مری درجہ را۔ (ص ۵) اور زیج بہادر خانی میں ”ماہ قمری حقیقی کے متعلق یوں درج ہے ”ماہ ہائے حقیقیہ قمر بسبب سرعت حرکت تقویمی قمر وبطوی شمس حوالی اجتماع بے شبہ اصغر باشد از مقدار ماہ وسطی و غایت ایں قصر از سیز وہ دقیقہ یوم بلبلہ متجاوز نمی شود، پس مقدار شہور صغریٰ بست ونہ روزہ ثلث یوم تقریباً می باشد وایں کسر گاہے بربع یوم نمی رسد بلکہ لبد ازاں ازربع می باشد وعلیٰ ہذا القیاس ہر گاہ حوالی اجتماع قمر بطی شود وشمس سریع لازم آید کہ زمانہ ماہ حقیقی قمری زاید باشد از ماہ محری وسطی وایں زیادتی ہم قریب سیز وہ دقیقہ یوم بلیلہ است، پس غایت مقدار ماہ عظم بست ونہ روز وسہ ربع یوم می باشد وایں کسر گاہے بہ چہار خمس نمی رسد بلکہ کمتر ازاں می باشد“ ص ۵۰-۵۱۔

خلاصہ یہ ہے کہ وسطی مہینوں کی مقدار متعین اور منضبط ہوگئی اور حقیقی مہینوں کی مقدار نہ متعین ہوتی اور نہ منضبط ہوتی، اس لئے حساب داں وسطی اعتبار سے اپنا عمل کرتے اور تعدیلات کے ذریعہ ماہ حقیقی معلوم کر لیتے ہیں۔ آئندہ مضمون میں حسابات یا لفظ اجتماع وغیرہ کا استعمال بمعنی وسطی ہوں گے۔ وسطی اور حقیقی میں چوں کہ برائے نام فرق ہوتا۔ اس لئے ہماری مراد پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑیگا۔

لیکن شریعت مطہرہ میں نہ تو ماہ قمری حقیقی پر حکم ہوتا ہے نہ ماہ قمری وسطی پر، بلکہ حکم ماہ قمری ہلالی پر ہوتا ہے، جس کی مدت کبھی ۲۹ یوم اور کبھی ۳۰ یوم ہوتی۔ شرح زیج سلطانی میں ہے ”واگر آں وضع ہلالی بود مدت دوراو گاہے بست ونہ روز باشد و گاہے سی روز“ (ص ۵) فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اہل شرع ماہ ہائے ایں تارن ازرویت ہلال گیرند وآں ہرگز ازسی روز زیادہ نہ باشد واز بست ونہ روز کمتر نے“ (جلد دوازدھم، ص ۳۰) البتہ یہ ضرور ہے کہ غرہ وسطیہ سے پہلے غرۂ ہلالیہ نہیں ہوتا۔ فتاویٰ رضویہ میں ہے ”اوربداہتہ واضح کہ رویت ہلال اجتماع قمرین سے ایک مدت معتد بہا کے بعد واقع ہوتی ہے، تو غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہ آئیگا وانتہا غایۃ التساوی“

(جلد دوازدھم، ص ۳۱)

شرح زیج سلطانی میں تشریح کی گئی ہے کہ بوقت غروب آفتاب قمرین کے مابین معدل النہار کی قوس کی مقدار کو ”بعد معدل“ اور منطقۃ البروج کی قوس کی مقدار کو ”بعد سواء“ کہتے ہیں۔ اسی کے بارے میں فتاویٰ رضویہ میں ارشاد ہے کہ ”اور حسب قول متعارف اہل عمل رویت کے لئے کم سے کم دس درجہ سے زیادہ فاصلہ چاہئے“ حاشیہ شرح چمغینی للعلامہ عبد العلی البر جندی میں ہے ”المذکور فی الکتب المشهور انه ینبغی ان یکون البعد بین نقریمی النیرین اکثر من عشرة اجزاء و قیل ینبغی ان یکون مابین مغار بیها عشرة اجزاء اواکثر حتی یکون القمر فوق الارض بعد غروب الشمس مقدار عشر ساعة او اکثر والمشهور فی هذا الزماں بین اهل العلم انه ینبغی ان یتحقق الشرطان حتی یمکن الرویة و یسمون البعد الاول "بعد السواء" والبعید الثانی "بعد المعدل" شرح زیج سلطانی میں ہے ”باید کہ بعد معدل وہ درجہ باشد یا زیادہ بعد میان تقویم ایشاں از دہ زیادہ باشد تا ہر دو شرط وجود نگیرد دو ہلال مرئی نہ شود و متعارف دریں زمان ایں است“ ص ۳۱۔ جلد دوازدھم (فتاویٰ رضویہ)

زیج بہادر خانی میں ہے ”اگر ہر یک ازبعد معدل وبعد سواء از وہ درجہ زیادہ نہ باشد دریں صورت ہلال اصلاً دیدہ نشود وماہ موجود سی روزہ باشد واگر بعد معدل میان دہ درجہ ودوازدہ درجہ باشد وبعد سواء ازدہ درجہ بیشتر بود دریں صورت ہلال باریک تواں دید واگر بعد معدل

میان دواز دہ و چہار دہ درجہ باشد ہلال معتدل دیدہ شود واگر از چہار دہ بیشتر باشد ہلال بزرگ وظاہر تر باشد" (ص ۷ ۵ ۵)

جہاز سے پرواز کر کے ہلال دیکھنے کی حاجت اس وقت ہو گی، جب کہ ہلال ابتدائی پر واقع ہواگر ہلال حد رویت سے زیادہ حد پر واقع ہو تو بحسب زیجات اس کی رویت واضح ہو گی، تو پھر ہوائی جہاز سے پرواز کرنے کی کیا حاجت؟ اب مان لیجئے کہ کسی مقام میں بتاریخ ۲۹ بوقت غروب آفتاب ہلال نظر آجائے تو بفرمان امام احمد رضا کہ "غرہ ہلالیہ کبھی غرہ وسطیہ سے مقدم نہیں ہوتا" اس کا صاف مطلب ہے کہ غرہ وسطیہ ہو گیا اور جب غرہ وسطیہ کے لئے بعد معدل اور بعد سواء کی مذکورہ شرطیں لازمی ہیں، اس لئے بوقت غروب آفتاب اس دن بعد معدل اور بعد سواء دس درجہ سے ضرور زائد ہو گا، اور چوں کہ قمر اتنی دوری کو تقریباً ایک دن میں طے کرتا، اس لئے ماننا پڑے گا کہ ۲۸ کی شام کو قمر حالت اجتماع میں تھا۔ اور ۲۷ تاریخ کو قمر آفتاب سے پچھم ہونے کی وجہ سے آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو گیا۔ جس سے صاف ظاہر ہے ۲۸ تاریخ کو بوجہ اجتماع قمرین اور ۲۷ تاریخ کو بوجہ غروب قمر رویت ہلال قطعاً محال کما لا یخفیٰ۔

زیر بحث فتویٰ میں یہ کہا گیا ہے "کیوں کہ چاند غروب ہوتا فنا نہیں ہوتا، اس لئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے کے بعد ۲۷/ ۲۸ کو بھی نظر آ سکتا ہے" یہ بات قطعاً غلط اور بے بنیاد معلوم ہوتی ہے فتوے کے الفاظ کو صورۃ ضابطہ و کلیہ نہیں، لیکن معنوی اعتبار سے یقیناً یہ کلیہ ہے اور اس عبارت سے کلیہ بھی بیان کرنا مقصود ہے کہ اس میں کسی سنہ، کسی ماہ ، کسی جگہ کی کوئی تعین نہیں، بلکہ ہر ماہ، ہر سال ہر جگہ بلندی سے چاند نظر آسکتا ہے کیوں کہ وہ غروب ہوتا، فنا نہیں ہوتا، اگر ایک جزئی بھی کلیہ کے خلاف ہو تو وہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اگر ایک جزئی بھی کلیہ کے خلاف ہو تو وہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے۔ حالت اجتماع اور بوقت غروب کی جو صورت پیش کی گئی، اس سے یقیناً یہ کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے یہ کلیہ سراسر باطل ہے، بلکہ سچ بات تو یہ ہے کہ یہ ایسا کلیہ ہے جو اپنے جزئیات میں سے کسی بھی جزئی پر منطبق نہیں، شرعی مہینے کبھی ۳۰ اور کبھی ۲۹ کے ہوتے ہیں، لیکن ۳۰ کے مہینہ کا ثبوت رویت ہلال پر مبنی نہیں وہ تو خود نحود المکواتین سے ہی ثابت ہوتا ہے، اس لئے رویت ہلال کا مسئلہ فقط ۲۹ دن والے مہینہ سے تعلق رکھتا ہے۔

۲۹ تاریخ کی شام کو قمر کے حد رویت پر ہونے کے لئے بوقت غروب آفتاب تین شرطیں ضروری ہیں (۱) ہلال افق کے اوپر ہو (۲) نیرین کے مبین بعد معدل دس درجے سے زائد ہو (۳) اسی طرح نیرین کے مابین بعد سواء دس درجے سے زائد ہو، اگر یہ تینوں شرطیں پائی جائیں تو رویت کا وقوع ہو یا نہ ہو مگر رویت ہلال حد امکان میں آجاتی ہے اور دنیا میں کہیں رویت بھی ہو سکتی ہے اور غرہ ہلالیہ ضرور ہو جاتا ہے اور اگر رویت نہیں ہوتی تو پھر بھی غرہ وسطیہ ہو جاتا ہے، ہلالیہ نہیں ہوتا۔ مثلاً اسی ۱۹۹۹ء کی جنوری میں ماہ عید کے ہلال کا مسئلہ لیجئے، مطلع صاف ہونے کے باوجود دنیا میں چند جگہ ہی سے رویت کی اطلاع ملی، پہلی شرط تو اس لیئے کہ اگر بوقت غروب آفتاب ہلال افق کے اوپر نہ رہے تو پھر زمین چیر کر رویت ہو گی اور دوسری و تیسری شرط دو غرض کے لئے مانی جاتی ہے اول یہ کہ چاند پر دائرہ رویۃ اور دائرہ نور کا باہم تقاطع ہو سکے، دوم یہ کہ بوقت غروب آفتاب قمر آفتابی شعاعوں کی صولت سے دور رہ کر اپنا مکھڑا دکھا سکے۔ اگر بعد معدل اور بعد سواء کی مشروط مقدار نہ پائی جائے تو چاند اور سورج باہم قریب ہونے کی وجہ سے آفتابی شعاعوں کی صولت اور سورج کی تیز کرنوں کی جلالت میں ہلال کا مکھڑا گم ہو جائے گا، تو پھر ہلال کیسے نظر آئے گا؟ امام احمد رضا فرماتے ہیں کہ "غروب شمس کے ۲۰ منٹ بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادۃ انتیسویں کا چاند بھی اس میں نظر آنا ممکن نہیں"۔ (بحوالہ فقہی بصیرت، ص ۱۵۱)

دائرہ نور اور دائرہ رویت کے تقاطع کو اس طرح سمجھیں کہ رویت ہلال خواہ ۲۹ کی ہو، یا ۳۰ کی دائرۃ النور اور دائرہ الرویۃ کے باہم

تقاطع سے چاند کے چار حصے ہو جاتے ہیں، دو حادے اور دو منفرجے (۱) چاند کا زیریں حصہ جو ناظر کے سامنے ہلالی صورت میں نظر آتا ہے چاند کا یہ حصہ دائرۂ رویۃ اور دائرۂ نور دونوں کے تحت ہوتے، (۲) دوسرا وہ بالائی حصہ جو ہلالی صورت کے مقابل ناظر کے مخالف سمت ہوتا، چاند کا یہ حصہ نہ دائرۂ رویت کے تحت ہوتا نہ دائرۂ نور کے تحت ہوتا (۳) چاند کا وہ ٹکڑا جو چاند کے غربی حصہ میں ہوتا، وہ دائرۂ نور کے تحت ہوتا، دائرۂ رویت کے تحت نہیں (۴) چاند کا وہ حصہ جو چاند کے مشرقی حصہ میں واقع ہوتا، وہ صرف دائرۂ رویت کے تحت ہوتا، دائرۂ نور کے تحت نہیں۔ پہلے دونوں ٹکڑے حادے اور پچھلے دو ٹکڑے منفرج ہوتے۔ چوں کہ دارۂ رویت کا تعلق ناظر سے ہے، اس لئے ناظر کے مقامات بدلنے پر حصہ تقاطع کی ضخامت کم وبیش ہو ہوتی جائیگی۔ ناظر کے زمین پر ہونے، یا پستی پر جانے، یا بلندی پ پرواز کرنے کی وجہ سے چوں کہ دائرۂ رویت کی پوزیشن بدلتی رہتی ہے، اس لئے ناظر جوں جوں اوپر پرواز کرتا جائیگا، اسی تناسب سے دارۂ رویت کی زیریں حصہ اپنی جگہ سے ہٹ کر پورب کی طرف کھسکتا جائیگا اور اسی تناسب سے بالائی حصہ بھی اپنی جگہ سے پچھم کی طرف کھسکتا جائے گا اور دائرۂ رویت اور دائرۂ نور کے تقاطع سے پیدا شدہ ہلالی صورت حادہ سے احد ہوتا جائیگا۔ یہاں تک کہ ایک ایسا وقت آئیگا کہ دائرۂ رویت اور دائرۂ نور کا تقاطع ختم ہو۔ کر حالت تطابق پیدا ہو جانے کی وجہ سے چاند اور سورج کے مرکز اور ناظر تینوں ایک خط مستقیم پر ہو جائیں گے اور اسی طرح ناظر کے لئے سورج گہن کا منظر سامنے آجائیگا۔ اور اگر ناظر سطح زمین چھوڑ کر پستی میں پہونچ جائے اور زمینی حجاب واقع نہ ہو تو اس کے برعکس ہلالی صورت کی مقدار بڑھ جائیگی اور اگر ناظر شمس و قمر کے مابین پہونچ جائے تو بدر کامل کا منظر سامنے آجائے گا۔

بعد معدل اور بعد سواء کی متعینہ مقدار تو چوں کہ اس میں ناظر کے وضع کو کوئی دخل بھی نہیں ہوتا اس لئے چاند سورج کو جہاں کہیں سے بھی دیکھا جائے اس کے مابین کی دوری میں کوئی فرق نہیں آئے گا، ایک میل کی اونچائی ہو، یا دس ہزار میل کی بلندی، خواہ فلک زحل کی بلندی، کہیں سے بھی دیکھیں یہ دوری اپنی جگہ بر قرار رہے گی، اس میں کوئی فرق نہیں آئیگا۔ چوں کہ بوقت غروب یہی دوری قمر کو آفتابی شعاعوں کی صولت سے محفوظ رکھتی ہے، اس لئے اہل حساب نے یہ بتایا کہ اگر بعد معدل اور بعد سواء دس درجے سے زائد ہو تو رویت کا امکان ہو جاتا ہے، ورنہ نہیں لیکن اس صورت میں اگر ناظر بلندی کی طرف پرواز کرنے لگے تو جس قدر بلندی پر جاتا رہیگا۔ اسی اعتبار سے ماہتاب کا زیریں حصہ جو ہلالی صورت میں نظر آنے کا امکان رکھتا ہے اب اس کے ہاتھ سے یہ امکان بھی جاتا رہے گا، یعنی رویت کا امکان خفیف سے خفیف تر ہوتا رہے گا۔ اور آخر میں امکان معدوم ہو جائے گا۔ اس لئے زیر بحث مسئلہ میں یہ پہلو نکالنا کہ ۲۷ / ۲۸ تاریخ میں اگرچہ حصہ تقاطع رویت معتادہ کی مقدار پر نہیں ہوتا لیکن کیوں نہیں ایسا ہو سکتا کہ ہوائی جہاز سے بلندی پر جانے کی وجہ سے ایسی وضع پیدا ہو جائے کہ وہ ہلالی صورت جو زمین سے نہیں حاصل ہوتی وہ بلندی پر حاصل ہو جائے؟ دراصل یہ قوت واہمہ کا فریب ہے۔

رہی یہ بات کہ پھر لوگ کیوں رویت ہلال کے لئے اونچی جگہ مثلاً مکان کی چھت، یا پہاڑ اور ٹیلہ کے اوپر چڑھ جاتے اور پاکستانی حضرات کیوں جہاز سے بلندی پر جاتے تھے؟ تو اس کا جواب یہ ہے نہ بعد معدل اور نہ بعد سواء کی مقدار بڑھانے جاتے اور نہ تقاطع کا حصہ زیادہ کرانے جاتے، بلکہ رویت معتادہ کی حد تک پہونچ کر ماہتاب کبھی زمینی حجابات مثلاً اونچے مکانات یا اونچے درخت اور کبھی فضائی حجابات مثلاً ابر وباد یا گرد وغبار کی زد میں آجاتا ہے اس لئے لوگ اونچی جگہ پر پہونچ کر ہلال کا مشاہدہ کرتے ہیں۔ اور کبھی ایسا بھی ہوتا ہے کہ چاند رویت معتادہ کی حد پر اس وقت آتا ہے جب کہ وہ غروب ہو رہا ہے یعنی جب افق کے اوپر تھا تو اس حد پر نہیں تھا اور جب اس حد پر آیا تو افق کے نیچے پہونچ گیا، اس لئے لوگ اوپر جاکر چاند دیکھتے ہیں تاکہ اس کی نگاہ قدرے افق کے نیچے پہونچ کر رویت معتادہ کی حد تک پہونچے

ہوئے ہلال کو دیکھ لے۔

الغرض بلندی پر جانا اس لئے ہوتا ہے کہ حد تک پہونچے ہوئے ہلال کا مشاہدہ کر لے، اس لئے نہیں ہوتا کہ ہلال کو حد تک پہونچادیا جائے، بہر حال یہ باتیں ۲۹ دن ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ کے بعد ہی ہوتی ہیں۔ ۲۸ تاریخ کو چوں کہ غروب آفتاب کے وقت قمر حالت اجتماع یا حوالی اجتماع میں ہوتا، جس کی وجہ سے لگ بھگ ساتھ ہی غروب کرتا اور ۲۷ تاریخ کو قمر آفتاب سے تقریباً ۱۲ درجہ پچھّم ہوتا، جو تقریباً ۴۸ منٹ پہلے غروب ہو جاتا، اس لئے ۲۸ یا ۲۷ تاریخ کو رویت ہلال نہ زمین سے ہو سکتی اور نہ ہوائی جہاز سے ہو سکتی ہے۔ اس لئے فتویٰ کا کلیہ قطعاً صحیح نہیں۔ یہاں یہ بات اچھی طرح سمجھ لینا چاہئے کہ اجتماع کی وضع، یا وہ وضع کہ جس میں قمر سورج سے پچھّم واقع ہو تو ان اوضاع میں ہلالی حصہ نمودار بھی نہیں ہوتا اور نہ ہلالی حصہ نظر آسکتا ہے بلکہ ان اوضاع میں چاند بھی نظر نہیں آسکتا، اس لئے کہ اگر چہ ناظر کے بلندی پر جانے کی وجہ سے زمینی افق کے بجائے فضائی افق پیدا ہو جاتا، جس کی وجہ سے غروب شدہ قمر افق کے اوپر آجاتا ہے، لیکن اس صورت میں چوں کہ سورج بھی فضائی افق پر آجاتا ہے، جس کی تیز شعاعوں میں چاند گم ہو جاتا ہے، ہاں اگر چاند حد رویت پر جو جیسے ۲۹ تاریخ کو تو چوں کہ یہاں ممکن ہے کہ سورج فضائی افق کے نیچے ہو اور قمر اس کے اوپر اس لئے یہاں رویت ممکن ہے۔

اب تک جتنی باتیں درج ہوئیں وہ تو علم و فن کی باتیں تھیں، آگے امام احمد رضا کے فرمان کو نقل کیا جا رہا ہے، جس میں وہی ۲۷، ۲۸ تاریخ میں رویت ہلال کا مسئلہ متعرض ہے۔

امام احمد رضا علیہ الرحمۃ والرضوان نے رسول کریم ﷺ کی وفات شریف کی تاریخ اور دن کے تعین کے لئے رویت ہلال کی مذکورہ شرطوں کے پیش نظر شام دو شنبہ ۲۹ صفر وسطی ۱۱ھ کے لئے افق کریم مدینہ طیبہ کے لئے جزئیات موامرہ کی جدول تیار کر کے یہ حکم لگایا کہ "جب شب سہ شنبہ (یعنی ۲۹ر صفر) تک نیرین کا یہ حال تھا کہ وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال تھا، تو اس سے دو ایک رات پہلے (یعنی ۲۷، ۲۸) کا وقوع بداھتہ محال تھا، اس رات (یعنی ۲۹ کے دن گذرنے کے بعد کی رات) قمر صرف ۹ درجہ آفتاب سے مشرق ہوا تھا تو شام یکشنبہ کو (یعنی ۲۸ر تاریخ کی شام کو) کئی درجے (یعنی تقریباً ۳ر درجے سے کچھ زیادہ) اس سے غربی تھا، اور غروب شمس سے کوئی پاؤ گھنٹہ پہلے ڈوبا اور شام یکشنبہ کو (یعنی ۲۷ تاریخ کی شام کو) تو عصر کا اعلیٰ مستحب وقت تھا، جب چاند حجلہ نشین مغرب ہو چکا تھا پھر (اس دونوں تاریخوں میں سے کسی تاریخ میں) رات کو رویت ہلال کیا زمین چیر کر ہوئی"؟ فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲ صفحہ ۲۳۲ لیجئے یہاں بھی فتویٰ کا کلیہ اپنے جزئیہ پر منطبق نہیں۔

عبارت بالا سے یہ واضح ہے کہ ۲۹ تاریخ کو جب وقوع رویت ہلال ایک مخفی غیر متوقع احتمال ہو تو ۲۷، ۲۸ کو رویت ہلال کی کوئی صورت بھی نہیں ہو سکتی۔ پاکستانیوں کے غیر متوقع احتمال سے ایک دو دن پہلے ہوائی جہاز سے (جب کہ بلندی پر پہونچنے سے تقاطع کا حصہ حادہ سے احد اور رویت خفیف سے خفیف تر ہو جاتے) ۲۷، ۲۸ کو چاند دیکھنے کی روایت فرضی نہیں تو اور کیا ہو سکتی ہے۔ مدینہ منورہ اور اس کے آس پاس پہاڑیاں تھیں، امام احمد رضا نے یہ نہیں فرمایا کہ ہاں پہاڑ پر چڑھ کر اگر دیکھا جاتا تو رویت ممکن تھی، اس لئے کہ امام احمد رضا خوب جانتے تھے کہ ناظر جس قدر اوپر جائیگا اسی اعتبار سے تقاطع کا مرئی حصہ کم سے کم تر ہو تا جائیگا، اس لئے ۲۹ صفر کو جب زمین سے چاند دیکھنے کا غیر متوقع احتمال ہے تو پہاڑ کے اوپر سے اور زیادہ غیر متوقع ہو جاتا اور جب ہلال زمین سے دیکھنے پر حد رویت پر نہیں ہو سکتا تو کسی اونچائی پر سے دیکھنے میں بھی حد رویت پر نہیں ہو سکتا۔

ذیل میں ہم "فقہی بصیرت" سے کچھ عبارتیں نقل کرتے ہیں، جو امام احمد رضا کی تصنیف "جد الممتار" کا فصیح ترجمہ ہے، اس مضمون میں بھی ۲۸ تاریخ کو رویت ہلال کی بابت مذکور ہے۔

"اقول الحق، ان شاء الله تعالیٰ التفصیل

مامله یہ ہے کہ یہاں دوباب ہیں۔(۱)باب قواعد رویت ہلال (۲)سیر شمس و قمر ان کے طلوع و غروب اور منازل قمر کا باب، اول کا تو کوئی اعتبار بھی نہیں اس لئے کہ خود ان کا اس بات میں کثیر اختلاف ہے، کسی قطعی قول تک ان کی رسائی نہیں ہو سکتی، جیسا کہ آشنائے فن سے مخفی نہیں، اس لئے مجسطی میں اس کی کوئی بحث نہیں رکھی، باوجودیکہ اس میں متحیرہ اور ثوابت کے ظہور و خفا پر بھی کلام کیا ہے، اس وجہ سے کہ انہیں معلوم تھا کہ رویت ہلال ایسی چیز ہے جو ضوابط کی گرفت سے باہر ہے، یہی وہ بات ہے جسے ہمارے ائمہ رضی اللہ تعالیٰ عنہم نے رد کر دیا اور ثانی بلا شبہ یقینی ہے، اس پر قرآن عظیم کی متعدد سورتیں شاہد ہیں، جیسے ارشاد باری ہے "الشمس و القمر بحسبان" چاند اور سورج ایک حساب سے ہے (۵ رحمٰن) والشمس تجری لمستقر لها ذالك تقدير العزيز العليم "اور سورج اپنے ٹھہراؤ کیلئے چلتا ہے، حکم ہے زبر دست علم والے کا (۳۸ یٰس)" واقمر قدرناه منازل حتى عاد كالعر جون القديم "(۳۹ یٰس) اور چاند کے لئے ہم نے منزلیں مقرر کیں یہاں تک کہ ہو گیا جیسے کھجور کی پرانی ڈال۔

تو اگر اہل حساب، علماء عادل باب اول کی بنیاد پر یہ کہیں کہ رویت ممکن نہیں اور بینۂ عادلہ رویت کی شہادت دے تو شہادت قبول کی جائے گی اور اگر باب ثانی کی بنیاد پر کہیں جیسا کہ مسئلہ دوم میں ہے، تو یہ قطعی امر ہے، جس کے خلاف کبھی نہیں ہوتا، کیوں کہ عادۃً رویت ہلال ممکن نہیں، جب تک کہ چاند سورج سے دس درجہ بلکہ زیادہ دوری پر نہ ہو، تو دن میں طلوع آفتاب سے پہلے پھر رات میں غروب آفتاب کے بعد بھی اس کی رویت ہو تو یہ اس امر کو مستلزم ہے کہ چاند نے دن بھر کے اندر بیس درجہ سے زیادہ مسافت طے کر لی، جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً بارہ درجہ سے زیادہ مسافت طے نہیں کر سکتا تو اس میں سنت الٰہی کی تبدیلی لازم آ گئے گی "ولن تجد لسنة الله تبديلاً" "اور خدا کی سنت میں ہرگز تمہیں کوئی تبدیلی نہ ملے گی، ایسی صورت میں صاحب علم قطعی طور سے یہ حکم کرے گا کہ گواہوں کو اشتباہ ہو گیا، اور قطعی کو رد نہیں کیا جا سکتا، شاید امام سبکی رضی اللہ تعالیٰ عنہ کی مراد یہی ہے، تو اس سے دونوں قولوں میں تطبیق بھی ہو جائے گی، اور اس کی نظیر ہمارے اس رمضان ۱۳۳۰ھ کا واقعہ ہے کہ ہندوستان کے سارے اطراف میں تمام لوگوں نے پنج شنبہ کو روزہ رکھا جب چہار شنبہ کو ماہ رمضان کو اٹھائیس تاریخ تھی، تو بدایوں میں ہمارے دوست مولوی عبد المقتدر صاحب کے یہاں تین، یا پانچ آدمیوں نے شہادت دی کہ انہوں نے چاند دیکھا ہے اور بدلی میں تھا، انہوں نے گواہی کر لی اور لوگوں کو عید کا حکم دے دیا، جسے ان کے ماننے والوں میں سے چند افراد نے بھی قبول کیا، باوجود یکہ ہمیں قطعی طور سے معلوم ہے کہ گواہوں سے غلطی ہوئی، اس کی پانچ وجہیں، سبھی باب ثانی پر مبنی ہیں، باب اول پر نہیں۔

اول:— یہ کہ اس دن یعنی بدھ کو شمس و قمر کا اجتماع رائج گھڑیوں سے نو بج کر اٹھارہ منٹ پر تھا اور غروب آفتاب چھ بج کر ۲۳ منٹ پر تو عادۃً یہ محال ہے کہ اجتماع کے نو گھنٹے چند منٹ بعد رویت واقع ہو جائے۔

دوم:— تقدیم آفتاب اور تقویم قمر کے درمیان غروب کے وقت فصل تقریباً پانچ درجہ سے زیادہ تھا آفتاب سنبلہ کے انیسویں درجہ میں اور چاند اسی کے تیئسویں درجہ میں تھا اور یہ یقینی طور پر معلوم ہے کہ محض اتنی فصل پر ہلال کی رویت اس کے خالق ذوالجلال کی سنت مستمرہ معلومہ کے خلاف تھے۔

سوم:— قمر کا غروب مرکزی جس کا غروب ہلال میں اعتبار ہے، اس لئے کہ یہ چاند کے نصف اسفل میں ہوتا ہے، چھ بج کر انتالیس منٹ پر ہوا، یعنی غروب آفتاب کے سولہ منٹ بعد اور تجربہ سے یہ قطعاً معلوم ہے کہ غروب آفتاب کے بیس منٹ بعد تک آفتابی شعاعوں کی اس قدر صولت ہوتی ہے کہ عادۃً انتیسویں کا چاند بھی اس

میں نظر آنا ممکن نہیں، پھر جب ہلال حد رویت پر پہونچیگا، تو اس سے چند منٹ قبل زمین کے نیچے جاچکا ہوگا، تو نظر کیسے آئے گا۔

امام احمد رضا کی منقولہ بالا عبارت سے واضح ہے کہ جب تک قمر آفتابی شعاعوں کی صولت سے باہر نہیں آجاتا۔ رویت محال ہے اور باہر آنے کے بعد معدل ہو یا بعد سواس کا دس درجہ سے زیادہ ہونا ضروری ہے۔ ۲۷/۲۸ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب اتنی دوری نہیں ہوتی، بلکہ ۲۸/ کو چاند تحت شعاع آفتاب اتنی دوری نہیں ہوتی، بلکہ ۲۸/ کو چاند تحت شعاع آفتاب میں ہوتا۔ جو اس بات کو مستلزم ہے کہ چاند سورج دونوں ہی تقریباً ساتھ ساتھ ہی غروب ہوتے اور ۲۷ کو چاند آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جاتا۔ اس لئے اندونوں تاریخوں میں رویت ہلال کسی طرح ممکن نہیں، انسان پہاڑ پر چڑھ جائے، ہوائی جہاز سے بلندی پر پرواز کر جائے، اس سے چاند سورج تقویم اور ان کے بعد معدل کے درمیان کوئی فرق نہیں پڑتا۔ اور نہ آفتاب شعاعوں کی صولت سے چاند باہر آجاتا، بلکہ انسان جس قدر اوپر اٹھتا جائے گا قمر کا زیریں تقاطع کا حصہ کم سے کم تر ہوتا جائیگا۔ اس لئے ۲۷/ ۲۸ تاریخ کو رویت ہلال محال ہے، اگر چہ دائرہ روی اور دائرۃالنور کے درمیان فی نفس الامیر تقاطع ہو۔

یہ مضمون چوں کہ خالص علمی ہے، اس لئے عام قارئین کا خیال کرتے ہوئے برائے تفہیم مختصر انداز میں کہا جاسکتا ہے۔

(۱) امام احمد رضا فرماتے ہیں "جب کہ قطعاً معلوم ہے کہ چاند پورے دن رات میں تقریباً ۱۲ درجے سے زیادہ مسافت طے نہیں کرتا" (فقہی بصیرت، ص ۵۰)

(۲) امام احمد رضا فرماتے ہیں "ماہ قمری ۳۰ دن سے زیادہ نہیں اور ۲۹ دن سے کم نہیں ہوتا" (فتاویٰ رضویہ جلد ۱۲، ص ۳۰)

ان دونوں عبارتوں کا حاصل یہ ہے کہ اگر ۲۸ تاریخ کو اجتماع ہو تو پورے ایک دن رات میں ۱۲ درجہ مسافت طے کرنے کی وجہ سے قمر اور سورج کے مابین اتنا بعد حاصل ہو جائے گا، جو رویت کے لئے شرط ہے اور ۲۹ تاریخ کو رویت ممکن ہو جائے گی، اس لئے ۲۹ کو اگر رویت ہو تو ۲۸ تاریخ کو قمرین کے باہم اجتماع ہونے کی وجہ سے دونوں کا غروب بھی ساتھ ساتھ ہوگا۔ لہٰذا ۲۸ تاریخ کو رویت کی کوئی صورت ہی نہیں، ۲۷ تاریخ کو قمر سورج سے پہلے ہی ڈوب جائے گا تو پھر رویت کا مسئلہ بھی نہیں اٹھتا، اور اگر ۲۸ کے بعد اجتماع ہو تو ۲۹ کے بجائے ۳۰ کی رویت ہوگی، ۲۸ اور ۲۷ کو چاند آفتاب سے پچھم ہوگا، اور آفتاب سے پہلے ہی ڈوب جائیگا، لہٰذا ۲۸ ہو یا ۲۷ ان تاریخوں میں رویت قطعاً ممکن نہیں، اس لئے ہوائی جہاز سے بلندی پر جانے کے بعد بھی ۲۷/ ۲۸ تاریخوں میں چاند دیکھنا قطعاً محال۔

رویت ہلال کے حساب لگانے میں بعد سواء اور بعد معدل کے استخراج کے لئے شمس و قمر کے اجتماع حقیقی اور ان کی حرکت تقویمی کا لحاظ ہوتا ہے۔ اگر اجتماع کے بعد، بعد سواء اور بعد معدل دونوں ہی اپنی شرط پر ہوں تو رویت کا امکان ہوتا، ورنہ نہیں، اور چوں کہ یہ حرکت غیر منضبط ہوگی (کمامر) اسلئے یہ اجتماع کبھی دن کے کسی حصہ میں اور کبھی رات کے کسی حصہ میں ہوتا ہے، اور اسی اعتبار سے ہلال کے حد رویت کا مقام اور افق بدلتا رہتا ہے، اور اسی طرح چاند کے اماوس میں داخل ہونے اور اماوس سے باہر آنے کے اوقات بھی مختلف ہوتے رہتے، لیکن سہولت کے لئے باعتبار امر واسطہ پر مانا جاتا ہے کہ جب ۲۷/ یوم ۷ گھنٹے، ۴۴ منٹ کی مدت گذر جاتی تو چاند اماوس میں آجاتا ہے، جسے لوگ یہ کہتے کہ چاند چھپ گیا، اور ۲/ یوم ۵/ گھنٹے تک اماوس میں رہتا ہے اور اس وقت کے درمیانی وقت میں اجتماع ہوتا ہے، یعنی اماوس کے آغاز سے ایک یوم دو گھنٹہ ۳۰ منٹ بلفظ دیگر ۲۸ یوم ۱۰ گھنٹہ ۱۴ منٹ میں اجتماع ہو جاتا ہے اور حالت اجتماع سے وضع ہلالی تک آنے میں بھی اتنا ہی وقت لگتا ہے، یعنی ۲۹ یوم ۱۲ گھنٹہ ۴۴ منٹ کے بعد ہلال امکان روی کے تحت آجاتا ہے۔

اجتماع نیزین سے کچھ دنوں پیش تر چاند سورج سے پچھم اور پھر اجتماع کے بعد پورب پہونچ جاتا ہے تو اگر اجتماع ۲۸ یوم ۱۰ گھنٹہ ۱۴

منٹ پر مانا جائے تو چاند ۲۷ اور ۲۸ کو بھی یقیناً سورج سے پچھم ہونے کی وجہ سے آفتاب سے پہلے ہی غروب ہو جائیگا، سطح زمین یا کسی اونچی جگہ سے چاند کی طرف نظر کرنے کی صورت میں بہر حال آفتاب کی تیز شعائیں حائل ہو جائیں گی۔ چونکہ چاند پچھم اور سورج پورب ہے، اس لئے ان تاریخوں میں چاند نظر آنے کا سوال ہی نہیں اٹھتا اور اگر اجتماع ۲۷/۲۸ کے درمیان مانا جائے تو ۲۷ کے دن قمر سورج سے پچھم ہونے کی وجہ سے پہلے بھی ڈوب جائیگا۔ اس لئے رویت کا مسئلہ نہیں پیدا ہوتا۔ البتہ ۲۸ کے دن قمر سورج سے پورب ہونے کی وجہ سے بعد میں غروب کرے گا۔ مگر اس قلیل مدت میں بعد سواء اور بعد معدل کی شرط حاصل نہ ہونے کی وجہ سے قمر آفتابی شعاعوں کی صولت میں گم ہو جائے گا اور ساتھ ہی قدر معتدبہ تقاطع بھی حاصل نہ ہو سکے گا، اور اگر ہوائی جہاز سے پرواز کر کے اونچائی پر پہونچا جائے تو یہ بقدر غیر معتدبہ بھی لاپتہ ہو جائیگا، اس لئے ان تاریخوں میں رویت کی بات بھی بیکار ہے، الغرض یہاں بھی فتویٰ کا کلیہ ٹوٹ جاتا ہے، اس لئے یہ بالکل صحیح اور حق بات ہے کہ فتویٰ میں درج شدہ کلیہ ایسا کلیہ ہے جو اپنے جزئیات میں سے کسی پر منطبق نہیں۔

یہاں یہ بات بھی ضرور یاد رکھنی چاہئے کہ ۲۹ تاریخ کو رویت ممکن ہے، یا نہیں، اس کا فیصلہ جزئیات موامرہ کی روشنی میں ہوتا ہے، اگر اس تاریخ کو بعد معدل اور بعد سواء اپنی شرط پر ہوں تو ممکن ہے، ورنہ نہیں، باقی ۲۷/۲۸ کی تاریخوں کے لئے استخراج تقویم کی ضرورت نہیں، بلکہ یہ کہنا کافی ہے کہ ۲۸ تاریخ کو قمرین اجتماع، یا قریب الاجتماع کی حالت میں ہوتا، اس لئے آفتابی شعاعوں کی صولت کی وجہ سے چاند ہرگز نظر نہیں آسکتا، اور ۲۷ کو چوں کہ چاند آفتاب سے کم از کم ۱۲ ڈگری پچھم ہوتا، اس لئے وہ غروب آفتاب سے کم از کم ۴۸ منٹ پہلے ہی ڈوب جاتا، اس لئے اس کے نظر آنے کا سوال ہی نہیں، ہم نے اپنے موقف کے لئے اسی طریقہ کو اپنایا ہے۔ لیکن امام احمد رضا نے فتاویٰ رضویہ میں ۲۹ صفر وسطی کی رویت کے امکان اور عدم امکان کی بحث چھیڑی، اس لئے وہاں ضروری ہوا کہ جزئیات موامرہ کی جدول تیار کر کے حکم صادر فرمائیں، اور جب ایک دو دن پہلے کی بات آئی تو بلا جدول یہ کہہ کر کام تمام فرمادیا کہ شام یکشنبہ اور شام شنبہ کو تو قمر غروب آفتاب سے پہلے ہی ڈوبگیا تو کیا زمین چیر کر رویت ہوئی۔ جدالممتار میں جس فتویٰ پر بحث کی گئی ہے، وہاں بھی یہی حال تھا کہ دن تو متعین تھا، لیکن تاریخ مختلف فیہ تھی کچھ لوگ ۲۹ اور کچھ ۲۸ کہتے تھے، اسلئے رویت ہلال کے استحالہ پر دلیل لانے کیلئے تقویم کی بحث لانی پڑی، تاکہ فریق ثانی پر حجت قائم ہو سکے۔

یہاں بطور معارضہ کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ "چاند غروب ہوتا، فنا نہیں ہوتا، اسلئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے اور کوہ ہمالہ کی چوٹی پر پہونچ کر اگر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷/۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے، (جب ہوائی جہاز ۲/ اور ۲۲-۱ میل ہی اوپر اڑتا ہے اور کوہ ہمالہ کی چوٹی ۵ میل اوپر ہے) تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا اور نہ ہی کوئی عاقل اس کا اعتبار کرے گا"۔

صحت انتساب کے قائلین پر اس معارضہ کا بھی جواب دینا بہت ضروری ہے۔ ودونہ خرط القتاد فکر و فن ہیئت وزیجات کے جتنے مباحث پیش کئے گئے ہیں اگر ان سے صرف نظر کر کے صرف فتویٰ کی عبارت پر بھی غور کیا جائے تو اس میں متضاد امور مذکور ہونے کی وجہ سے واضح ہو جاتا ہے کہ فتویٰ سرکار حضور مفتی اعظم ہند کا نہیں ہو سکتا ہرگز نہیں ہو سکتا اس بات کو سمجھنے کے لئے چند امور ذہن میں رکھنا ضروری ہے۔

(۱) زیر بحث فتویٰ میں جہاں چاند نظر آنے یا نہ آنے کی بات ہے وہاں چاند سے مراد اس کا ہلالی حصہ ہے۔

(۲) یہ ہلالی حصہ جو شرعاً معتبر ہے وہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے جس کی رویت پر حکم شرع ہوتا ہے امام احمد رضا کا فرمان ماسبق میں گزرا قمر کا غروب مرکزی، جس کا غروب میں اعتبار ہے، اسلئے کہ یہ چاند کے نصف اسفل ہی میں ہوتا ہے۔

(۳) یہ ہلالی حصہ اسی وقت نمودار ہو سکتا ہے جب کہ سورج غروب ہو جائے، ورنہ بین الناظر والقمر شعاع شمسی کے حیلولہ کی وجہ سے چاند کا نمودار ہونا محال ہے۔

(۴) اور بوقت غروب آفتاب قمر سورج سے پورب تقریباً ۱۰/ درجہ سے زیادہ افق کے اوپر ہو اور سورج قمر سے اتنی ہی دوری پر پچھم زیر افق ہو (کما مر مراراً) اس تمہید کے بعد غور کیجئے اور زیر بحث فتویٰ کی تحلیل فرمائیں، فتویٰ میں درج ہے، چاند غروب ہوتا فنا نہیں ہوتا، اسلئے کہیں ۲۹ اور کہیں ۳۰ کو نظر آتا ہے، یعنی جہاں بوقت غروب آفتاب چاند افق پر علی حد رویت ہوتا اور غروب نہیں ہوتا، مثلاً مقامات غربیہ میں وہاں ۲۹ کو نظر آجاتا ہے اور جہاں غروب ہو جاتا، مثلاً مقامات شرقیہ میں وہاں ۲۹ کو نہیں، بلکہ ۳۰ کو نظر آتا ہے

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ ۲۷/ ۲۸ کو دنیا کی کسی جگہ سے چاند کیوں نظر نہیں آتا تو فتویٰ کے حکم کے مطابق جواب یہ ہے کہ چونکہ ان تاریخوں میں اگرچہ چاند فنا نہیں ہوتا، لیکن غروب آفتاب کے وقت، یا اس سے پہلے ہی غروب ہو جاتا ہے، اسلئے نظر نہیں آتا ہے، پھر آگے فتویٰ میں ارشاد ہے، جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷/ ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷/ ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائیگا۔

قارئین کرام سے گزارش ہے کہ اب مزید غور فرمائیے کہ جب ۲۷/ ۲۸ کو قمر آفتاب کے ساتھ، یا اس سے پہلے ہی غروب کر چکا تو یہ صورت یقیناً اجتماع قمرین کی ہوگی، یا پھر قمر سورج سے پچھم تھا، اسلئے حسب تمہید (۳) اور (۴) ہلالی حصہ نمودار نہیں ہو سکتا کہ اس کے لئے قمر کا سورج سے پورب ہونا ضروری ہے اور یہاں ایسا نہیں، تو پھر خواہ زمین سے مشاہدہ کرے، خواہ بلندی سے، ہلال کیسے نظر آسکتا ہے، بفرض محال و بطریق تنزل اگر کچھ بھی ہلالی صورت نمودار ہو بھی جائے تو بلندی سے دیکھنے میں وہ حصہ بھی معدوم ہو جائیگا (کما مر سابقاً) اور ساتھ ہی جب قمر سورج سے پچھم ہوگا تو اونچائی سے قمر کو دیکھنے کی صورت میں آفتابی شعائیں ضرور حائل ہوں گی، کہ سورج چاند سے پورب ہے۔ کیوں کہ بلندی سے اگر ڈوبا ہوا چاند نظر آسکتا ہے تو سورج جو چاند سے پورب ہے وہ پہلے نگاہ کے سامنے آئیگا اور صورت اجتماع میں چونکہ دونوں ساتھ ساتھ ہیں اسلئے چاند کی طرف نظر کرنے میں سورج کی شعاعوں کا حائل ہونا بدیہی ہے، اس لئے ہلال تو کیا چاند بھی نظر نہیں آئیگا۔

چنانچہ جب ۲۷/ ۲۸ تاریخ کو رویت کی کوئی صورت ہی نہیں تو پھر یہ تصریح کیوں کر درست ہوگی کہ ۲۷/ ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے تو کیا ۲۷/ ۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے گا۔

الغرض فتویٰ کی عبارت متضاد باتوں پر مشتمل ہونے کی وجہ سے بدیہی البطلان ہے، ہاں اگر فتویٰ میں بجائے غروب کے یہ عبارت ہوتی کہ "چاند فنا نہیں ہوتا بلکہ چھپ جاتا ہے جیسے اماوس کے زمانہ میں ہوتا، اس لئے وہ کہیں ۲۹ کو نظر آتا اور کہیں نظر نہیں آتا اور جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۷/ ۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے" تو عبارت جامع اور مختصر ہو جاتی، اگرچہ یہ بات بھی فی نفسہٖ صحیح نہیں، لیکن صورۃ قابل قبول معلوم ہوتی، ترکنا تفصیله للا ختیار، کاش کوئی بتا دے کہ پاکستانی واقعہ کس سال اور کس ماہ قمری میں واقع ہوا تھا تو میں تقویمات استخراج کر کے مزید ثابت کر دیتا کہ یہ محض کہانی ہے، حقیقت سے اس کا کوئی تعلق نہیں۔

یہی نہیں بلکہ اس فتویٰ میں اس کے علاوہ ایک بڑی قباحت اور ہے، جس کی وجہ سے اس کا انتساب قطعاً حضور مفتی اعظم ہند کی طرف درست نہیں، اس کے لئے ایک تمہید کی ضرورت ہے وہ یہ ہے کہ جس طرح آفتاب فلک کی گردش کی وجہ سے طلوع غروب تک فلک کے نصف فوقانی میں رہتا ہے، اسی طرح قمر بھی طلوع سے غروب تک فلک کے نصف فوقانی میں رہتا ہے، اس نصف فوقانی میں جب تک قمر رہتا ہے وہ نظر آسکتا ہے، یہ الگ بات ہے کہ بعض حالات میں، مثلاً اماوس میں یا قرب شمس کے وقت وہ نظر نہیں آسکتا، اور کامل بدر اور کامل گہن کے علاوہ تمام اوضاع میں قمر پر دائرۂ رویت اور دائرۂ نور

کا تقاطع ہوتا ہے۔ لیکن ہلال نہ ہر تقاطع کے حصہ کو کہتے ہیں اور نہ ہلال کی رویت (جس پر ۲۹ کے مہینہ کا شرعاً حکم ہوتا) ہر دن ہوتی، ہر دن جو تقاطع نظر آتا ہے، یا آسکتا ہے، وہ ہلال کے علاوہ دوسری وضع ہے، جسے ہم چاند ہی کہتے ہیں، ورنہ پھر پورے مہینہ کے کسی بھی دن مثلاً ۶/۷/۸/۹ وغیرہ کو بھی رویت ہلال مان کر شرعاً ایک مہینہ کے اختتام اور دوسرے مہینہ کی ابتدا کا حکم دیا جانا صحیح ہو جائے گا، یہاں چوں کہ بحث اس ہلال کی ہے جس پر ایک مہینہ کے اختتام اور دوسرے مہینہ کی ابتدا کا مدار ہے۔ یعنی ۲۹ویں کے ہلال کی، رہا ۳۰ تاریخ تو اس میں ہلال نظر آئے، نہ آئے، اس پر ۳۰ کا مدار نہیں۔ اس لئے ہلال عند الشرع قمر کے اس حصہ تقاطع کا نام ہے، جو امائس کے بعد ۲۹ کی شام کو بعد غروب آفتاب افق غربی پر نظر آنے کے قابل ہوتا ہے، امام احمد رضا کی "تعلیقات علی الزیج الایخانی" میں معرفت وقت رویت الہلال کے تحت ہے "والذی ھو مستعمل فی اکثر الاوقات ان الیوم التاسع و العشرین ماضیا ای من الاجتماع فی وقت غروب الشمس نستخرج فیہ تقویم النیرین" (ص ۱۴۵)

امام احمد رضا "بہادر خانی" کے حاشیہ میں لکھتے ہیں "در دانستن رویت اہلہ روز بست و نہم از ماہ عربی تقویم آفتاب وماہ "الخ، (صفحہ ۱۵۷)

اس تمہید کے بعد ذرا فتویٰ کے الفاظ کو ملاحظہ کریں "اور ہوائی جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو بلندی پر جانے پر ۲۷/۲۸ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائیگا" استفہام انکاری بتاتا ہے کہ حکم نہیں دیا جائے گا، استدلال کا مطلب یہ ہے کہ "بذریعہ ہوائی جہاز اگر چاند نظر آئے تو لازم آئے گا کہ ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے، مگر ۲۷/۲۸ کو چاند کا حکم دینا باطل۔ اس لئے بذریعہ ہوائی جہاز چاند دیکھنا باطل"۔ مگر افسوس کہ فتویٰ نگار نے یہ غور نہیں کیا کہ ان تاریخوں میں (بفرض محال) اگر نظر آسکتا ہے تو چاند نظر آسکتا ہے، ہلال نہیں، اس لئے کہ ہلال تو وہ حصۂ تقاطع ہے، جو ۲۹/ کی شام کو بوقت غروب شمس افق غربی پر نظر آنے کے قابل ہوتا، مہینہ کے آغاز ہونے کے بعد سے ۲۸ تاریخ بلکہ ۲۹ تاریخ کی صبح تک جو نظر آتا، یا آسکتا ہے وہ ہلالی بھی نہیں ہے، وہ تو محض چاند ہے، جس پر حکم شرع نہیں ہوتا، یعنی یہاں مقدم و تالی میں علاقہ لزوم ہی نہیں ہے کہ جس کی وجہ سے یہ کہنا صحیح ہو کہ لازم آتا ہے ۲۷/۲۸ کو بھی چاند کا حکم دیا جائے۔ اس صورت میں حکم نہ دینے کی وجہ یہ نہیں ہے کہ جہاز سے بلندی پر جاکر چاند دیکھا گیا، بلکہ حکم نہ دینے کی وجہ یہ ہے کہ (بفرض محال) اگر ۲۷/۲۸ کو بلندی پر جانے سے نظر آیا تو وہ چاند نظر آیا، ہلال نظر نہیں آیا، اور حکم شرع چاند دیکھنے پر نہیں ہوتا، بلکہ رویت ہلال پر ہوتا ہے۔ یہاں ۲۷/۲۸ کو رویت ہلال ہی نہیں ہوتی، بلکہ دراصل چاند دیکھا گیا، الغرض استدلال میں جو لازم ہے وہ مدار حکم نہیں اور جو مدار حکم ہے وہ لازم نہیں، اس لئے ۲۷/۲۸ کو چاند کا حکم نہیں دیا جائیگا، ورنہ اگر کوئی سطح ارض سے کسی بھی تاریخ کو مثلاً ۶/۷ کو چاند دیکھے تو کیا چاند کا حکم دیا جائے گا، ہرگز نہیں، اس لئے ۶/۷ کو جو دیکھا گیا وہ چاند تھا اور حکم شرع چاند دیکھنے پر نہیں، بلکہ رویت ہلال پر ہوتا ہے۔

اسلئے اگر ۲۷/۲۸ کو چاند کا حکم نہ دیا جائے تو اس سے کہاں لازم آتا ہے کہ ۲۹/ کو بھی حکم نہ دیا جائے، اس لئے کہ ۲۹/ کو خواہ زمین سے ہو، یا ہوائی جہاز سے، بہر حال ہلال دیکھا گیا ہے اور ۲۷/۲۸ کو ہلال نہیں بلکہ چاند ہلال کے علاوہ دوسری وضع میں دیکھا گیا ہے اس لئے دونوں کے حکم میں کوئی علاقہ لزوم نہیں ہے۔ فافترقا۔

ان باتوں سے ایسا معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار ہلال اور چاند کے مابین فرق نہیں جانتے اور نہ ہلال کے دیکھنے کی تاریخ اور نہ اس کی رویت کے وقت سے واقف ہے۔

اس قسم کی بے ربط اور بے سروپا باتیں حضور مفتی اعظم ہند کی طرف منسوب کرنے والے حضرات پر یہ ضروری ہے کہ اس فتویٰ

سے متعلق زیجات، فرمان امام احمد رضا اور معارضات جو کچھ پیش کئے گئے، جب تک ان سب کی صفائی وہ لوگ نہیں پیش کرتے، ہم اپنے موقف پر برقرار ہیں۔

میرا مطبوعہ سابق مضمون اور یہ پیش نگاہ مضمون، دونوں کو پڑھئے تو معلوم ہو جائیگا کہ زیر بحث فتویٰ اور پاکستانی واقعہ فکر دفن اور اعلیٰ حضرت کے کلام سے متعارض ہیں، اس لئے اب (۱) یہ صورت کہ دونوں میں سے زیر بحث فتویٰ صحیح، امام احمد رضا کا قول غلط ہے (۲) امام احمد رضا کا قول صحیح، زیر بحث فتویٰ غلط ہے (۳) زیر بحث فتویٰ کا انتساب غلط ہے، امام کا قول صحیح ہے (۴) نہیں نہیں دونوں صحیح ہے، رفع تعارض صورت ہے۔ ہم نے تیسری صورت اختیار کر لی ہے۔ اگر کوئی اس کے علاوہ کوئی صورت اختیار کرتا ہے تو اس کے ذمہ ہے کہ وہ اپنے قول کی توجیہ کرے۔

زیر بحث فتویٰ میں مذکورہ بالا قباحتوں کے علاوہ ایک بہت بڑی قباحت یہ بھی ہے کہ ۲۸ کو تو اجتماع کی وجہ سے رویت ہلال محال ہے، ۲۷ر میں آفتاب کے غروب سے تقریباً ۴۸ منٹ پہلے ہی چاند ڈوب جاتا ہے، امام احمد رضا نے وفات شریف کے موقع پر جزئیات موامرہ کی جدول جب استخراج فرمایا تو وہاں بھی انہوں نے فرمایا کہ ۲۷ کو عصر کے مستحب وقت ہی میں چاند ڈوب گیا تھا۔ بہر حال چاند ۲۷ کو بوقت غروب آفتاب افق سے ۱۲ درجہ مزید نیچے ہوتا ہے جو ۲۸ کو حالت اجتماع میں آجاتا اور پھر ۲۹ کو قابل رویت ہوتا، اس لئے ۲۷ کو چاند تک نگاہ پہونچنے کے لئے علم مثلث کی روشنی میں سطح ارض سے ۸۰ر۸۵ میل کی بلندی پر جانا ہوگا، اس کے لئے ہلکا سا اشارہ کرنے کے لئے ایک شکل پیش کی جاتی ہے، بغور توجہ فرمائیں۔

۱:- سب سے چھوٹا دائرہ کرہ الارض اس کے اوپر کرۃ البخار اور بڑا اوالادارۂ فلک القمر ہے۔

مقررات :- ج،ا، خط افق غربی اور ج، ب، مرکز عالم سے ۲۷ کو قمر کی دوری دو لاکھ چالیس ہزار میل، ء، و، ب، وہ خط جو بلندی سے سطح ارض کو مس کرتا ہوا چاند تک پہونچتا ہے۔ ج، ء، مرکز عالم سے نقطۂ مماس تک جانے والا نصف قطر ارض چار ہزار میل اور ج، ء، مرکز عالم سے جانب سمت الراس میں اس بلندی کی دوری جہاں سے چاند کو دیکھا جا سکتا ہے، ہ، ء، سطح ارض سے جہاز کی بلندی، ہمیں اسی دوری کو معلوم کرنا ہے۔ یہاں مقصد حاصل کرنے کے ل۶ء دو مثلث کا حل کرنا ضروری ہیف، پہلا مثلث ج، و، ب، اور دوسرا مثلث۔ ء، و، ج۔

دائرہ کا نصف قطر جب دائرہ کو مس کرنے والے خط کے نقطہ تماس تک پہونچتا ہے، تو وہاں اپنے دونوں پہلو پر وہ زاویہ قائمہ بناتا ہے، اس لئے مثلث۔ ج، د، ب، کے تینوں خطوط بشکل عروسی معلوم ہو جائیں گے، اور تینوں ضلع معلوم ہو تو پورا مثلث حل ہو گیا، اور زاویہ۔ و، ج، ب معلوم ہو گیا اور چونکہ ہم کو پہلے ہی سے معلوم ہے کہ زاویہ، ء، ج، ب چاند کے ۱۲ درجہ افق کے نیچے پہونچنے کی وجہ سے ۱۰۲ درجہ ہے، اس لئے زاویہ۔ و، ج، ب، کو جب ہم ان سے تفریق کر لیں گے تو باقی زاویہ۔ ء، ج، و، ۱۲ درجہ باقی رہ گیا، اس لئے دوسرے مثلث کا زاویہ۔ ء، ج، و، ۱۲ درجہ معلوم اور زاویہ۔ ء، و، ج، بوجہ نقطہ تماس ۹۰ درجہ معلوم، اس لئے زاویہ۔ ج، ء، و، ۲۸ درجہ معلوم اور اس کے اتنے حصہ معلوم تو اب مجھے۔ و، ج، معلوم کرنا درج ذیل ضابطہ سے سہل ہو گیا۔

$$\frac{a}{\text{SinA}} = \frac{b}{\text{SinB}} = \frac{c}{\text{SinC}}$$

امام احمد رضا نے اسی ضابطہ کو اس طرح بیان فرمایا ہے "در مثلث سطح مستوی است کہ آں جا نسبت جیب ہر زاویہ بوتر خویش چوں نسبت جیب زاویۂ دیگر بوتر آں است" المعنی المجلی للمغنی المظلی، ص ۴۔ اس لئے اربعہ متناسبہ یوں قائم ہو گیا۔

۱:۹۸ء :ء ج مجہول : ۴۰۰۰ چار ہزار، جس کا نتیجہ یہ

حاصل ہوا کہ ج ء = ۸۲۰۴ میل ہے۔ چوں کہ حساب میں اعشاریہ سے صرف نظر کیا گیا ہے، اس لئے تقریبی جواب یہ ہوا کہ یہ بلندی تقریباً ۸۰ / ۸۵ میل ہے۔

امام احمد رضا فرماتے ہیں "زمین کی ہر طرف کرۂ بخار ہے، جسے عالم نسیم و عالم لیل و نہار بھی کہتے ہیں اور یہ ہر طرف سطح زمین سے ۴۵ میل یا قول اوائل پر ۵۲ میل اونچا ہے"

(فتاویٰ رضویہ جلد دوم، ص ۲۵۹۔)

علامہ شیرازی نے تحفہ میں لکھا ہے "ان کرة الهواء تنقسم الیٰ قسمین احد هما الهواء اللطیف الصافی من الاً بخرة والاً دخنة المتصاعدة من کرتی الارض و الماء و ثانیها الهواء الکشف المخلوط بالا بخرة وشکل هذا الهواء کرة مر کز ها مر کز العالم و یسمی کرة البخار و عالم النسیم یعنی مهب الریاح لأن ما فوقها من الهواء الصافی ساکن و کرة اللیل و النهار، اذهی القابلة للنور و الظلمة دون مافوقها، بحوالہ حاشیہ تصریح، ص ۱۵۴ اور تصریح کی عبارت ہے، حتی یری الشعار المحیط بہ" پر حاشیہ میں ہے وکان الهواء المستضئ بضیاء الشمس ،لکثافة الحاصلة بسبب المجاورة للارض والماء یعنی لاهواء المستضیمن کرة البخار فان الهواء الذی فو قها لا تقبل الاستجاء ة لللطافة الخ۔ (ص ۶۸) اور حاشیہ شرح چمغینی میں ہے اَن ثخن کرة البخار احد و خمسون میلا و تسع و خمسون دقیقة الخ۔ ص ۲۱۔

اور جب حال یہ ہے کہ لیل و نہار کا تحقق صرف ۵۲ میل اوپر ہی تک ہے، اسکے اوپر فقط تصویر ہے، تو کیا پاکستان کے لوگوں نے عالم لیل و نہار سے بھی ۳۰ میل اوپر جا کر ۲۷ کو چاند دیکھا تھا اور ساتھ ہی قارئین کرام کو معلوم ہے کہ ہمالہ کی چوٹی تقریباً ۵ میل اونچی ہے، اس ۵ میل کی اونچائی پر اتنی برف باری اور ٹھنڈک ہوتی ہے کہ بلا کسی تحفظی سامان کے کوہ پیما وہاں تک پہونچ ہی نہیں سکتا، تو ذرا غور فرمایئے کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی سے ۷۷ میل اونچائی پر کیا حال ہوگا؟ یہ تو پاکستانیوں پر تبصرہ تھا، اب اصل فتویٰ کو ملاحظہ کریں کہ اول تو عام ہوائی جہاز کی پرواز عموماً زیادہ سے زیادہ ۲، ۲۲-۱ میل کے اندر ہی ہوتی، اور ۲۷ تاریخ کو رویت کے لئے ۸۲ میل کی بلندی پر جانا ہوگا، جو غیر ممکن ہے اور اگر وہاں پہونچ بھی جائے تو جس طرح چاند سامنے ہو جائے گا، اسی طرح سورج بھی سامنے آجائے گا، کہ وہ چاند سے ۱۲ درجہ پورب ہے، اس لئے آفتابی شعاعوں کی صولت سے چاند کا نظر آنا محال۔ اور اگر بفرض محال نظر آ بھی جائے تو وہ چاند ہوگا، ہلال ہو ہی نہیں سکتا کہ ہلال تو وہ ہے جو بوقت غروب آفتاب ۲۹ کی شام کو افق غربی پر نظر آئے، کما مرمنا۔ یعنی سورج چاند سے پچھم ہو اور یہاں ۲۷ کو خود چاند سورج سے پچھم ہے، اس لئے ہلال کے نظر آنے کا سوال ہی پیدا نہیں ہوتا۔

شروع سے اخیر تک میرا یہ مقالہ پڑھئے اور بار بار پڑھئے تو یہ صاف معلوم ہوتا ہے کہ فتویٰ نگار زیجات کے حسابات سے بے خبر تھے۔ فتاویٰ رضویہ جلد دوازدہم تک اس کی نگاہ نہیں پہونچی۔ جد الممتار کی عبارت سے وہ غافل تھے۔ فتویٰ نگار وضع ہلالی اور غیر ہلالی کا فرق نہیں جانتے، وہ کسی بھی تاریخ کے حصہ تقاطع کو ہلال سمجھتے تھے، ان کو یہ معلوم نہیں تھا کہ ۲۸ کو اجتماع ہوتا ہے، اسے یہ پتہ نہیں تھا کہ ۲۷ کو چاند دیکھنے کے لئے کتنی بلندی پر جانا ہوگا، نہ انکی یہ خبر تھی کہ عالم لیل و نہار کی اونچائی کتنی ہے۔ نہ اس کو یہ خبر تھی کہ ۲۷ کو چاند دیکھنے کے لئے عالم لیل و نہار سے نکل کر دوسرے عالم میں پہونچ کر کرۂ زمہریریہ سے گذر کر دوسرے طبقہ میں پہونچ جانا پڑے گا، جہاں انسان تو کیا، خود ہوائی جہاز بھی ایک منجمد ڈھانچہ میں بدل جائے گا، ان کو یہ پتہ نہیں تھا کہ کوہ ہمالہ کی چوٹی، جو تقریباً ۵ میل بلندی پر ہے، وہاں جب غضب ناک جان لیوا جھکڑ چلتا ہے، تو پھر ۸۲ میل کی اونچائی پر کیا حشر ہوگا، فتویٰ نگار کو یہ پتہ نہیں تھا کہ اگر اتنی بلندی پر افق کے نیچے مجھے

چاند نظر آسکتا ہے تو افق کے نیچے غائب ہونے والا سورج بھی نظر کے سامنے آجائے گا اور آفتابی شعاعوں کی صولت میں چاند کا دیکھنا محال ہو جائیگا، ان کو یہ نہیں تھی کہ ۲۹ تاریخ کو بوقت غروب آفتاب افق غربی پر نظر آنے کے قابل تقاطع کو ہلال کہا جاتا ہے، جس پر امور شرعیہ کا حکم ہوتا ہے، ۲۸/۲۷ تاریخ میں جو تقاطع ہوتا ہے، اگر بفرض محال نظر آجائے تو وہ نہ ہلال ہے اور نہ اس پر حکم شرع کا مدار ہے۔ اس لئے فتویٰ میں یہ کہنا کہ "جہاز اڑا کر چاند دیکھنا شرط ہو تو ۲۸/۲۷ کو بھی نظر آسکتا ہے، تو کیا ۲۸/۲۷ کو بھی چاند دیکھنے کا حکم دیا جائے گا" سراسر بے محل اور لغویات ہے، اس لئے کوئی اس فتویٰ کو مفتی اعظم ہند کی نگارش سمجھتا ہے تو سمجھا کرے، لیکن بندۂ ناچیز یہ کہتا رہے گا کہ کسی شاطر اور زیرک آدمی نے اسے اختراع کر کے پھیلایا ہے۔ العیاذ باللہ۔

سمٹ کر رہ گیا قطرے میں پھر بھی
جو بحر بیکر اں تھا دل میں میرے

یہاں یہ بات بھی قابل توجہ ہے کہ فتویٰ میں حکم دیا گیا کہ چاند سطح زمین، یا ایسی جگہ جو زمین سے ملی ہوئی ہو، وہاں سے دیکھنا چاہئے، ہوائی جہاز سے بلندی پر سے چاند دیکھنا شرعاً غیر معتبر ہے، فتویٰ کا یہ عربی حکم بھی ذہن و فکر میں ہیجان پیدا کرتا ہے کہ جب ہم غور کرتے ہیں تو یہ پاتے ہیں کہ جس طرح پانی ایک جسم اور عنصر ہے، اسی طرح ہوا بھی ایک جسم اور عنصر ہے اور جس طرح پانی زمین سے ملا ہوا ہے، اسی طرح ہوا بھی زمین سے ملی ہوئی ہے اور جس طرح پانی رطب ہے، اسی طرح ہوا بھی رطب ہے جس طرح پانی انسانی بوجھ کو نہیں سہار سکتا، اسی طرح ہوا بھی انسانی بوجھ کو نہیں سہار سکتی، جس طرح بذریعہ واسطہ یعنی حانی جہاز پر بیٹھ کر بحری سفر کیا جاتا، اسی طرح بذریعۂ واسطہ یعنی ہوائی جہاز پر بیٹھ کر فضائی سفر کیا جاتا تو پھر سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سمندر میں دخانی جہاز پر بیٹھ کر اگر رویت ہلال ہو تو معتبر ہے اور فضا میں ہوائی جہاز پر بیٹھ کر رویت ہو تو غیر معتبر۔ جب کہ جس طرح پانی زمین سے ملا ہوا ہے، اسی طرح ہوا بھی زمین سے ملی ہوئی ہے۔ اس لئے فتویٰ میں جو ضابطہ بیان کیا گیا کہ "چاند ایسی جگہ سے دیکھنا چاہئے جو زمین سے ملی ہوئی ہو" یہ بات دونوں جگہ، یا سمندر اور فضا میں کیوں مؤثر نہیں، چاند دیکھنا عبادت مقصودہ نہیں کہ اسے امر تعبدی کہہ کر سوال کو ٹال دیا جائے، یا ردی کے کھاتہ میں ڈال دیا جائے، بلکہ جو حضرات اس فتویٰ کے انتساب کو حق ماننے کے دعویدار ہیں، ان کے لئے ضروری ہے کہ اس کا ماخذ اور جزئیہ پیش کریں اور ساتھ ہی دونوں کے مابین وجہ فرق بیان کر کے دونہ خرط القتاد۔

یاد رہے کہ مفتی اعظم ہند بغیر کسی سند، یا بغیر کسی ماخذ کے ایسا کبھی بھی نہیں فرما سکتے ہیں، ساتھ اس سے یہ بات لازم آتی ہے کہ اگر پانچ میل اوپر یعنی کوہ ہمالہ کی چوٹی سے رویت ہلال معتبر مانا جائیگا، لیکن اگر دس بیس پچاس فٹ اوپر فضا میں ہیلی کاپٹر روک کر رویت ہلال حاصل ہو تو یہ رویت معتبر نہیں۔ ان دونوں صورتوں کے مابین عقلی، یا نقلی توجیہ کرنا ضروری ہے، جس سے فرق واضح ہو جائے۔

عالی جناب ڈاکٹر عبد النعیم عزیزی اپنے ایک مقالہ میں رقم طراز ہیں کہ سب سے پہلے اس فتویٰ کو ہم نے ہندوستان میں پیش کیا، اس کے بعد دوسرے لوگ اپنی تحریروں، یا تقریروں میں پیش کرتے رہے، اس سے ظاہر ہے کہ یہ بات اس کو ظاہر کرتی ہے کہ زیر بحث فتویٰ کی روایت خبر واحد کی سی ہے، اور جب یہ زیر بحث فتویٰ اس قدر نظری ہے تو خبر واحد کی بنیاد پر اس کی ایسی تشہیر قطعاً علم و فضل والے لوگوں کے لئے زیب نہیں دیتی بلکہ خبر واحد پر اعتماد کرنے کے جتنے مقتضیات ہیں، سب کو پورا کرنا ضروری ہے۔

وہ حضرات جو فقط انتساب کے انکار پر ہم اتنا بر ہم ہیں، ان کو چاہئے کہ ماضی کی اس روایت کے متعلق بھی غور کریں کہ سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند نے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق اپنا فتویٰ صادر کیا اور وقت کی عظیم ہستیاں مثلاً حضرت شاہ اجمل صاحب، شیر بیشۂ اہل سنت، حضرت برہان الملۃ حضرت محدث اعظم ہند اس کے علاوہ صدر

العلماء، سید العلماء، شمس العلماء اور دیگر بلند شخصیتوں نے اس فتویٰ کی تائید اور تصدیق فرمائیں۔

لیکن سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی حیات مقدسہ ہی میں ایک ٹولی نے "منظر اسلام" کی چہار دیواری میں بیٹھ کر اس کا رد کیا اور معاذ اللہ استہزا بھی اڑایا، لیکن لوگ سنتے رہے اور تماشائی بن کر خاموش بیٹھے رہے اور آج ہم نے علم و فن اور امام احمد رضا کے فرمان کی وجہ سے فقط انتساب کا انکار کیا تو ہم کو بغاوت کا تمغہ دیا جارہا ہے، جب کہ میرے مضمون کے آخر میں یہ بھی مذکور ہے کہ اس فتویٰ کے بارے میں جو کچھ عرض کیا ہے، وہ سب اپنی فہم ناقص کے مطابق شبہات عرض کئے ہیں، اگر کوئی صاحب تحقیق تلاش و جستجو کر کے ہمارے شبہات کو دور فرمادیں تو میں ان کا بے حد ممنون ہوں گا۔

بفرض غلط اگر اس فتویٰ کا انتساب سیدنا سرکار حضور مفتی اعظم ہند کی طرف دلائل وبراہین سے ثابت ہو جائے تو بہر حال یہ بات یقیناً غلط ہو گی کہ آئندہ ماہ پاکستان میں ہوائی جہاز سے جب بلندی پر گیا تو ۲۷ اور اسی طرح سے ۲۸ کو بھی چاند نظر آیا۔ رہی یہ بات کہ انتساب کی حقیقت پر میرا موقف کیا ہوگا، تو اس کا فقط ایک ہی جواب ہے کہ میرا یہ تطفل ہوگا، جس طرح ساڑھے اڑتالیس درجہ عرض البلد کے متعلق غالباً شامی نے یہ فرمایا کہ "وہاں عشاء کا وقت نہیں ہوتا اور وجہ یہ بتائی کہ چوں کہ وہاں رات صرف تین ہی گھنٹے کی ہوتی ہے، ڈیڑھ گھنٹہ وقت مغرب اور ڈیڑھ گھنٹہ فجر میں تمام ہو جاتا ہے، اس لئے عشاء کا وقت ہوتا ہی نہیں"۔ لیکن امام احمد رضا نے ہیئت کی رو سے حساب کر کے بتایا کہ نہیں ایسا نہیں، وہاں آٹھ گھنٹہ تک کی رات ہے، رہا عشاء کا وقت وہاں کیوں نہیں ہوتا؟ تو وہ اسلئے کہ آفتاب وہاں کے افق سے اٹھارہ درجہ سے زیادہ نیچے جاتا نہیں۔ اسی طرح امام احمد رضا نے تتطفل کہہ کر بہت سے متقدمین کی عبارت میں اپنا موقف ظاہر فرمادیا، اگر ایسا کرنا، جیسے امام نے تطفل فرمایا ہے یہ بغاوت ہے تو معاذ اللہ لازم آئے گا امام احمد رضا نے اپنے اسلاف اور متقدمین سے بہت سی بغاوتیں کی ہیں، العیاذ باللہ۔

مضمون کو ختم کرتے ہوئے اخیر میں، میں ان باتوں کو پیش کرنے جارہا ہوں جس کا اظہار قطعاً نامناسب ہے لیکن حالت کے پیش نظر ان کا اظہار بھی ضروری ہے۔

(۱) جب مفتی افضل حسین صاحب اور ان کے ہم نوائوں نے لاؤڈ اسپیکر سے متعلق مفتی اعظم ہند کے فتویٰ کا رد کیا تو اولاً اس بندۂ ناچیز نے مفتی اعظم ہند کے موقف کی وضاحت کر کے مفتی افضل حسین صاحب وغیرہ کا رد کیا، جسے آج بھی "قول فیصل نامی کتاب میں دیکھا جاسکتا ہے۔

(۲) امام احمد رضا اور الجبر والمقابلہ (۳) امام احمد رضا اور علم جفر (۴) امام احمد رضا کی علم ہندسہ پر نقد و نظر (۵) امام احمد رضا اور علم المساحۃ (۶) امام احمد رضا اور علم التکسیر (۷) امام احمد رضا اور علم لوگارثم (۸) امام احمد رضا اور علم مثلث سطح (۹) امام احمد رضا اور ممثلث کروی (۱۰) امام احمد رضا اور ربع مجیب (۱۱) امام احمد رضا اور اسطرلاب (۱۲) امام احمد رضا اور خلا پیمائی (۱۳) امریکی سمت قبلہ کی بحث میں ہم نے بھی امام احمد رضا کی تصنیف "کشف العلم عن سمت القبلۃ" کا مقام لوگوں کے سامنے پیش کیا (۱۴) مفتی اعظم ہند باعتبار شیخ طریقت آج بھی لوگ بار بار مطالعہ کرتے ہیں (۱۵) ٹی وی کی تحقیق سے بریلی شریف کے دارالافتاء کی حیثیت ہم نے ہی واضح کی ہے (۱۶) مدنی میاں کے شبہات کا ازالہ لکھ کر ہم نے لوگوں کی غلط فہمیاں دور کیں جو آج نوشاد حنفی کے نام سے شائع ہو چکی ہے (۱۷) تصویر سے متعلق مفتی اعظم کے فتویٰ کے خلاف لکھنے والوں کی زبانیں ہم نے بند کیں، اس کے علاوہ دیگر مضامین بھی لکھے، پھر بھی ہم سے غلہ ہے کہ ہم وفادار نہیں۔

رائیگاں کیجئے آپ میری وفا، میرا کیا ہوگا، اٹھ کر چلا جاؤں گا
کل کہیں آپ کو پھر نہ کہنا پڑے اک جبیں چاہیے سنگ در کیلئے

ان مضامین میں فقط ہم نے یہ نہیں لکھا کہ امام احمد رضا ان

علوم وفنون میں ماہر تھے، بلکہ ان کی مہارت کی مثال پیش کر کے نہایت ہی واضح انداز میں اس کی تشریح کی ہے، اہل علم جان سکتے ہیں کہ اس میں مجھے کتنی محنت اٹھانی اور عرق ریزی کرنی پڑی ہوگی، کیا یہ سب کارنامے کو پیش کرنا ایک باغی کا کام ہے، یا وفادار غلام کا، ہم اہل علم کی عدالت سے فیصلہ چاہتے ہیں۔

آج ہندوستان میں "فتاویٰ رضویہ" سے متعلق پروفیسر پچتانند کے نام کے ساتھ بطور استفسار ایک سوال نامہ گردش کر رہا ہے، لیکن اپنی جماعت کے وہ لوگ جو خانوادۂ رضویہ کے سچا، ہمدرد اور وفادار ہونے کے دعویٰ کرتے ہیں، اس سوال نامہ کو چھوتے بھی نہیں، حالانکہ پروفیسر پچتانند کوئی اعتراض نہیں، بلکہ فقط تفہیم وافہام کے طالب ہیں، آخر ایسا کیوں؟ یہ سوال نامہ میرے پاس بھی آیا ہوا ہے اور ہم اس کے حل کے لئے مواد کی فراہمی میں لگے ہوئے تھے کہ اچانک مجھے بغاوت کا تمغہ دیا گیا، اس لئے مجبوراً مجھے اس میدان سے ہٹ جانا پڑا، اے کاش حوصلہ افزائی کے چند الفاظ سے ہی سہی میرے احباب مجھے نوازتے۔

اسی طرح وہ پاکستانی علماء جو اعلیٰ حضرت پر کام کرتے اور کراتے ہیں، جب "اعلیٰ العطایا" فی الاضلاع والروایا" کی طباعت فرمائی تو اس میں اعلیٰ حضرت کے آٹھ فارسی اشعار، جو علم مثلث کردی کہ جملہ مسائل کو کامل طور پر محیط ہیں، علماء کے سامنے برائے حل پیش کر کے فرمایا" جن کا عکس شائع کیا جارہا ہے، ممکن ہے کوئی فن کا ماہر ان پر تحقیق کرنے اور انہیں اردو میں منتقل کر کے ارباب ذوق کو استفادہ کا موقع فراہم کر دے"لیکن آج تک اعلیٰ حضرت کے وفاداروں کو ان کے حل کرنے کی توفیق نہیں ہوئی، اس بندۂ ناچیز نے ان کے حل کرنے کے لئے مبادی و مواد فراہم کر لیا تھا، لیکن جب یہ سامنے آیا کہ مجھے بغاوت کے تمغہ سے نوازا گیا ہے تو پھر ہم نے تمام مبادی و مواد کو دریابرد کر دیا۔

ادارۂ شریعہ دارالعلوم انوار مصطفیٰ

وسط ہند مدھ پردیش کا مشہور شہر رائے پور ہے جسکے اطراف واکناف میں علم دین کی بہت کمی تھی اور پھر دن بہ دن نئے انداز سے سیدھے سادے مسلمانوں کو دام فریب میں لینے کی ناپاک کوششیں پرفریب جماعتوں کی ہو رہی تھی۔ خدا کا شکر کہ اس علاقہ اور مختلف اضلاع میں مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستہ اور غلامان حضور مفتی اعظم ہند علیہ الرحمہ کی کثیر تعداد ہے، جن کے اندر جذبۂ ایمانی بیدار ہے اسی وجہ سے باطل قوتوں کو کامیابی نہ مل سکی، اور پھر عرصۂ دراز سے خانوادۂ اعلیٰ حضرت کے چشم چراغ امین شریعت حضرت علامہ الحاج سبطین رضا خاں کی صدارت میں وسط شہر رائے پور میں ادارۂ شریعہ اہل سنت دارالعلوم انوار مصطفیٰ قوم کے دینی مسائل کو حل کرنے اور علم دین کی خدمت بھرپور انداز میں انجام دے رہا ہے۔ ادارہ میں درجۂ مولوی و حفظ و قرآت کے علاوہ ہندی، انگلش اور کمپیوٹر کا انتظام ہے، قوم کے مخیّر حضرات نے دست تعاون کو بڑھایا تو یہ ادارہ علم دین کی خدمت و مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ میں نمایا کارنامہ انجام دے گا۔

(محمد مقیم القادری ناظم اعلیٰ دارالعلوم انوار مصطفیٰ مودھاپارہ رائے پور)

ضروری اعلان

چند مطبوعہ اشتہار جو درج ذیل ناموں سے ہم نے شائع کرائے ہیں آپ صرف تین روپے کا ڈاک ٹکٹ یا لفافہ بھیج کر حاصل کر سکتے ہیں۔
(۱) اہل حدیث غیر مقلدوں کی گمراہی اور اسکا بین ثبوت (۲) ارشادات اولیائے کاملین بر فرقۂ وہابیہ غیر مقلدین (۳) وہابیوں کی ناپاک دجالی (۴) فرامین مبارکہ بر دّ شیاطین روافظ (۵) مزارات پر حاضری کے آداب اور ضروری تنبیہ (۶) حقیقت بیعت اور شرائط مرشد۔

ملنے کا پتہ: حافظ قاری عبدالرشید رضوی ساکن گلڑیا پوسٹ سکولہ ضلع پیلی بھیت ۲۶۲۰۰۱

غیر مقلدین کے گمراہ کن عقائد کے جوابات

آخری قسط

از : مولانا مفتی ولی محمد رضوی، امام و خطیب جامع مسجد باسنی ضلع ناگور شریف

(۲۳) نماز کی نیت زبان سے بدعت حسنہ ہے، صرف بدعت بدعت کی رٹ لگانا بددین کا مشغلہ ہے، (مفتاح الصلوٰۃ ص ۲۲)

وقال فی البحر الراق عن المنیة انه مستحب وهوا لمختار۔

(۲۴) ولا یقر الموتم خلف الامام ولنا قوله علیه السلام من کان له امام فقراه الامام له قرائة و علیه اجماع الصحابه (ہدایہ جلد اول ص ۱۰۰)

ترجمہ :- مقتدی قرآن نہ پڑھے امام کے پیچھے اور ہمارے آقا علیہ السلام کا ارشاد گرامی ہے جسکے لئے امام ہو تو امام کی قرأت اس کیلئے قرآت ہے اور اس پر صحابہ کرام کا اجماع ہے صحیح حوالہ پیش کرنا مسئلہ صحیح بتانا فقہائے اسلام کی شان ہے باطل باطل کو ثابت کرنے کیلئے جھوٹے حوالے دیتا ہے۔ یہاں پر بھی فریب کاری کی گئی ہے۔

(۲۵) صفت الصلوٰۃ کے بیان میں ہدایہ میں منقول ہے ثم یکبرویرکع پھر تکبیر کہے اور رکوع کرے گا، رفع یدین کیلئے کوئی لفظ ہدایہ میں نہیں ہے تو جھوٹ بول کر اپنی آخرت قوم نجدیہ یہ کیوں خراب کرتیہے کیا خوف قیامت دل سے مطلق نکل چکا ہے۔

(۲۶) باب النوافل ہدایہ جلد اول ص ۱۳۲ پر صاحب ہدایہ علیہ الرحمۃ فرماتے ہیں : واذا فاتته رکعتا الفجر لا یقضیها قبل طلوع الشمس لانه یبقی نفلا مطلقا وهو مکروه بعد الصبح

اور جب فوت ہو گئی فجر کی دو رکعت تو انکی قضا نہ پڑھے سورج طلوع ہونے سے پہلے کیونکہ نفل مطلق باقی رہی اور وہ مکروہ ہے بعد صبح کیا نجدی قوم بالکل اندھی ہو گئی یہ عبارت بالکل نظر نہیں آتی، اور عبارت گڑھتے ہوئے شرم نہیں آئی۔

(۲۷) سنت فجر کے مسائل کے بیان میں صاحب ہدایہ فرماتے ہیں وہابی کو چاہئے کہ انصاف کی آنکھیں کھول کر دیکھیں۔

(جلد اول ص ۱۳۲)

ومن انتهی الی الامام فی صلوٰة الفجر و هولم یصل رکعتی الفجر ان خشی ان تفوته رکعة ویدرك دخل الاخری یصلی رکعتی الفر عند باب السجد ثم یدخل لان امکنه الجمع بین فضیلتین بین فضیلتین وان خشنی فوتها مع الامام باب سجود السهو.

(ہدایہ جلد اول ص ۱۳۶)

اور پائے امام کو نماز فجر میں اور اس سے سنت فجر پڑھی اگر خوف کرے کہ فوت ہو جائے گی رکعت اور دوسری پالیگا۔ تو پڑھے دو سنت مسجد کے دروازے کے پاس پھر داخل ہو کہ دونوں فضیلتوں کو پانا ممکن ہے اگر خوف کرے جماعت کے فوت ہونے کا تو امام کے ساتھ داخل جماعت ہو جائے۔

(۲۸) وہابی کو کچھ نظر نہیں آتا ہم بتاتے ہیں کہ ہدایہ میں کیا ہے ہدایہ سے کینہ بھرا ہے تو بالکل نظر نہیں آتا کہ فقہ حنفی کی مبار کتاب میں کیا موتی چمک رہے ہیں۔ یجد للسهوفی الزیادة والنقصان سجد تین بعد السلام ثم یتشهد ثم یسلم سجدہ کرے گا سہو کا کسی (واجب) کی زیادتی اور کمی میں دو سجدے سلام کے بعد پھر التحیات پڑھیگا پھر سلام کہے گا۔

(۲۹) باب لوتر والنوافل شرح وقایہ (جلد اول ص ۱۷۵)

سن التراویح عشرون رکعة بعد العشا قبل الوتر تراویح۔

سنت طریقہ پر بیس رکعت ہیں عشاء کے بعد وتر سے پہلے اصل صحیح عبارت پیش کرنا اہل حق کا شیوہ ہے گمراہ بدباطن نجدی کو یہ نصیب کہاں۔

(۳۰) باب الجمعۃ میں صاحب شرح وقایہ رحمۃ اللہ صفحہ نمبر ۲۰۱ فرماتے ہیں: اذا خرج الامام حرم الصلوٰۃ والکلام حتی یتم خطبتہ جب امام نکلے تو نماز اور کلام حرام ہو گیا خطبہ کے ختم تک کیا قول ضالہ کی آنکھوں پر وعلی ابصرھم کی پٹی بندھ گئی کہ بالکل بہکی بہکی ہوائی باتیں ہانکتے ہیں جنکے نہ بال ہیں نہ پر"

(۳۱) ایک ہاتھ سے مصافحہ کسی معتمد کتاب سے قول اتفاق ثابت نہیں کر سکتے غلط بناوٹی حوالہ پیش کرنا اب عبدالوہاب کے چیلوں کا کام ہے۔

(۳۲) سلام کرتے وقت حد رکوع تک جھکے تو واقعی ممنوع ہے اس سے کم اباحت میں داخل ہے۔

(۳۳) رفع یدین کی حدیث یقیناً متواتر نہیں جس کتاب کا حوالہ دیا ہے کبھی اس سے ثابت نہیں کر سکتے دعوی کرنا آسان ہے دلیل پیش کرنا ہر ایک کے بس کا روگ نہیں۔

(۳۴) مصافحہ عیدین میں بھی مستحب ہے آج عام صحیح العقیدہ سنی عید کے بعد مصافحہ کرتے ہیں اور ہمارے سرکار کا فرمان گرامی: ماراہ المومنون حسنا فھو عند اللہ حسن جس مباح شے کو عام مسلمان اچھی سمجھیں وہ خدا کے نزدیک بھی اچھا عمل ہے اعمال خیر سے مسلمانوں کو منع کرنا بد مذہبوں کا مشغلہ ہے۔

(۳۵) باب العیدین میں صاحب ہدایہ رحمۃ اللہ علیہ جو امام اعظم ابو حنیفہ رحمۃ اللہ علیہ کے فقہ مبارک کے راوی شیخ محترم ہیں ص ۱۵۳ پر فرماتے ہیں: ویصلی الامام بالناس رکعتین یکبر فی الاولی لا فتتاح و ثلثا بعد ھا ثم یقرا الفاتحۃ ویکبر تکبیر ۃ یر کع بھا ثم یبتدی فی الرکعۃ الثانیۃ باقراۃ ثم یکبر ثلثا بعد ھا ویکبر رابعتہ یر کع بھا اور امام پڑھے گا لوگوں کے ساتھ دو رکعت تکبیر کہے پہلی میں شروع نماز کے لئے تین تکبیر کہیگا اور اسے رکوع کریگا پھر شروع کرے گا دوسری رکعت قرائت سے پھر تکبیر کہے گا اس کے بعد تین اور چوتھی تکبیر کہے گا اور رکوع کریگا کیا کوئی وہابی یہ سمجھ سکتے ہیں کہ شرح وقایہ دینا سے غائب ہو گئی ہے اور کوئی اسے کھول کر نہ پڑے گا اور نہ صحیح مسائل سمجھے گا تو وہ اپنے نفس کو بہت بڑا حصہ کو دیرہا ہے اور صحیح یہ ہے کہ وہ بہت بڑا دھوکہ ہے خدا جب دین لیتا ہے تو عقلیں چھین لیتا ہے سچ کہا بزرگوں نے: دروغ گورا حافظہ نہ باشد۔

سلطان الہند ایک نظر میں

ولادت باسعادت------------------------۱۴ر۵۳۰ھ

ناناد یوں کا حملہ اور اپنے والد کیساتھ بغداد ہجرت=۵۳۰ھ یا ۵۳۸ھ

والدین کا یکے بعد دیگرے انتقال------------۵۴۴ھ یا ۵۴۵ھ

تحصیل علم ظاہری کی تکمیل-------------۵۵۰ھ مطابق ۱۱۵۵ء

حرمین شریفین کے لئے روانگی-----------۵۵۱ھ مطابق ۱۱۵۶ء

بیعت------------------------۵۵۲ھ مطابق ۱۱۵۷ء

غوث اعظم سے پہلی ملاقات-----------۵۵۵ھ مطابق ۱۱۶۰ء

دورۂ کرمان---------------------۵۵۶ھ مطابق ۱۱۶۱ء

ہندوستان کے لئے روانگی------------۵۵۷ھ مطابق ۱۱۴۲ء

ملتان آصلہ ------------۱۰ر محرم الحرام ۵۶۱ھ مطابق ۱۱۶۵ء

خلافت واجازت-----------------۵۶۲ھ مطابق ۱۱۶۷ء

سرستان کا دورہ-----------------۵۷۳ھ مطابق ۱۱۷۸ء

خرقہ پوشی وجانشینی---------------۵۸۲ھ مطابق ۱۱۸۶ء

اجمیر مقدس میں قیام---------------۵۸۶ھ مطابق ۱۱۹۰ء

بروایت دیگر ہندوستان آمد------------۵۸۸ھ مطابق ۱۱۹۲ء

اور ہندوستان کے سلطان اپنی جائے قیام پر پہونچے=۵۸۹ھ مطابق ۱۱۹۳ء

بڑے صاحبزادے "خواجہ فخر الدین" کی ولادت=۵۹۱ھ مطابق ۱۱۹۶ء

آپ سلطان الہند کا وصال پر ملال: --۶ر رجب ۶۲۷ھ یا ۶۳۳ھ

(محمد ہارون خان جامعہ امجدیہ رضویہ گھوسی ضلع مئو)

فضائل سیدۃ النسا حضرت آمنہ اور مقام نسب

محمد عسجد رضا خاں قادری

"آنحضرت ﷺ کے سلسلہ نسب کی ایک ایک کڑی، جس سے آپ ﷺ کا سلسلہ پیدائش مربوط ہے، نجابت و شرافت اور عزت و نیک نامی کا پیکر تھی۔ آپ ﷺ کے سب آباء واجداد یعنی والد، والدہ ماجدہ، نانیاں اور دادیاں نہایت پاکباز، نیک اور باوقار خواتین تھیں۔ آپ ﷺ کے تمام بزرگ شرعی نکاح سے پیدا ہوئے تھے۔ شرافت نسبی آپ کی امتیازی خصوصیت ہے"۔(۱)

"آپ ﷺ کے حسب و نسب اور خاندان کی شرافت و عظمت کی شہادت ابوسفیان جیسے مخالف نے بھی سرعام ہرقل کے دربار شاہی میں دی تھی"۔(۲)

آنحضرت ﷺ کے دادا عبدالمطلب اپنے اسلاف کی طرح بڑی خوبیوں کے مالک تھے۔ وہ جود وسخا اور فیاضی میں سارے عرب میں مشہور تھے۔ بیت اللہ کے زائرین کی خدمت کے لیے ہر وقت سرگرم عمل رہتے، بے کسوں اور مظلوموں کی فریاد رسی اور اعانت میں کبھی سستی نہ کرتے ---- ملت ابراہیمی اختیار کر کے پکے موحد بن گئے تھے ---- وہ مستجاب الدعوات بھی تھے اور الفیاض اور شیبۃ الحمد کے القاب سے مشہور تھے۔(۳)

قرآن کی گواہی :

قرآن حکیم میں ارشاد باری تعالیٰ ہے وَوَالِدٍ وَّ مَا وَلَدَ

اور تمہارے والد (ابراھیم علیہ السلام) کی قسم اور اس کی اولاد کی، کہ تم (اس سلسلہ نسب میں) ہو۔

قرآن حکیم میں اس آیت کا انگلش ترجمہ یوں ہے۔

And by your father and his progency (5)

امام جلال الدین السیوطی نے اس آیت کے تحت لکھا ہے۔

واخرج الفریابی و عبد بن حمید و ابن جوید ابن المنذ ر و ابن ابی حاتم من طریق عکرمہ عن ابن عباس قال :(الوالد الذی یلد)

یعنی وہ والد جن سے آپ ﷺ کی ولادت ہوئی اس میں حضور ﷺ کے سلسلہ نسب کی حضرت آدم علیہ السلام تک گواہی بھی موجود ہے اور سرکار ﷺ کے والد گرامی کی شان بھی موجود ہے۔

طہارت نسب :

بعثت من خیر قرن بنی آدم قرنا فقرنا حتی کنت فی القرن الذی کنت فیہ۔

"میں حضرت آدم کی اولاد میں سب سے بہتر گروہ کی طرف منتقل ہوا یہاں تک کہ اس گروہ میں مبعوث ہوا جس میں اب ہوں"۔

مولانا محمد یٰسین قصوری اپنی کتاب (والدین مصطفیٰ) میں صفحہ ۳۴ پر حضرت عبداللہ بن عباس کی ایک روایت کا حوالہ یوں دیتے ہیں۔

قال رسول اللہ ﷺ ما ولدنی من سفاح الجاہلیۃ شئ ما ولدنی الا نکاح الاسلام۔

خاندانی عظمت و مقام :

حضور اکرم ﷺ نے فرمایا: خبردار اللہ تعالیٰ نے اپنی مخلوق کو پیدا فرمایا پھر اس کے دو گروہ بنائے تو مجھے ان دونوں میں سے بہترین گروہ میں منتقل فرمایا پھر ان کے مختلف قبائل بنائے مجھے ان میں سے بہترین قبیلے میں بنایا، بس میں گھر کے لحاظ سے تم سے بہتر ہوں اور ذات کے اعتبار سے بھی تم سے افضل ہوں۔

شانِ مصطفیٰ ﷺ میں اشعار :

الحافظ شمس الدین بن ناصر الدین الدمشقی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں :

تنقل احمد نوراً عظیما تلا لافی جباہ الساجدینا

احمد ﷺ کا نور عظیم منتقل ہوتا رہا اور سجدہ کرنے والوں کی جبینوں میں چمکتا رہا۔

نقلب فیھم قرناً فقرناً الی ان جاء خیر المرسلینا

ان میں ایک گروہ سے دوسرے گروہ کی طرف منتقل ہوتا رہا یہاں تک کہ وہ افضل رسل بن کر تشریف لائے۔

حفظ الالہ کرامۃ لمحمد آباء ہ الا مجاد صونا لا سمہ

اللہ نے کرامت کو محمد ﷺ کے لئے مخصوص کیا آپ کے آباء بزرگ ترین ہستیاں ہیں آپ کے نام کی برکت سے ان کی آبرو محفوظ رکھی گئی۔

ترکوا السفاح فلم یصبھم عارہ

من آدم حتی ابیہ و امہ

ہر بدی کو چھوڑے رکھا اس کی طرف سے کوئی عار نہ پہنچا آدم سے چلے یہاں تک کہ اپنے والد اور والدہ کے ہاں جلوہ افروز ہوئے۔

خاندانِ نبوت کے ناموں کا مفہوم :

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ تعالیٰ علیہ انتہائی دلکش انداز میں بیان فرماتے ہیں :

حضور ﷺ کے والد ماجد کا نام پاک عبد اللہ رضی اللہ عنہ کہ افضل اسمائے امت ہے ---والدہ ماجدہ کا اسم مبارک آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کہ امن و امان سے مشتق اور ایمان سے ہم اشتقاق ہے۔ جد امجد حضرت عبد المطلب شیبۃ الحمد ،کہ اس پاک ستودہ مصدر سے اطیب و اطہر مشتق محمد و احمد و حامد و محمود و ﷺ کے پیدا ہونے کا اشارہ تھا۔ جدہ ماجدہ فاطمہ بنت عمرو بن عائذ ،اس پاک نام کی خوابی اظہر من الشمس ہے ،حدیث شریف میں حضرت بتول زہرا رضی الہ عنہا کہ وجہ تسمیہ یوں آتی ہے کہ حضور اقدس ﷺ نے فرمایا :اللہ تعالیٰ عزوجل نے اس کا نام فاطمہ اس لئے رکھا کہ اسے اور اس سے عقیدت رکھنے والوں کو نارِ دوزخ سے آزاد فرمائے۔

(سبحان اللہ)

حضور ﷺ کے جد مادری یعنی نانا وہب جس کے معنی عطاو بخشش ان کا قبیلہ بنی زہرا جس کا حاصل چمک و تابش جدۂ مادری یعنی نانی صاحبہ برہ یعنی نیکوکار۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ پورے خاندان اور آپ کے پرورش و تعاون میں حصہ لینے والے ناموں کی تشریح بیان کرنے کے بعد جاندار تبصرہ فرماتے ہیں کہ :

اے چشم انصاف !کیا ہر تعلق ،ہر علاقہ میں ان پاک مبارک ناموں کا اجتماع محض اتفاقی بطور جزاف تھا؟کلا واللہ ،بلکہ عنایت ازلی نے جان جان کر یہ نام رکھے۔ دیکھ دیکھ کر یہ لوگ چنے پھر محلِ غور ہے جو اس نور پاک کو برے نام والوں سے بچائے وہ اسے برے کام والوں میں رکھے گا اور برا کام بھی کونسا معاذ اللہ شرک وکفر حاشا ثم حاشاء الہ اللہ !

دائیاں مسلمان، کھلائیاں مسلمان مگر خاص جن مبارک پیٹوں میں محمد ﷺ نے پاؤں پھیلائے جن طیب مطیب خونوں سے اس نورانی جسم میں ٹکڑے آئے وہ معاذ اللہ چنین حاش للہ کیونکہ گوارہ ہو۔ آپ کا فتویٰ اس پر نجات ہے۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا رحمۃ اللہ علیہ اس کے علاوہ علماء و مجتہدین کا خصوصاً ذکر کرتے ہوئے فرماتے ہیں۔ امام حجۃ الاسلام محمد محمد محمد غزالی و امام اجل امام الحرمین و امام ابن السمعانی و امام کیا ہراسی و امام اجل قاضی ابو بکر باقلانی حتیٰ کہ خود امام مجتہد سیدنا امام شافعی کی نصوص قاہرہ موجود ہیں ،جن سے تمام آباء و امہاتِ اقدس کا ناجی ہونا کالشمس والامس روشن و ثابت ہے۔ بلکہ بالاجماع تمام آئمہ اشاعرہ آئمہ ماترید یہ سے مشائخ بخارا تک سب کا یہی مقتضائے مذہب ہے۔

کما للا یخفی علی من لہ اجا لۃ نظر فی علمی الاصولین.

فضائل حضرت عبد المطلب رضی اللہ عنہ

جب رمضان کا مہینہ آتا تو آپ حرا پہاڑ پر چڑھ جاتے اور پورا مہینہ شہر کے مساکین و فقراء کو کھانا کھلاتے پہاڑ پر اسلئے تشریف لے جاتے کہ لوگوں سے یکسو ہو کر اللہ تعالیٰ کی عظمت و جلال میں غور و فکر کر سکیں۔

فضائل حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ

نام کی وجہ شہرت :

عبد اللہ کا اصل نام عبد الدار تھا۔ اردو دائرہ معارف اسلامیہ کے مطابق آپ کی ولادت ۵۵۴ء میں ہوئی۔ جس سال ان کی طرف سے اونٹ کا فدیہ دیا گیا تھا اس موقع پر عبد المطلب نے کہا تھا کہ یہ عبد اللہ ہے چنانچہ اس کے بعد ان کا یہی نام مشہور ہو گیا۔

ان کی کنیت ابو قشم تھی اور ابو محمد اور ابو احمد بھی کہلاتے تھے

جناب عبد اللہ رضی اللہ عنہ اپنے باپ کے بڑے لاڈلے اور محبوب بیٹے تھے۔ وہ حسن سیرت اور حسن صورت کا بڑا حسین امتزاج تھے۔

نکاح :

آپ کا نکاح بنو زھرہ کی نیک اور پاکباز خاتون حضرت آمنہ بنت وھبہ بن عبد المناف بن زھرہ بن کلاب بن مرہ سے ہوا یہ سلسلہ نسب حضور ﷺ کے دوھیال اور ننھیال میں کلب بن مرہ پر مل جاتا ہے۔

وفات :

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ تقریباً سات ماہ قبل ولادت مصطفیٰ ﷺ وفات پا چکے تھے۔ آپ دار نابغہ میں اس جگہ دفن کئے گئے جو دار الصغریٰ میں داخل ہوتے وقت بائیں سمت واقع ہے۔ (نابغہ بنو عدی بن نجار قبیلہ سے تھا)

وفات پر مرثیہ :

حضرت عبد اللہ رضی اللہ عنہ کی وفات پر سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے مرثیے کے یہ اشعار کہے :

عفا جانب البطحا من آل ہاشم
وجاور لحدا خار جا فی الغما غم

آج وادی بطحا آل ہاشم سے خالی ہو گئی
اور اس نے غماغم کے باہر ایک لحد میں سکونت اختیار کر لی

دعته المنایا دعوة فاجا بہا
وما ترکت فی الناس مثل ابن ہاشم

انہیں موت نے بلایا جسے انہوں نے مان لیا
ان کی موت نے ان جیسا کوئی فرزند لوگوں میں نہیں چھوڑا

عشیة راحوا یحملون سریرہ
تعاورہ اصحابہ فی التزاحم

جس شب کو لوگ ان کا جنازہ لے کر چلے تو ہجوم کی وجہ سے ان کے ساتھیوں کا چلنا مشکل ہو گیا

فان تک غالته المنون وریبہا
فقد کان معطاء کثیر التراحم

اگر چہ موت نے انہیں ہم سے چھین لیا ہے
وہ بے حد فیاض اور بہت نرم دل تھے
لیکن (ان کی یہ یادگار باقی رہیگی)

فضائل سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا

سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کا لقب :

حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا، طہارتِ نفس، شرافتِ نسب، عزت و وجاہت، عفت و عصمت اور پاکبازی میں بے مثال تھیں اور اپنی قوم میں سیدة النساء کے لقب سے مشہور تھیں بقول ابن کثیر وھی یومئذ سیدة نساء قومها۔ بقول الطبری وھی یومئذ افضل امراة من قریش۔

(قریش کی سب سے زیادہ فضیلت تاب اور محترم خاتون تھیں)

حضرت عبد اللہ و آمنہ رضی اللہ عنہما کا نکاح چاہ زمزم کی کھدائی کے دس سال بعد ہوا۔

حضرت آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا اور ولادتِ رحمۃ للعالمین ﷺ:

آنحضرت ﷺ کی ولادت مبارک سے پہلے آپ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا نے عجیب و غریب خواب دیکھے جن سے حضور ﷺ کی عظمت و جلالت پر روشنی پڑتی ہے۔ جب حضور ﷺ شکم مادر میں تھے تو سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے ایک نور دیکھا جو شام کے محلات کو روشن کر رہا تھا یہی نور حضور ﷺ کی ولادت کے وقت انہوں نے فی الواقع بچشم خود ملاحظہ کیا۔

سب سے پہلے حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا نے آپ کو تقریباً سات روز تک دودھ پلایا۔

سیدۃ النساء کا حضور ﷺ کے ساتھ آخری سفرِ مبارک:

جب حضور ﷺ چھ برس کے ہو گئے تو حضور ﷺ کی والدہ ماجدہ نے حضور ﷺ کے دادا کے ننھیال دکھانے کے لئے سفر یثرب (مدینہ) کی تیاری کی۔ ایک اونٹ پر حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا سوار ہوئیں اور دوسرے پر آنحضرت ﷺ اور حضور ﷺ کی خادمہ ام ایمن ---انہوں نے بنو عدی بن النجار کے ہاں دار النابغة میں قیام فرمایا ایک ماہ بعد واپس لوٹیں تو راستے میں بیمار ہو کر مکہ اور مدینہ کے درمیان مقام ابواء پر اپنے معصوم اور پیارے لال ﷺ کو حسرت بھری نگاہوں سے دیکھتے دیکھتے ابدی نیند سو گئیں اور وہیں مدفون ہوئیں۔

وقتِ وصال سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا کی وصیت و پیغام:

اُم سماعہ اسماء بنت ابی رحم اپنی والدہ سے راوی ہیں جسے امام ابو نعیم نے اپنی کتاب دلائل النبوۃ میں بطریق محمد شہاب الزہری بیان کیا کہ وہ حضرت آمنہ کے انتقال کے وقت حاضر تھیں تو حضرت آمنہ رضی اللہ عنہا نے اپنے حسین و جمیل بیٹے کی طرف دیکھا اور کہا:

بارک فیك الله من غلام یا ابن الذی من حومة الحمام

پیارے بیٹے اللہ تعالیٰ تجھے برکتوں سے نوازے اے بیٹے تیرا والد عظیم تھا جو اپنی قوم کا سردار تھا۔

نجابعون الملك المنعام فودی غداة الضرب بالسهام

جس نے مالک الملک کی مدد سے نجات پائی جن کی زندگی بچانے کے لئے بوقت سحر تیروں کا قرعہ ڈالا گیا۔

بما ئته من ابل السوم ان صح ما ابصرت فی المنام

جن کی خاطر سو اونٹ قربان کئے گئے اگر ٹھیک اترا جو کچھ مجھے کو اکب میں نظر آیا۔

فانت مبعوث الی الانام بتعث فی الحل وفی الحرام

تو اللہ تعالیٰ کی طرف سے لوگوں پر نبی بنایا جائے تو اسی دین پر جلال و حرام کا حکم دینا۔

تبعث فی التحقیق والاسلام دین ابیك البر ابراهام

تو جس پر مبعوث ہو گا وہ اسلام ہے جو تیرے نیک باپ ابراہیم کا دین ہے۔

فاالله انهاك عن الاصنام ان لا تواليها مع الاقوام.

میں اللہ تعالیٰ کی قسم دے کر تجھے بتوں سے منع کرتی ہوں کہ قوموں کی ساتھ ان کی دوستی نہ کرنا۔

ثم قالت: کل حیّ میت وکل جدید بال وکل کبیر یفنی وانا میتة و ذکری باق و قد ترکت خیراً و ولدت طهراً ثم ماتت.

"اس کے علاوہ آپ نے ہر چیز کے فانی ہونے اور اپنے ذکر کی بلندی کا تذکرہ کیا کہ اس کی وجہ یہ ہوگی کہ میں نے اپنے لخت جگر کو چھوڑا ہے"۔

اس وصیت میں توحید ردّ شرک کے پیغام اور ملتِ ابراہیم کے دین کا اقرار ایمان کامل کی ہی نشانی ہے اور پھر رسالت محمد مصطفیٰ ﷺ کا واضح اعتراف عظیم تر ہے۔ (سبحان اللہ ثم سبحان اللہ)

وفات سیدہ آمنہ رضی اللہ عنہا پر جنات کا نوحہ:

علامہ زرقانی نے اپنی کتاب میں اس روح پرور نوحہ کا ذکر کیا ہے۔

نبکی الفتاة البرة الامینه ذات الجمال العفة الرزینة

ہم ایک جوان 'نیک اور امین خاتون پر روتے ہیں جو صاحب جمال اور مرقع عفت وحیا ہے۔

زوجة عبد الله والقرینه ام نبی الله ذی السکینه

جو عبداللہ کی زوجہ ہیں اور صاحبِ سکینہ نبی اللہ ﷺ کی ماں ہیں۔

وصاحب المنبر بالمدینه صارت لدی حفرتها رهینة

اور جو مدینہ کے منبر پر جلوہ افروز ہونگے آپ کی قبر ہمارے پاس بنی ہم ان کے مرہون ہیں۔

والدین مصطفیٰ ﷺ کے ایمان کا بیان

(۱) والدین کا زندہ ہونا اور ایمان لانا:

حضرت عائشہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا فرماتی ہیں: نبی پاک ﷺ نے حجون گھاٹی کی طرف پریشانی اور غم کی حالت میں نزول فرمایا۔ حضور ﷺ جتنا اللہ تعالیٰ نے چاہا وہاں کھڑے رہے۔ پھر خوشی خوشی واپس آئے میں نے پوچھا رسول اللہ ﷺ ---اس کی وجہ کیا ہے؟ حضور ﷺ نے جواب دیا: میں نے اپنے پروردگار سے سوال کیا، تو اس نے میری والدہ کو زندہ کیا تو وہ مجھ پر ایمان لائیں۔ پھر اللہ تعالیٰ نے ان کو واپس کر دیا۔

ایک جگہ روایت کو امام سیوطی رحمۃ اللہ علیہ یوں بیان کرتے ہیں: انه ﷺ سئال ربه ان یحی ابویه فاحیا هما فامنابه ثم اماتهما۔

رسول اللہ ﷺ نے اپنے رب تعالیٰ سے سوال کیا کہ آپکے والدین کو زندہ کرے تو اللہ تعالیٰ نے ان دونوں کو زندہ کیا، دونوں حضور ﷺ پر ایمان لائے پھر اللہ تعالیٰ نے انہیں موت دی۔

اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی رحمۃ اللہ علیہ، سید شریف مصری کے حواشی کتاب درّ سے یہ اشعار نقل کرتے ہیں:

آمنت ان ابالنبی وامه احیا هما الحی القدیر الباری

میں ایمان لایا کہ نبی ﷺ کے والد اور والدہ کو ابدی زندہ قادر مطلق خالق عالم نے زندہ کیا۔

حتی لقد شهد له برسالة صدق فذاك کرامة المختار

یہاں تک کہ ان دونوں نے حضور اقدس ﷺ کی پیغمبری کی گواہی دی اے شخص اس معجزے کی تصدیق کر کہ مصطفیٰ ﷺ کے اعزاز کے واسطے ہے۔

وبه الحدیث ومن یقول بضعفه فهو الضعیف عن الحقیقة عار

اور اس باب میں جو حدیث وارد ہوئی جو اسے ضعیف کہے وہ خود ضعیف اور علم حقیقت سے خالی ہے۔

پس ہم سب کو شفاعتِ مصطفیٰ ﷺ کا قائل رہنا چاہئے کیونکہ آپ کی شفاعت نہ صرف اس امت بلکہ پچھلی امتوں کے لئے بھی فائدہ مند ہے چنانچہ اس موقع پر شفاعت کی دلکش تصویر کسی شاعر نے یوں کھینچی ہے۔

کوئی قریب ترازو کوئی لب کوثر — کوئی صراط پر ان کو پکارتا ہوگا
کسی طرف سے صدا آئیگی حضور آئیں — نہیں تو دم غریبوں فیصلہ ہوگا
کوئی کہے گا دوہائی یارسول اللہ ﷺ — تو کوئی تھام کے دامن مچل رہا ہوگا

اعلیٰ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں:

ایک میں کیا مرے عصیاں کی حقیقت کتنی
مجھ سے سو لاکھ کو کافی ہے اشارہ تیرا

ایک اور مقام پر فرماتے ہیں:

ڈر تھا عصیاں کی سزا اب ہوگی یا روز جزا
دی ان ﷺ کی رحمت نے صدا یہ بھی نہیں وہ بھی نہیں

آپ کے ایمان کے خلاف احادیث کی صحیح سمجھ :

حضور ﷺ کے ارشادات کریمانہ کو صحیح طرح پر سمجھنے کیلئے عشق مصطفیٰ ﷺ ہونا انتہائی ضروری ہے اور ساتھ ہی احادیث کی اصل حقیقت صرف وہی کھول سکتے ہیں جو اصول حدیث کے علم سے کلی طور پر واقف ہوں۔ عام طور پر دو احادیث مغضوبین بڑے فخر سے بیان کرنے کی کوشش کرتے ہیں ایک حدیث جو امام مسلم نے حضرت انس رضی اللہ عنہ سے بیان کی ہے کہ ایک شخص نے رسول اللہ ﷺ سے پوچھا میرے والد کہاں ہیں۔ فرمایا آگ میں اور پھر فرمایا کہ میرے اور تمہارے والد آگ میں ہیں اور امام ابو داؤد، حضرت ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے راوی ہیں کہ جب نبی ﷺ نے اپنی والدہ کے لئے مغفرت کی اللہ تعالیٰ سے اجازت چاہی تو اجازت نہ ملی۔ اس بارے میں محدثین نے جو عظیم بحث کی ہے اس کا خلاصہ پیش خدمت ہے کہ :

جس حدیث میں یہ ارشاد نقل کیا گیا کہ تمہارا اور میرا والد آگ میں ہے تو اس روایت پر اتفاق ہی نہیں کیا جا سکتا کیونکہ اس کی سند میں حماد بن سلمۃ عن ثابت عن انس ہیں اور دیگر روایت جس میں معمر کا نام شامل ہے انہوں نے یہاں یہ الفاظ روایت ہی نہیں کئے بلکہ کہا ہے کہ جب کافر مرے تو اسے آگ کی بشارت دو۔ اب دونوں باتوں میں بڑا فرق ہے اور حماد والی سند پر علامہ جلال الدین السیوطی رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ :

فان حمادا تکلم فی حفظه و وقع فی احادیثه مناکیر ذکروا ان ربیه دسها فی کتبه و کان حماد لا یحفظ محدث بها فوهم فیها ومن ثم لم یخرج له البخاری شیئا ولا خرج له مسلم فی الاصول الامن روایته عن ثابت.

مزید فرمایا قال الحاکم فی المدخل : ماخرج مسلم لحماد فی الاصول الا من حدیثه عن ثابت وعقد خرج له فی الشواهد عن طائفة۔

مندرجہ بالا کلام کا خلاصہ یہ ہے کہ حماد کے حفظ پر علماء نے کلام کیا کہ وہ حدیث کا حافظ نہ رہا تھا یعنی اس کا حافظہ خراب تھا اور امام بخاری و مسلم تعلیمات میں بطور شہادت ان کی روایت لائے ہیں نہ کہ دلیل و حجت کے طور پر اور حاکم کا قول یہ ہے کہ امام مسلم رضی اللہ عنہ نے ان کی روایات نہیں لیں۔ سوائے اس ایک حدیث کے۔

اسی حماد بن سلمہ پر علامہ ابن حجر العسقلانی رضی اللہ عنہ نے مقدمہ فتح الباری میں اس کے سوء حفظ کی تصدیق کی ہے۔

اب سوء حفظ سے حدیث پر کیا اثر ہوا یہ ہم اصول سے دیکھتے ہیں۔

سوء الحفظ : ان کان لا زماً. فالشاذ .علی راء ی. او طار ئا فالمختلط.

یعنی یاداشت کی خرابی کبھی کبھار ہو تو حدیث شاذ ہوگی اور اگر حافظہ دائمی کمزور ہو تو حدیث مختلط ہوگی۔

ومتی توبع السئی الحفظ بمعتبر و کذا المستتور والمرسل والمدلس صار حدیثهم حسنا لا لذاته بل بالمجموع.

جب موافقت کیا گیا خراب یاداشت والا راوی، کسی معتبر راوی کے ذریعے اور اسی طرح مستور راوی، اور مرسل حدیث اور مدلس روایت تو ان سب کی حدیثیں حسن ہو جائیں گی مگر بالذات نہیں بلکہ مجموعہ کے اعتبار سے۔

موافقت مجموعہ کے اعتبار سے ہوگی۔ اور اس راوی کے موافقت کسی معتبر راوی کیا، کسی معمولی راوی نے بھی نہ کی، بلکہ یہ روایت کئی دیگر روایات میں موجود ہے لیکن ان الفاظ کے بغیر ہے اور یہ راوی کا وہم ہے حدیث نہ ہوئی۔

------- اے مؤمن ------- دل سے پوچھ --------

بعض لوگ حضرت امام الاعظم ابو حنیفہ نعمان بن ثابت رضی اللہ عنہ کو یہ الزام دیتے ہیں۔ کہ ان کا فتویٰ اس کے خلاف ہے لیکن اس بارے

میں یہ بیان زیادہ قوی ہے کہ ایسا قول امام اعظم رضی اللہ عنہ سے ثابت ہی نہیں اور یہ کہنا امام اعظم رضی اللہ تعالیٰ عنہ پر ایک الزام سے کم نہیں کیونکہ فقہ اکبر کے درست و مستن نسخوں میں یہ الفاظ نہیں ملتے علامہ ابن حجر مکی رضی اللہ عنہ نے فرمایا کہ فقہ اکبر کے حوالے سے یہ عبارت ابو حنیفہ محمد بن یوسف بخاری کی ہے ابو حنیفہ نعمان بن ثابت کی ہرگز نہیں۔

اہل عقل پر دلیل :

جس پتھر پر قدم ابراہیم علیہ السلام پڑے وہ مقام ابراہیم پر محفوظ ہو جائے جس پہاڑ پر سیدہ ہاجرہ نے سعی کی وہ عمل رکن حج قرار پائے جس میں مچھلی کے پیٹ میں حضرت یونس علیہ السلام ٹھہرے رہے اس مچھلی کا پیٹ خوشبو سے معطر ہو جائے۔ مزید یہ کہ زمین میں جہاں نبی اکرم ﷺ کا جسم انور مس ہو وہ عرش و کعبہ سے افضل ہو جیسا کہ مرقاۃ شرح مشکوٰۃ میں ہے اور پھر حضور ﷺ کے گھر سے منبر تک ، جنت کا حصہ بن جائے ---- لیکن جہاں والدہ مصطفیٰ ﷺ سیدہ آمنہ طیبہ طاہرہ رضی اللہ تعالیٰ عنہا کی بات ہو اور ان کی شفقت میں نبوت کے پروان چڑھنے کی بات ہو تو کفر کے فتوے ---- جہاں انبیاء کے قیام کی جگہوں کو اللہ تعالیٰ اپنی نشانیاں قرار دے، وہاں وہ پاکیزہ شکم جس سے نورِ مصطفیٰ ﷺ کا ظہور ہوا سے صاحبِ ایمان نہ ماننا جہالت نہیں تو پھر کیا ہے۔

اے مومن دل ذرا سوچ تو سہی کہ جب روز قیامت محبوب خدا ﷺ شفاعت کا اذن پا کر شفاعت کر رہے ہوں گے۔ رب کائنات غفار الذنوب اپنی تمام نعمتوں کا اپنے اطاعت گزار بندوں پر نچھاور کر رہا ہوگا تو اس روز انبیاء کرام والدین پر کتنے احسانات کیے جائیں گے ۔ شہداء عظام اور حفاظ کرام کے والدین کی تاج پوشی ہو رہی ہوگی۔

ننھے ننھے بچے اپنے والدین کی مغفرت کا وسیلہ بن جائیں گے لیکن کیا صرف والدین مصطفیٰ ﷺ اس سے محروم رہیں گے ؟ معاذ اللہ ہرگز نہیں۔

اے والدین مصطفیٰ ﷺ پر فتویٰ کفر لگانے والو :

تم نے قلب منور واطہر ذاتِ مصطفیٰ ﷺ کو کتنی اذیت دی ہے۔ امام ابن حجر مکی کی روایت کے مطابق :

ما احسن قول الموفقين فى هذه المسئلة الحذر من ذكر هما ينقص فان ذلك قديوزيه ﷺ بخبر الطبرانى لا توذو الاحياء بسبب الاموات ۔

کیا خوب قول ہے بعض علماء کا جنہیں اس مسئلہ پر توقف ہوا کہ دیکھ والدین کریمین کو نقص کے ساتھ ذکر کرنے سے بچ کہ حضور ﷺ کو ایذا ہوگی کیونکہ طبرانی میں فرمایا مردوں کو برا کہہ کر زندوں کو تکلیف مت دو۔

عقیدہ اہل سنت کے مواقف تو سرکار ﷺ حیاتِ حقیقی ، دائمی اور ابدی کے ساتھ متصف ہوئے اور اُمت کے حال پر نگہبان و شاہد ہیں ان سے بے خبر کیسے ہو سکتے ہیں پھر قرآن نے کہا : "جو لوگ اللہ تعالیٰ اور رسول ﷺ کو تکلیف دیتے ہیں ان کے لئے دردناک عذاب ہے" (۳۴)

اس لئے والدین کریمین پر بد گمان و عقیدہ ایسے لوگوں پر عذاب جہنم کی نوید پر کافی ہوگا۔ کسی نے مسلم کی روایت سے استدلال کرنے کی کوشش کی کہ حضور ﷺ کو زیارت قبر کی اجازت ملی تھی نہ کہ ان کے لئے مغفرت کے طلب کرنے کی۔ اور اس پر گمان بد یہ کیا کہ اُم مصطفیٰ ﷺ مومنہ نہ تھیں (معاذ اللہ)

ذیل میں ذرا تفصیل کے ساتھ ہم منکرین کا پوسٹ مارٹم کر رہے ہیں۔

اولاً : یہ کج فہمی، بد ظنی اور جہالت اس حقیقت کو کیسے پائے کہ جہاں رب العزت نے مشرکین کی طلب مغفرت سے منع فرمایا اور ان کی قبروں پر جانے سے منع کیا۔

قرآن حکیم میں ارشاد ہوتا ہے : آپ ﷺ کسی کافر کے مرنے پر اس کی نماز جنازہ پڑھیں اور نہ قبر پر کھڑے ہوں۔

تو وہاں قبر پر کھڑے ہونے کو بھی منع لکھا ہے پھر اجازت دینا کسی خاص عمل پر دال ہے کہ یہ اجازت مومنہ کے لئے ہی ہوئی اور مغفرت ودعا کی کیا ضرورت تھی۔ کہ جاہل وبد نصیب اس بات کو سمجھ لیتے کہ یہ بد عقیدگی ان کی ذاتی کج روی سے پیدا ہوئی ورنہ مغفرت تو گناہ گار کے لئے طلب کی جاتی ہے ورنہ کل کو یہی کہتے پھریں گے کہ والدین کریمین خطار کار تھے (نعوذ باللہ) اس لئے نبی دعائیں مانگتے رہے اس لئے رب العزت نے فیصلہ فرما دیا کہ یہ مومن ہیں ان کی طرف معصیت کا گمان نہ کرنا۔

ثانیا: یہ کہ ان تک کسی رسول کی دعوت نہ پہنچی ہو اور وہ زمانہ فطرت میں ہوں تو وہ مکلف نہ ہونگے اس لئے استغفار کی ضرورت نہیں جس طرح بچوں کی نماز جنازہ میں دعائے مغفرت کے بجائے انہیں اپنی مغفرت کا وسیلہ بنایا جاتا ہے۔

ثالثا: یہ کہ جس مبارک ماں کے شکم اطہر میں جلوہ گر رہ کر حضور ﷺ نے تمام عالمین کو جلوہ نور و رحمت کیا ہو وہ جہنم میں کیوں جائیگا۔

اربعاً: یہ کہ وہ پیغمبر ﷺ جو اپنی اُمت میں صحابہ کرام کو جنت تقسیم فرما رہے ہوں۔ ابو بکر فی الجنة، عمر فی الجنة، عثمان فی الجنة، علی فی الجنة وہ اپنے والدین کے بارے میں ہر گز بے خبر نہیں ہیں کہ انہیں کیسا عظیم مقام مل چکا ہے۔

خامساً: اور پھر کفار میں سے ابو لہب کا حضور ﷺ کے یوم ولادت پیر کے دن عذاب میں تخفیف ہونا اور ابو طالب کے بارے میں یہ فرمانا کہ میں نے انہیں آگ میں سراپا ڈوبا ہوا پایا تو ٹخنوں تک کھینچ لیا۔ یہ روایت صحیحین میں موجود ہے۔

یہ کرم سرکار ﷺ عام کرتے ہیں تو پھر اپنے والدین پر کیوں نہ رحمتوں و شفقت کا انعام کیا ہوگا۔

اسلامی معلومات کا خزانہ

۱) انسان چاہے چھوٹا ہو یا بڑا انہیں جنت میں پینتیس سال کا نوجوان بنا کر داخل کیا جائیگا اس پر کبھی اضافہ نہ ہوگا اسی طرح اہل نار دوزخ میں پینتیس سال کے ہونگے یعنی جنت میں انسان ایک عمر کے ہونگے لیکن حوریں تو یہ عمر میں مختلف ہونگی کہ ان میں جنتیوں کی خواہشات کا لحاظ رکھا جائیگا۔

(۲) جنت میں کسی کی داڑھی نہ ہوگی سوائے آدم علیہ السلام کے کہ آپ کی ہوگی۔

(۳) مومن جب بھی بیوی کی خواہش کریگا تو اسے کنواری ہی پائے گا

(۴) مومن جب جنت میں بچہ کا خواہش مند ہوگا تو ایک ساعت میں حمل بھی رہ لیگا اور بچہ کی ولادت بھی ہو جائے گی۔

(۵) قبر میں سوالات عربی میں ہی ہونگے اور ہر مومن عربی میں ہی جواب دیگا اگرچہ انہیں دنیا میں عربی تعلیم حاصل نہیں تھی۔

(۶) حضرت ملک الموت علیہ السلام جمیع حیوانات کی روحیں قبض کریں گے۔

(۷) ہر بندے کو اسی طرح اٹھائیگا جیسا وہ مرا تھا۔ اگر اذان دینے والا تھا تو وہ اپنی قبر سے اذان دیتے ہوئے نکلے گا۔

(۸) مومن اور کافر اپنی اپنی دنیاوی صورتوں میں جنت و دوزخ میں رہیں گے یہاں تک کہ ان کی زندگی میں جو بال ناخون اور ختنے میں جو چمڑے الگ کئے ہیں وہ بھی لوٹا دئے جائیں گے۔

(۹) جنہوں نے سوبار سورۂ اخلاص پڑھی اللہ انکے پچاس سال کے گناہ معاف فرما دیتا ہے ہر مردے سے منکر نکیر کے سوالات ہوتے ہیں چاہیں لوگوں نے اسے دفن کیا ہو یا نہ کیا ہو۔

(۱۰) احادیث و آثار میں وارد ہے کہ فرشتے بھی نماز پڑھتے ہیں کچھ تو آسمان میں ہم ہی لوگوں جیسی اذان دیتے ہیں اور نماز پڑھتے ہیں اور کچھ فرشتے زمین میں آکر ہماری عصر و فجر کی نمازوں میں حاضر ہوتے ہیں اور ہمارے ساتھ مسجدوں میں نمازیں ادا کرتے ہیں۔

(۱۱) حضور رحمت دو عالم ﷺ کی شہادت و سطی سے بڑی تھی اور وسطی بڑی تھی بنصر سے اور بنصر بڑی تھی خنصر سے۔

(۱۲) قبر اسی امت محمدیہ کی ساتھ خاص ہے۔

(۱۳) گھروں میں رہنے والے سانپوں کو تین بار ڈرانے کے بعد مارنا چاہئے۔

(۱۴) جو عورت یکے بادیگرے کئی مردوں کی زوجہ بنی ہو تو وہ عورت جنت میں اس مرد کے ساتھ رہے گی جس کا اخلاق ان سب میں اچھا ہوگا۔

(ماخوذ۔از فتاویٰ حدیثیہ)

(از: محمد عرفان الحق متعلم جامعہ نوریہ رضویہ باقر گنج بریلی شریف)

سفر نامہ ---------- مولانا ابوالحسن علی رضوی قادری لنگم پیٹ نظام آباد

جانشین حضور مفتی اعظم ہند کا دورۂ حیدر آباد چند جھلکیاں اور تاثرات

۱۹ ستمبر ۱۹۹۹ کی صبح حیدر آباد اور اطراف میں مسرت و شادمانی کی صبح تھی یوں تو ۱۵ دن پہلے ہی یہاں شائع ہونے والے روزناموں میں یہ خبر گرم تھی کہ گل گلزار رضویت آبروئے اہل سنت حضور مفتی اعظم ہند حضرت علامہ مفتی محمد اختر رضا خان ازہری قادری حیدر آباد تشریف لا رہے ہیں ۱۰ ستمبر سے باضابطہ مختلف تنظیموں اور تحریکوں کی جانب سے خیر مقدمی بیانات واشتہارات شائع ہوئے بالخصوص انجمن محبان رضا حیدر آباد اراکین دار العلوم فیض رضا حیدر آباد جامع غوثیہ رضویہ لنگم پیٹ نے تشہیر کے لئے پرنٹ میڈیا کا بجا طور پر استعمال کیا۔ رضا اکیڈمی نائی گاؤں نے تشہیر کا پورا حق ادا کیا حضرت کی آمد سے پہلے ہی قاری مبشر صاحب رضوی نے ۱۸ ستمبر کو روزنامہ رہنمائے دکھن میں حضرت کا تعارفی خاکہ تحریر کیا۔ ۱۹ ستمبر کے روزنامہ منصف، رہنمائے دکن سیاست اور عوام میں مختلف تنظیموں کی طرف سے خیر مقدمی بیانات واشتہارات شائع ہوئے صبح سے ہی بیگم پیٹ ایر پورٹ پر اضلاع سے وفود کی آمد شروع ہو گئی۔ جن لوگوں تک یہ اطلاع پہونچی کہ حضرت صبح کی فلائٹ سے تشریف لا رہے ہیں وہ رات کے پچھلے پہر ہی گھروں سے نکل پڑے اضلاع ،ورنگل، کریم نگر، نظام آباد، دل آباد، میدک، ناند، پربھنی، ہبلی، محبوب نگر سے کاروں، جیپوں اور موٹر سائکلوں کا تانتا بن گیا شام کے ٦ بجے تک بیگم پیٹ ایر پورٹ پہونچنے والی کاروں اور جیپوں کی تعداد ۱۰۰ سے تجاوز کر گئی۔ دہلی سے آنے والی فلائٹ ۳۰ منٹ تاخیر سے پرواز کر رہی تھی ایر پورٹ کے اندر اور باہر مسلمانوں کا ایک جم غفیر اپنے رہنما کی ایک جھلک کے لئے بے تاب تھا سیکڑوں کی تعداد میں لوگ ایر پورٹ کے ویٹنگ لاونج میں دورویا صف باندھے کھڑے تھے حکام نے نہایت مستعدی سے بے تاب مجمع پر قابو پایا۔

ٹھیک ۷ بجے شام انتظار کی گھڑیاں ختم ہوئی شہزادۂ اعلیٰ حضرت کے طیارے کی لینڈنگ کا اعلان ہوا اور پورا طیران گاہ نعرۂ تکبیر ورسالت کی پر ہیبت آواز سے گونج اٹھا ایر پورٹ کا عملہ یہ سوچ کر حیران تھا کہ آخر کس عظیم و جلیل شخصیت کی آمد ہے اور پھر گل گلزار رضویت کے رخ زیبا پر نظر پڑتے ہی خوشی و مسرت کی ایک لہر سی دوڑ گئی انتظامیہ نے وی۔ آئی۔ پی لانج میں نماز مغرب کا انتظام کیا۔ اور صرف ۵ آدمی کو اندر آنے کی اجازت دی۔ جناب حاجی توفیق احمد رضوی صدر رضا اکیڈمی نائی گاؤں، مولانا حسان فاروقی نگراں سنی دعوت اسلامی حیدر آباد، جناب حبیب بھائی کلا تھ مرچینٹ، جناب امین بھائی میمن اور راقم الحروف ہم مہینوں کی پیاسی نگاہوں کو سیراب کر رہے تھے۔ بریلی شریف میں حضرت کے ساتھ گزارے ہوئے قیمتی لمحات یاد آنے لگے جب مختصر سی صف بن گئی تو حضرت نے خود ہی اقامت کہی اور فرمایا میں نے عصر نہیں پڑھی ہے میں جب دہلی سے چلا تو وہاں عصر کا وقت شروع نہیں ہوا تھا میں پہلے عصر پڑھوں گا میں نے قریب کھڑے افراد سے کہا کہ حضرت صاحب ترتیب ہیں اور مسئلہ یہ ہے کہ صاحب ترتیب اپنی پچھلی نماز ادا کرنے کے بعد ہی اس وقت کی نماز پڑھے اگر وقت میں گنجائش ہو اور یاد ہو۔ پابندی احکام شریعت کا یہ منظر وابستگان سلسلہ عالیہ قادریہ رضویہ کے لئے نیا نہیں ہم نے بچپن سے اب تک یہی دلوں کو چھو لینے والے بے ریا مناظر دیکھے ہیں۔ قدم قدم پر احکام مصطفیٰ ﷺ کا التزام نہ صرف خود بلکہ اپنے سامنے احکام مصطفیٰ کے خلاف واز ضی برداشت بھی نہیں کی جاتی اور یہی اتباع شریعت حق گوئی و بے باکی شہزادگان اعلیٰ حضرت کو دوسرے سے ممتاز

کرتی ہے۔ نماز مغرب کے بعد مختصر سی گل پوشی ہوئی اور حضرت وی۔ آئی۔ پی لانچ سے باہر تشریف لائے ایر پورٹ کے عہدیداران یکے بعد دیگرے نہایت مودب انداز میں آتے رہے اور دست بوسی و قدم بوسی کی سعادت حاصل کرتے رہے کچھ غیر مسلم خواتین بھی پیر چھونے آگے بڑھیں ہم نے انہیں سختی سے روکا اور وہ پیچھے ہٹ گئیں اب حضرت کو کار تک لے جانے کیلئے عملہ متحرک ہو گیا وہاں متعین پولس نے حلقہ بنالیا اور سامنے کی بھیڑ ہٹاتے ہوئے راستہ بنانے لگے پروانوں کا شمع بزم ولایت پر نثار ہونے کے منظر دید تھا۔ شہزادۂ اعلیٰ حضرت زندہ باد جانشین مفتی اعظم زندہ باد مسلک اعلیٰ حضرت زندہ باد کے نعروں سے ایر پورٹ گونج رہا تھا شہر کے مختلف راستوں سے کاروں کا قافلہ گزرتا رہا اور لوگوں کو دعوت نظارہ دیتا رہا حضرت کو عارضی قیام گاہ چھتہ بازار امین بھائی میمن کے گھر لایا گیا اور کارواں کے جلوس کو نہایت حکمت عملی سے چار مینار کے دامن میں واقع نایاب فنکشن ہال کی طرف موڑا گیا مزاج کی ناسازی کی وجہ سے فوری ڈاکٹر کو بلایا گیا اس نے چیک اپ کے بعد اطمینان کا اظہار کیا دکن نیوز کے پریس رپوٹر کافی دیر سے ملاقات کے لئے منتظر کھڑے تھے بھیڑ کو ہٹاتے ہوئے میں یہ کہہ کر پریس رپوٹر کو لے گیا کہ سلام کرنے حاضر ہوئے ہیں حضرت نے فرمایا سلام ہی کرلیں میں کوئی انٹرویو نہیں دوں گا حیدر آباد کے عوام کے لئے یہ سادگی انوکھی تھی یہاں تو اخبارات میں انٹریو چھپوانا بڑی بات سمجھی جاتی ہے۔ پریس رپورٹر کے بہت اصرار پر چند کلمات فرمائے میں یہاں کے لوگوں کو مسلک اعلیٰ حضرت سے وابستہ پاکر خوش ہوا مجھے یہ دیکھ کر مسرت ہو رہی ہے کہ یہاں اعلیٰ حضرت کے چاہنے والے کافی تعداد میں ہیں ان کے لئے میرا پیغام یہ ہے کہ متحد و متفق رہیں اور مسلک اعلیٰ حضرت پر قائم رہیں میں انکے نظم وضبط سے بھی خوش ہوا (۲۰ ستمبر کے روزناموں میں شہزادۂ اعلیٰ حضرت کا پیغام جلی سرخیوں میں شائع ہوا) پریس رپورٹر کے جانے کے بعد لوگ جوق در جوق داخل سلسلئہ عالیہ ہوئے

۔ ادھر نایاب فنکشن ہال اور اعظم فنکشن ہال میں تل رکھنے کی جگہ نہیں تھی۔ لوگوں کا ازدحام قابو سے باہر ہو رہا تھا ہر نظر مشتاق دیدار دلوں میں عقیدت کے پھول سجائے اپنے رہنما پر نچھاور کرنے کے منتظر شہ نشیں پر علماء و مشائخ اور دانشوروں کی کثیر تعداد بار بار ناظم اسٹیج کے تسلی بھرے کلمات کچھ ہی لمحوں میں تشریف لا رہے ہیں بس پہونچنے ہی والے ہیں عوام الناس شہ نشیں پر جن چہروں کا دیدار کر رہے تھے ان میں قابل ذکر صدر حضرت مولانا سید صدیق حسینی سجادہ نشین درگاہ حضرت محبوب اللہ شاہ قاضی پورہ مہمان خصوصی حضرت مولانا سید شاہ قاسم حسینی سجادہ نشین حضرت شیخ الاسلام قادری چمن حیدر آباد، حافظ و قاری عبد اللہ قریشی ازہری، نائب شیخ الجامعہ نظامیہ خطیب مکہ مسجد حیدر آباد، شہباز دکن مولانا قاری مجیب علی رضوی، مولانا قمر احمد اشرفی، مولانا حسان فاروقی، مولانا سید عزیز اللہ قادری استاذ جامعہ نظامیہ، مولانا مفتی امین گلبرگہ، مولانا مستان علی ناظم جامعۃ المومنات، مولانا ابو الکلام کریم نگر، مولانا تراب الدین نانڈیرے اور انکے علاوہ سیکڑوں قابل احترام مقتدر شخصیات مدارس و مساجد کے ذمہ داران، تنظیم و تحریکوں کے بانیان عہدہ داران و اراکین مصنفین و مدرسین، ادباء و شعرا شہ نشین پر تشریف فرما تھے۔ اچانک مجمع میں کھلبلی مچی حضرت کی آمد کا اعلان ہوا عقیدت مندوں کا ریلا شہ نشین کی طرف لپکا لیکن امن کی پیش بندی کرتے ہوئے نوجوانوں کا ایک حصار گیٹ سے اسٹیج تک بنا دیا گیا۔ شور و ہنگامہ، جذبۂ محبت خلوص و عقیدت کے جلو میں حضرت کو اسٹیج تک لایا گیا چند منٹوں کے بعد مجمع ساقت ہو گیا گلبرگہ سے آئے ہوئے ایک شاعر نے حضرت کی شان میں منقبت پڑھی اور پھر شہباز دکن مولانا مجیب علی رضوی نے اپنے انداز میں حضرت کا تعارف کرایا جو میری نظر میں ناکافی اور ادھورا تھا شہزادۂ اعلیٰ حضرت اپنا تعارف خود ہیں ان پر سرکار دو جہاں علیہ التحیۃ والثنا اور ان کے آبائے کرام کا ایسا کرم ہے جسے کوئی سمجھا نہیں سکتا ان کے حاسدین انہیں جتنا دبا رہے ہیں وہ اس

سے کہیں زیادہ تیزی سے ابھر رہے ہیں انکو یہ مقبولیت ان کے آبائے کرام کے نگاہ کرم سے حاصل ہے۔ حاسدین غیض و غضب میں جل کر مر جائیں فیضان کرم کی بنیاد پر ملی ہوئی ترقی کو کوئی زوال نہیں ہے معاندین جلیں کڑھیں تڑپیں تلملائیں انکے ذمہ انکے آبائے کرام کا چھوڑا ہوا جو کام ہے وہ پورا ہو کر رہے گا حیدر آباد کے حضرات مزاج شناس ہیں اور نہ انہیں قربت میسر ہے اسکے باوجود انہوں نے جس خلوص و محبت کا مظاہرہ کیا یہ حضرت کی مقناطیسی شخصیت کا اثر سحر افروز ہے۔ کرسی لائی گئی حضرت نے فرمایا میں سادات کے سامنے کرسی پر نہیں بیٹھوں گا انکا یہ فرمان معاندین کے لئے ایک تعزیانہ ثابت ہوا جنہوں نے یہ ہوا اڑا رکھی تھی کہ خاندان اعلیٰ حضرت سادات کرام کا مخالف ہو گیا اور پھر خطبہ مسنونہ کے بعد سورۂ فاتحہ کی آخری تین آیات کی تلاوت فرمائی اور اسکی تفصیل میں اعلیٰ حضرت کے تین اشعار یہ کہتے ہوئے ترنم میں پڑھے کہ محب گرامی مولانا عبد اللہ ازہری صاحب نائب شیخ الجامعہ کی خواہش ہے کہ میں اشعار ترنم میں پڑھوں قارئین پر واضح رہے کہ مولانا عبد اللہ ازہری صاحب خطیب مکہ مسجد حیدر آباد جامعہ ازہر مصر میں حضرت کے ہمراہ رہ چکے ہیں یہ رفاقت پانچ سال تک رہی ہے۔

اپنے پینتالیس منٹ کے کلیدی خطاب میں حضرت نے زیادہ زور اس بات پر دیا کہ اعلیٰ حضرت کا مسلک ہی چاریار کا مسلک ہے خلفاء راشدین چار، ائمہ شریعت چار، راہ طریق چار، اعلیٰ حضرت کا مسلک ان سے الگ نہیں ہے کچھ گوشوں سے بار بار یہ جھوٹ دھرایا جارہا تھا کہ اعلیٰ حضرت نے اپنا الگ مسلک بنالیا ہے اور خاندان اعلیٰ حضرت سادات کا مخالف ہو گیا ہے اعلیٰ حضرت کے علمی وارث نے اپنے خطاب میں ان الزامات کی خوب خبر لی مخالفین تڑپتے سسکتے رہے اور رضا کا خنجر خوں خوار برق بار چلتا رہا۔ حیدر آباد اور اطراف میں سرگرم علماء اہل سنت انجمن محبان رضا اکیڈمی اور دوسری تمام تحریکات کی زبردست نظریاتی تائید ہوئی اختتام تقریر کے بعد تقریباً دو ہزار خوش نصیب سلسلۂ عالیہ قادریہ رضویہ میں داخل ہوئے انتظامیہ نے سو میٹر کپڑا پہلے ہی فراہم کر لیا تھا جن کو کپڑا نہ مل سکا وہ کپڑا پکڑنے والے کی پشت پر ہاتھ رکھ کر غلامان رضا میں شامل ہونے کا اقرار کر رہا تھا۔ یہ منظر نہایت پر کیف تھا ہماری آنکھوں میں خوشی کے آنسو تھے حضور شہزادۂ اعلیٰ حضرت کی شخصیت کا رعب چھایا ہوا تھا۔ دشمنان رضا انگلیاں چبا رہے تھے اور حق سر چڑھ کے بول رہا تھا۔ دعاء کے بعد مصافحہ و قدم بوسی کے لئے پروانوں کا ہجوم چراغ ولایت پر نثار ہونے کو بے قرار تھا۔ سنی دعوت اسلامی کے نوجوانان اور محبان رضا کے اراکین قابل صد مبارکباد ہیں کہ انہوں نے حضرت کو تکلیف نہیں ہونے دی۔ شہ نشین سے کار تک دورویا نوجوانوں کا حلقہ بنالیا اور بے قرار مجمع کو اپنے بازوؤں پر روکتے ہوئے حضرت کو کار تک لے گئے جناب شعیب بھائی رضوی کے ہال ملک پیٹ میں عشائیہ اور قیام کا انتظام تھا پھر بھی ستمبر کو مسجد آل رسول کا سنگ بنیاد حضرت کے ہاتھوں رکھا گیا۔ ظہرانہ جناب آصف بھائی تاجر پارچہ کے گھر تناول فرمایا شام ساڑھے چار بجے کی فلائٹ سے واپسی ہوئی۔ ۲۰، ۲۱، ۲۲، ۲۳ ستمبر تک تمام روزناموں میں قیام سرگرمی اور روانگی کی رپورٹیں جلی سرخیوں میں آتی رہیں مختصر سے دورۂ حیدر آباد کو اس حیثیت سے کافی اہمیت حاصل ہے کہ بہتیروں کی بدگمانی دور ہوئی بو جہل اذہان صاف ہوئے۔ غلامان رضا کی تعداد کا انداز ہوا ہزاروں افراد داخل سلسلۂ عالیہ ہوئے۔ ہم اپنے مقاصد میں بجہ طور پر کامیاب نہیں ہو سکے معززین علماء کی میٹنگ اور دینی اداروں کا دورہ بھی منصوبوں میں شامل تھا جو وقت کی قلت کی وجہ سے نہیں ہو سکا پروردگار عالم اپنے حبیب کے صدقہ حضرت کا سایہ ہمارے سروں پر تادیر قائم رکھے آمین۔

جہاں نما

آٹھ طلبہ جامعہ ازہر روانہ

عمائدین اشرفیہ ،بانی جامعہ علامہ ارشد القادری اور ناشر العلوم حضرت شیخ ابو بکر بن احمد قادری ملباری کی سرپرستی میں آج یکم اکتوبر کو آٹھ طلبہ کی دوسری کھیپ جامعہ ازہر قاہرہ (مصر) کے لئے روانہ ہوگئی مصری سفارت خانہ دہلی کے ذریعہ جو سہولتیں انہیں حکومتی طور پر ملی ہیں وہ یہ ہیں :

آمد و رفت کا ہوائی ٹکٹ ،ہاسٹل اور خورد و نوش کی سہولتیں ماہوار اسکالرشپ۔

یہ ساری سہولتیں انہیں تین سال کے لئے ہیں،اہل سنت کے سارے مدارس میں یہ اعزاز صرف جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء کو ہندوستان میں حاصل ہیں ملک کے سنی طلبہ کو چاہئے کہ وہ ان سہولتوں سے فیضیاب ہونے کے لئے اس پتہ پر داخلہ کے لئے درخواست ارسال کریں۔داخل ہونے والوں کو ناشتہ، خورد و نوش ،پانچ سو روپیہ ماہوار وظیفہ پیش کیا جائیگا۔جامعہ ازہر کے بارے میں یہ بتانے کی ضرورت نہیں ہے کہ وہ دینی و دنیاوی علوم و فنون کا دنیا کا سب سے قدیم اور سب سے عظیم ادارہ ہے۔پتہ : پرنسپل جامعہ حضرت نظام الدین اولیاء گلی نمبر ۲۲ ذاکر نگر نئی دہلی ۲۵۔

فضل حق اکیڈمی پرتاول چوک

پرتاول ضلع مہراج گنج میں مجاہد آزادی حوریت ہند کے داعی اول علامہ فضل حق خیر آبادی علیہ الرحمۃ والرضوان کے نام سے منسوب فضل حق اکیڈمی کا قیام وافتتاح ۲۲ر ستمبر کو عمل میں آچکا ہے افتتائی تقریب کی نوید مصرت نخش سنکر قرب و جوار کے فرزندانے توحید اور علماء و مشائخ کثیر تعداد میں تشریف لائے اور اس اکیڈمی کے قیام کو خوش آئند و مثبت تعمیری اقدام قرار دیتے ہوئے بانی اکیڈمی علامہ مفتی عبد الحکیم نوری کو ہر ممکن تعاون دینے اور اپنی حلقۂ اثر سے دلانے کا یقین دلایا---------اغراض و مقاصد درج ذیل ہیں :

۱ :-نوجوان نسل میں مذہبی بیداری پیدا کرنا اور بدعات و خرافات کا قلعہ ،قمع کرنا۔

۲ :-مجاہدین اسلام کے حالات و خدمات پر سمنار و سمپوزیم منعقد کرنا۔

۳ :-ان بزرگوں کے کارناموں پر تحقیقی لٹریچر تصنیف کرنا جن پر تا حنوض کوئی منتقل تصنیف نہیں ہے۔

۴ :-اکابر اہل سنت کی قدیم تصنیفات کی تصنیل و تلخیص کرنا۔

(غلام علی ناظم نشریات فضل حق اکیڈمی پرتاول چوک ضلع مہراج گنج یوپی)

وہابی تبلیغی اجتماع پر پابندی

یکم نومبر کو شہر کوٹا (راجستھان) میں صوبائی سطح پر ہونے والا وہابیوں و دیوبندیوں کا تبلیغی اجتماع علماء اہل سنت و جماعت کی مستعیدی اور سرگرمی کی وجہ سے ضلع مجسٹریٹ کوٹا نے قانونی طور پر مسترد کر دیا ہے اور اب وہ شہر کوٹا میں کوئی تبلیغی اجتماع نہیں کر سکتے ہیں کوٹا شہر میں علماء اور ائمہ مساجد تبلیغی اور اصلاحی پروگرام میں کافی متحرک ہیں اور بہت تیزی سے مسلک اہل سنت کی نشر و اشاعت کا کام چل رہا ہے۔تبلیغی جماعت کے رد میں ہندی میں پوسٹر شائع کر کے ان کے غلط عقائد سے عوام کو آگاہ کیا جارہا ہے۔

(ماسٹر مشتاق علی سنی رضوی، رضا جامع مسجد کوٹا راجستھان)

مدرسہ رضائے مصطفیٰ تکنیا

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کی تکنیا ضلع بہرائچ شاخ نے مدرسہ رضائے مصطفیٰ قائم کر دیا ہے۔اس علاقہ میں اہل سنت و جماعت کا کوئی دینی تعلیمی ادارہ نہ ہونے کی وجہ سے بچے اسلامی

تعلیمات سے محروم تھے، اس ضرورت کو دھیان میں رکھتے ہوئے مدرسہ کی بنیاد ڈالی گئی۔ اللہ تعالیٰ جملہ اراکین کو مزید توفیق عطا فرمائے آمین۔

(جماعت رضائے مصطفیٰ شاخ ٹکنیا ضلع بہرائچ شریف یوپی)

سنی تبلیغی جماعت کی پانچویں کانفرنس

بحمدہ تعالیٰ و بکرم حبیبہ علیہ الصلوٰۃ والسلام آل انڈیا سنی تبلیغی جماعت شاخ باسنی ضلع ناگور شریف (راجستھان) مشائخ کرام کی دعاؤں و مفتی اعظم راجستھان علامہ اشفاق حسین نعیمی کی سرپرستی میں روز افزوں ترقی کی راہ پر گامزن ہے یہ جماعت راجستھان میں جہالت کی تاریکیوں میں ڈوبی ہوئی بستیوں میں علم دین مصطفیٰ کی شمعیں روشن کرنے اور عقائد حقہ واشاعت مسلک اعلیٰ حضرت کے فروغ و فرقہائے باطلہ کے مکر و فریب سے بچانے جیسے اہم نمایاں کارناموں کی بناء پر اکابر علماء اہل سنت کے دلوں کی دھڑکن بن گئی ہے، مشائخ عظام وبالغ نظر قائدین نے جماعت کو دعاؤں سے نوازا ہے جماعت اپنے کارہائے نمایاں کی مزید اشاعت کیلئے ہر تین سال بعد ایک تعلیمی کانفرنس منعقد کرتی ہے، جسمیں علماء کرام ودانشوران ملت کو مدعو کیا جاتا ہے تاکہ جماعت کی کارگذاریوں کو دیکھ کر دیگر مقامات پر بھی دین متین کا ایسا کام ہو سکے۔

اسی سلسلے میں مورخہ ۱۷-۱۸ جمادی الاخریٰ ۱۴۲۰ھ کو دو روزہ عظیم الشان سنی تعلیمی کانفرنس زیر صدارت مفتی راجستھان وزیر قیادت مفکر ملت علامہ لیسٓ اختر مصباحی قبلہ منعقد ہوئی جسمیں راجستھان اور بیرون راجستھان سے مشائخ عظام و علمائے کرام و دانشوران و مفکرین حضرات نیز جماعت کی طرف سے چلنے والے تقریباً دو سو مدارس کے معلمین و متعلمین و منتظمین نے شرکت فرما کر سنی تعلیمی کانفرنس کو باسنی کی ایک تاریخ ساز کانفرنس بنا دی۔

راجستھان کی ایسی ایسی بستیوں میں جہاں علم دین کا نام و نشان نہیں تھا بحمدہ تعالیٰ جماعت کی کاوشوں سے ہزاروں بچے علم دین کی روشنی سے آشنا ہو رہے ہیں اور سیکڑوں کی تعداد میں دیہات سے نکل کر ملک کے مختلف اداروں میں داخلہ لیکر عالم فاضل حافظ و قاری بن رہے ہیں۔

ان متعلمین نے اپنا نورانی و عرفانی پروگرام پیش کیا جس کو سنکر علماء کرام نے اپنے اپنے تاثرات سے خوب نوازا اور جماعت کی کارکردگیوں کو خوب سراہا۔ دوسرے اجلاس میں سربراہ اعلیٰ نے جماعت کی خدمات جلیلہ کا اجمالی جائزہ پیش کیا سامعین نے خوب داد و تحسین سے نوازا۔ یہ سب قائد اہل سنت بانی جماعت حضرت علامہ مولانا ظہور احمد صاحب علیہ الرحمۃ والرضوان کا روحانی فیض اور سربراہ اعلیٰ حضرت علامہ مفتی ولی محمد صاحب رضوی کے رفقائے کار علمائے کرام کی مساعی جمیلہ اور مخلصانہ کاوشوں کا ثمرہ ہے اور معاونین حضرات کی دریادلی اور باسنی کے خوش عقیدہ مسلمانوں کی دینی محبت اور زندہ دلی کا بین ثبوت ہے۔ صلوٰۃ و سلام اور مقدس دعاؤں پر کانفرنس اختتام پزیر ہوئی۔

(محمد نصیر احمد رضوی، رکن سنی تبلیغی جماعت باسنی ضلع ناگور)

مکتبہ کنز الایمان کی ہندی اشاعت

مکتبہ کنز الایمان جبل پور کے زیر اہتمام اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ کے ۷ رسائل کا ہندی ترجمہ شائع کیا گیا ہے ہندی میں ترجمہ کا کام مولانا محمد اختر القادری جبل پوری نے انجام دیا ہے۔ مندرجہ ذیل رسائل اعلیٰ طباعت اور عمدہ کمپیوٹر کی کتابت سے منظر عام پر لایا گیا ہے۔

نام کتاب: ثبوت فاتحہ (صفحات ۲۸) تدبیر فلاح و نجات (۱۲) سلام رضا (۲۴) رسائل تعزیہ داری (۳۸) دعوت میت (۱۶) حقوق اولاد (۱۶) ارواح مومنین کا گھروں پر آنا (۱۲)

مکتبہ کنز الایمان کا شانئہ اختر ای ۰ ڈبلیو ۰ ایس ۶۲ نیو آنند نگر کالونی آدھار تلا جبل پور

آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ کے اغراض و مقاصد

اپنے اپنے ضلع، تحصیل، بلاک اور قصبہ میں شاخیں قائم کریں

ہندوستان ۱۵ اراگست ۱۹۴۷ء کو آزاد ہوا، آزادی کے بعد مسلمانوں کے اندر اجتماعی نظم اور مشاورت کا فقدان ہونے لگا اس کی خاص وجہ یہ رہی کہ ان کے اندر قومی سطح پر کوئی تنظیم و جماعت نہیں تھی، یہی صورت حال آج بھی قائم ہے۔ ہندوستان میں مسلمان سب سے بڑی اقلیت ہیں مگر ان اقلیت میں سب سے زیادہ آبادی یعنی 80% اہل سنت و جماعت کی ہے۔ مگر افسوس صد افسوس یہی کہنا پڑتا ہے کہ اس اکثریت کی قیادت در اقلیت یعنی جو 20% وہابی (دیوبندی، قادیانی، غیر مقلد، ندوی، مودودی، بوہرہ، خوجہ اور رافضی وغیرہ) ہیں وہ لوگ کر رہے ہیں۔ یہ اہل سنت و جماعت کے قائدین کے لئے لمحہ فکریہ ہے، اہل سنت کی کسی میدان میں نمائندگی نہ کے برابر ہے --- آخر اس کا حل کیا ہے؟

۱۹۲۰ء میں اعلیٰ حضرت امام احمد رضا فاضل بریلوی قدس سرہ نے ایک ملکی سطح کی تنظیم "جماعت رضائے مصطفیٰ" کے نام سے قائم فرمائی تھی۔ جس کا مقصد صرف اور صرف مسلمانوں کے قومی و ملی اور مذہبی مسائل میں رہنمائی کرنا تھا۔ جماعت رضائے مصطفیٰ نے اپنے عہد ماضی میں مسلمانوں کی ہر موقع پر مذہبی، اخلاقی، سماجی اور سیاسی رہنمائی کا فریضہ انجام دیا۔ آج کے دور میں ضرورت ہے کہ اہل سنت کی ملک گیر پیمانے پر تنظیم ہو اور ہم اس پلیٹ فارم سے مسلمانوں کے قومی و ملی مسائل اٹھائیں اور انکے حل کے لئے تدبیریں اختیار کریں۔

﴿☆﴾ انہیں ضرورتوں کی تکمیل کے لئے جماعت رضائے مصطفیٰ کا قیام عمل میں آچکا ہے، اور ہر سال عرس رضوی کے موقع پر سالانہ کانفرنس بھی منعقد ہوتی ہے، اب آپ حضرات سے گذارش ہے کہ جماعت رضائے مصطفیٰ کی شاخیں اپنے - اپنے علاقوں میں قائم کریں اپنے مسائل کے حل کے لئے رجوع کریں، مشورہ لیں اور مشورہ دیں۔ ﴿☆﴾ برانچ کی کمیٹی تشکیل کرنے کا آسان طریقہ یہ ہے کہ ایک صدر، دو یا چار نائب صدر، ایک سکریٹری، دو نائب سکریٹری، ایک خزانچی، ایک محاسب اور باقی خصوصی ممبران رکھیں جائیں، یہ کمیٹی تقریباً ۲۲ ر افراد پر مشتمل ہو، ورنہ کم از کم ۱۵ ر لوگوں پر منحصر کی جائے اور اعزازی ممبران جتنے بھی کئے جا سکیں۔ اور مقامی نگراں بھی منتخب کیا جا سکتا ہے۔

﴿☆﴾ کچھ ذمہ داریاں درج ذیل ہیں: ہر ماہ ۱۱ ر تاریخ کو بعد نماز مغرب یا اپنی سہولت پر کسی بھی مسجد میں یا گھر پر درس حدیث شریف کا پروگرام رکھا جائے جو صرف آدھا گھنٹہ پر مشتمل ہو --- چاند نظر آجانے پر مرکز کو مطلع کیا جائے --- وقتاً فوقتاً تبلیغ اور اصلاح معاشرہ کی مجلسیں منعقد ہوں --- مکاتب اسلامیہ میں نونہالان امت کی تربیعت سازی کی جائے اور اپنے قرب و جوار میں واقع مدارس و مکاتب کی فہرست تیار کی جائے۔ علماء، ائمہ مساجد اور درگاہوں کی بھی فہرست تیار کی جائے --- زکوٰۃ اور قربانی کے اہم مواقع پر اجتماعی نظم کا خیال رکھا جائے --- عقائد اہل سنت کی نشر و اشاعت کے لئے کتابوں کو منظر عام پر لایا جائے، ماحول اور علاقہ کی ضرورت کے مطابق کتابچہ و پوسٹر تصنیف کرائے جائیں ------- ہر قومی و ملی معاملہ میں جماعت کے جملہ اراکین معاونت کریں --- عہدہ داران و ممبران سے سالانہ فیس 100 روپیہ یا ماہانہ 10 روپیہ وصول کئے جائیں --- مرکزی دفتر کی ہدایات و اعلانات پر عمل آوری کی جائے اور ہر معاملہ میں صلاح و مشورہ سے کام لیا جائے وغیرہ وغیرہ۔

ہیڈ آفس :- آل انڈیا جماعت رضائے مصطفیٰ ۸۲ ر سوداگران بریلی شریف یوپی فون

مکتوب آستانہ

میرے پیارے قارئین سنی دنیا السلام علیکم ورحمۃ اللہ وبرکاتہ

۱۱؍ اکتوبر کی صبح کے دس بج رہے تھے، دو شخص دفتر میں داخل ہوئے، ان میں سے ایک شخص پٹھانی شلوار اور قمیض دوپلی ٹوپی لگائے ہوئے تھا۔ اسنے کہا کہ ہمارے ساتھی کو داخل اسلام ہونا ہے، فوراً کلمۂ طیبہ "لا الہ الااللہ محمد الرسول اللہ" پڑھادیا گیا۔ دریافت کرنے پر معلوم ہوا کہ پرتاپ سنگھ نام ہے اور ضلع گورکھپور کے ایک قصبہ بانس گاؤں کا رہنے والا ہے، اور ٹھاکر برادری سے تعلق رکھتا ہے۔ اسلامی نام پرتاپ سنگھ نے خود ہی منتخب کررکھا تھا، اسنے بتایا کہ پیغمبر اسلام حضور ﷺ کی سیرت مبارکہ اور اسلام کی حقانیت کی وجہ سے میں مسلمان ہورہاہوں اور نور محمد نام خود پسند کیا ہے۔

مزید تفصیلات دریافت کرنے پر وہ آبدیدہ ہوکر کہتا ہے کہ میرے ماتا پتا آسیب کے خلل سے پریشان تھے اسی حالت میں انکی موت واقع ہوگئی، میں نہ جانے کتنے دھرم گرو، مندروں، اور شنکر آچاریوں کے پاس لے گیا مگر کہیں سے کوئی فائدہ نہیں پہونچا، دریں صورت وہ دنیا سے چل بسے۔ بعدہ اسی بیماری نے مجھے بھی آن گھیرا میری بھی طبیعت آہستہ آہستہ گرنے لگی، میں نے اپنے ایک مسلم دوست سلیم احمد (دہلی) سے پوچھا کہ تمہارے یہاں کوئی مولوی مولانا اسکا علاج کرتے ہیں؟ تو سلیم احمد نے بتایا کہ ہاں اسکا علاج ہوتا ہے میں تم کو حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کی درگاہ پر لے کر چلتا ہوں وہاں پر کسی گدی نشین سے علاج کرواتا ہوں۔ اس حوصلہ افزا جواب سے نور محمد کے بدن میں حرارت دوڑ پڑی، اسکو ایسا محسوس ہونے لگا کہ شاید میں ابھی تک خواب غفلت میں تھا اب آنکھیں کھلی ہیں۔ اسی وقت جانے کی تاریخ متعین کرلی گئی ہے اور دوسرے دن درگاہ پر حاضری دینے کے لئے پہونچ گئے، حضرت نظام الدین اولیاء رحمۃ اللہ علیہ کے دربار میں حاضری سے باریابی کے بعد گدی نشین سے رابطہ قائم کیا، انہوں نے مختصر عمل بتاکر اور دم کرکے بدایوں شریف میں بڑی سرکار کی زیارت گاہ پر جانے کے لئے حکم کردیا وہ دونوں بدایوں شریف پہونچ گئے، اور بڑی سرکار میں حاضری سے شرفیاب ہوتے رہے، اللہ تعالیٰ نے اپنے محبوبین کے صدقے میں نور محمد کو شفا عطا فرمادی اور آسیبی خلل زائل ہوگیا۔

نور محمد حشاش وبشاش تھا اسکے چہرے پر خوشی کی لہر دوڑ رہی تھی، وہ بانس گاؤں ضلع گورکھپور کے بڑے زمین داروں میں شمار ہوتا ہے، نور محمد کی پانچ سو بیگھا زمین، باغات اور مکان ہیں۔ مگر اپنے سب کچھ چھوڑ کر اسلام مذہب قبول کرکے فقیری کی دنیا میں کچھ گل کھلانا چاہتا ہے۔ تین بھائیوں پر مشتمل خاندان کو خیر آباد کہہ کر غیر شادی شدہ زندگی بسر کرنے کی تمنا رکھتا ہے۔ نور محمد نے مذہب اسلام کو غیر معمولی سوچ کے بعد قبول کیا ہے، بقول انکے: مجھ کو اس مسئلہ میں سوچ وبچار کرتے ہوئے چھ سال کا عرصہ گزر گیا اس طویل مدت کے بعد آخری فیصلہ کیا کہ اب مسلمان ہوجانے میں تاخیر نہیں کرنا چاہئے۔

نور محمد کے ہمراہ پٹھانی لباس میں ملبوس شخص کو دیکھ کر میں تو یہی سمجھا کہ یہ شخص مسلمان ہے، چہرے پر داڑھی بھی تھی۔ میں نے اسکو اسلامی تعلیمات کی طرف توجہ دلاتے ہوئے کہا کہ آپ اپنے نو مسلم بھائی کو قرآن شریف اور نماز وغیرہ کی تعلیم دلائیے اور خصوصی خیال رکھیئے۔ اسکے جواب سے میں حیرت زدہ رہ گیا، اس شخص نے کہا مولانا میں مسلمان نہیں ہوں، میں تو ایک پنڈت ہوں، ہنومان مندر کا پجاری ہوں، انکی رہنمائی کے لئے میں یہاں تک آگیا ہوں غازی آباد کا رہنے والا ہوں ان سے میری ملاقات اسی مندر میں ہوئی جب میں پوجا ارچنہ کررہا تھا، انہوں نے ساری داستان مجھے بتائی میں بہت متاثر ہوا، اور ان کو لیکر بریلی آگیا۔ بس میں کشمکش کا شکار ہوں اور جلدی ہی فیصلہ کرلوں گا۔

۱۵؍ اکتوبر کی شام بھی اہل اسلام کیلئے کیا خوشیاں لیکر آئی تن تنہا اور میلے کچیلے کپڑے پہنے ہوئے ہری شنکر دفتر میں داخل ہوا اور بے ساختہ بولا کہ مجھے مسلمان کرلیا جائے، کلمہ شریف پڑھا کر داخل اسلام کرلیا گیا۔ اسنے ایک سوال کے جواب میں کہا کہ دل کے رجحان نے اچانک میری کایا پلٹ دی اور روزانہ شب وروز بیچینی سی کیفیت طاری رہتی تھی۔ ایک شب میں نے خواب دیکھا کہ سفید بزرگ کہتے ہیں کہ خیر میں دیری کیوں کررہاہے، اچانک آنکھ کھل گئی اہل خانہ سے ذکر کیا کہ اب میں مسلمان ہونے کیلئے جارہا ہوں بس کیا تھا کہ سب خاندان کے افراد مجھ پر ٹوٹ پڑے اور مارتے مارتے بے ہوش کردیا جب آنکھ کھلی تو پھر مجھے اسی بزرگ کی آواز کانوں میں گونجنے لگی اور میں وارفتہ ہوکر یہاں آگیا۔ ہری شنکر کا نام عبداللہ رکھا گیا اور یہ موضع بھکاری پور ضلع پیلی بھیت میں سکونت پزیر ہیں اللہ تعالیٰ نور محمد اور عبداللہ کو دارین کی نعمتوں سے سرفراز فرمائے۔ آمین---خدا حافظ

(محمد شہاب الدین رضوی)

The Monthly Sunni Dunia Bareilly
Regd No. * 17 (82) Vol-3. Annual Subscription Rs. 80/-
Per Copy-
Regd. PC No. BR/211/99